اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ نتائج فکر رعب باکمال سخنور عدیم المثال طوطی شیرین مقال شناور بحر دقایق خیال رہرو عرصات دقیقہ سنجی حامل لواے نکتہ رسی ابر مطیر سخن گستری آفتاب سپہر شاعری صدر نشین دیوان شعراے ماضی وحال۔ زندہ کن نام غالب بے مثال جناب مستطاب استاذنا مولانا المولوی الحکیم ابو الصّواب محمد حنیف علی رعب قریشی انصاری شاہ آبادی مرحوم ومغفور

یعنی

کلیات رعب

۱۳۴۱ھ

۱۹۲۲ء

مرتبہٗ

ترتیب دادہ خاکسار ذرہ بمقدار ضعیف و نحیف ازلی خادم الاطبا والحفاظ ابو المصائب عبد الرحمن خان ولد منشی محمد تراب خان صاحب بہادر تعلقدار موضع اودار ی سراے مرحوم ساکن باغ آیشہ بی بی حسین گنج لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا رعب مرحوم مبرور

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی

ST 01

K. UNIVERSITY LIB.
Acc No 126369
Date 10.12.77

ALLAMA IQBAL LIBRARY
126369

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مولف

خدا کا شکر ہے کہ آج میں ایک بہت بڑے فرض کی انجام دہی سے سبکدوشی حاصل کرتا ہون گو اسکا دلی افسوس ہے کہ یہ سرمایۂ ناز زبان اُردو خود مصنف کے ہاتھوں ملک و قوم کے سامنے نہ پیش ہوسکا اور مصنف کی آنکھین ان جواہر ریزون کی گرانمایگی نقادان سخن کے بازار میں نہ دیکھ سکیں اُستاد مرحوم حضرت مولانا رعب اعلی اللہ مقامہٗ کی بیوقت موت نے اس سلسلۂ تالیف کی ابتدا کی میں نے اسکو اپنا فرض اولین خیال کیا کہ اُستاد مرحوم کا کل کلام رطب و یابس ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کردیا جائے

اور کسی قسم کا انتخاب نہ کیا جائے اگرچہ بعض احباب یہ کہتے تھے کہ "اسمین مولانا کا بہت سا
کلام ایسا بھی ہے کہ جو اُنکے مذاق سے جدا ہے اور کسی مجبوری کی بنا پر مولانا مرحوم کو
اس قسم کی سخن گوئی اختیار کرنا پڑی تھی لہذا ایسا کلام اس تالیف سے علیحدہ کردیا جائے"
احباب کا یہ کہنا ایک حد۔۔ صحیح بھی تھا کیونکہ مولانا ہ خاص مذاق نہایت اعلیٰ اور
حسن الفاظ ومعانی حسن تخیل حسن بیان اور دلآویز ترکیبوں کا ایک بہترین نمونہ تھا
یہ رنگ مولانا کا خاص رنگ تھا جسمیں مولانا کے شاندار جذبات اور علمی تبحّر نے اور چار چاند
لگادیے تھے بیدل وغالب کی صحیح تقلید کا سہرا مولانا کے سر تھا اور ان دونوں بزرگون کے
کلام کا صحیح نمونہ اگر تلاش کیا جاتا تو وہ مولانا کے کلام میں صاف صاف نظر آتا -
ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ "پھر کیا وجہ تھی کہ مولانا کو اپنی طبیعت کے خلاف دوسرا رنگ
اختیار کرنا پڑا" اُسکے جواب سے قبل گذشتہ واقعات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے -
مولانا مرحوم ۱۸۹۸ء مین لکھنؤ تشریف لائے اُسوقت یہاں زبان اُردو کے سرمایۂ ناز
اصحاب میں صرف جلال مرحوم باقی تھے ۱۸۹۹ء میں مولانا نے جلال مرحوم کی شاگردی
کا فخر حاصل کیا مولانا کو اُنکے باکمال اُستاد نے کبھی اسکی اجازت نہ دی کہ وہ اُردو
شاعری میں بیدل وغالب کے رنگ کی آمیزش کریں - ایک شریف طبیعت کے لئے
اُستاد کا فرمان محض تعمیل کے لئے ہوتا ہے اور اسمیں چون وچرا کی گنجایش جائز نہیں سمجھی جاتی
مولانا مرحوم نے پابندی کے ساتھ اسکی تعمیل کی اور جب تک جلال مرحوم زندہ رہے
صاف گوئی نہ چھوڑی جلال مرحوم کے بعد ہی اصلی رنگ پھر عود کر آیا اور وہ
آخر وقت تک قائم رہا یہان پر یہ خیال پیدا کرنا زیادتی ہے کہ ابتدا اً جیسا کہ ہر شخص
معمولی مذاق رکھتا ہے اور بتدریج کہنہ مشقی کی بنا پر ترقی کرتا جاتا ہے یہی کیفیت

مولانا کی بھی رہی ہوگی کہ ابتدا مین کلام معمولی نظر آتا ہے - یہ کہنا اس بنا پر غلط ہوگا
کہ جس زمانہ کا مولانا کا اُردو کلام ایک معمولی کلام نظر آتا ہے اُسی زمانہ کا فارسی او عربی کلام
کلام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک ایسے ذوق سلیم رکھنے والے شخص کا ہے
جسکی وسعت نظر اور جسکا تبحر علم غیر محدود ہے -

اس تالیف میں یہ کوشش کیگئی ہے کہ ہر غزل و قصیدہ و نظم کا سنہ و تاریخ بھی
دیدیا جائے اور اسی بنا پر ہر قسم کا رطب و یابس کلام اس میں شامل رکھا گیا کیونکہ تاریخ
و سنہ کے انکشاف سے خود بھی یہ معلوم ہوجائیگا کہ جس زمانہ میں مجبوراً اُستاد مرحوم کو
اُردو میں صاف گوئی اختیار کرنا پڑی اُس زمانہ میں اُنکا عربی و فارسی میں کیا رنگ تھا
اور کیا پختگی تھی اسمیں شک نہیں کہ اگر اُستاد مرحوم اپنا کلام اپنے ہاتھوں شایع کرتے
تو یقیناً اُس زمانہ کا ابتدائی کلام جسکی نسبت میں ابھی اشارہ کرچکا ہوں اس مجموعہ سے
خارج کر دیتے مگر میں ایسا نہیں کرسکتا تھا اور ایسا کرنا میرے لئے بد دیانتی میں شمار ہونا
اس کلیات کی تالیف میں مجھے بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُستاد مرحوم کا کلام
کسی بیاض میں ایک مجموعہ کی صورت میں نہ تھا اکثر غزلین و نظمین مختلف پرچوں پر لکھی ہوئی
تھیں کچھ اُنکی بیاض سے ہاتھ لگا - مطبوعہ اخبارات و رسالجات میں جو نظمیں اور غزلیں
دستیاب ہوئیں شامل کی گئیں اور کسی نہ کسی طرح اس مجموعہ کو کلیات کی شکل میں جمع کر کے
ملک و قوم کے سامنے پیش کر دیا گیا - اگرچہ اسکا علم یقینی ہے کہ اُستاد مرحوم کا اتنا ہی کلام
بالکل ضایع ہوگیا جسکا کوئی پتہ مولف کو نہ ملا مجھے اُستاد مرحوم کے چند احباب سے یہ شکایت
باقی رہی کہ اُنکے پاس اُستاد مرحوم کا کچھ کلام تھا مگر اُنھوں نے کسی مصلحت کی بنا پر اُسکے
دینے سے اعراض کیا اور مجھے محروم رہنا پڑا - اُستاد مرحوم کا کچھ کلام پنسل سے لکھا ہوا تھا

جو کہیں کہیں پڑھا نہ گیا۔ یہاں پر یہ کیا گیا ہے کہ کسی شعر کا ایک مصرعہ بھی پڑھ لیا گیا تو وہ لکھدیا گیا
اور دوسرے مصرعہ کی جگہ خالی چھوڑ دیگئی یا اگر کوئی لفظ نہ پڑھا گیا تو شعر میں اُسکی بھی جگہ خالی چھوڑ دیگئی
اکثر اشعار قلم زد ملے وہ بھی شامل کر دئے گئے اُستاد مرحوم کو قدرت کی طرف سے جو کمالات
دئے گئے تھے اُن میں ایک ملکۂ تاریخ گوئی بھی تھا اصناف شاعری میں فن تاریخ گوئی ایک
مستقل فن ہے اور یہ لازم نہیں کہ ہر شاعر تاریخ گو بھی ہو الاماشاءاللہ۔ محض موزونی
طبع تاریخ گوئی کی معاون نہیں ہوسکتی اس فن مین اُستاد کو ید طولی حاصل تھا۔ بہت ہی
بے تکلفی کے ساتھ باتوں باتوں میں مادہ تاریخ نکال لیتے تھے جو تعمیہ و تخرجہ کی بدنمائی سے
مبرا ہوتی تھی معمولی معمولی واقعات کی تاریخیں احباب کہلاتے تھے اور اُستاد مرحوم کو کوئی
تکلف یا عذر نہ ہوتا تھا مگر سخت افسوس ہے کہ اُستاد مرحوم نے جسقدر کہ تاریخیں زیادہ
کہیں اُتنی ہی کم مولّف کو دستیاب ہوسکیں مولانا کے احباب نے اسمیں مؤلف کی کوئی
مدد نہیں کی اگرچہ اسکا اعلان بذریعہ اخبار بھی کیا گیا اور نیز بذریعہ خطوط و زبانی گذارش
احباب سے تقاضا کیا گیا مگر بالکل ناکامیابی رہی۔ بہرکیف جسطرح بھی ہوسکا یہ مجموعہ کلیات
کی صورت میں حاضر کیا جاتا ہے اسکی گراں مائگی اور امتیاز کا انحصار نقادان سخن کی جوہر شناسی
اور انصاف پسندی پر موقوف ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجھکو اُستاد مرحوم سے علم طب ہی میں
شرف تلمذ حاصل ہونے پایا تھا شاعری سے میری طبیعت کو باوجود اُستاد مرحوم کے
بے انتہا اصرار اور خود میری کوشش بلیغ کے کوئی مناسبت نہ پیدا ہوئی۔ لہذا ایک فن
شاعری سے بے بہرہ شخص کے لئے تالیف اشعار میں جو لغزشیں ہوگئی ہوں وہ قابل مسامحت ہیں
اس کلیات میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مولانا مرحوم کے چند خطوط فارسی کے
اور چند مضامین علمیہ بھی شامل کر دئے گئے ہیں اس شمول کی غرض صرف یہ ہے کہ جو لوگ

اس امر کے دعویدار ہیں کہ ایک شاعر نثار نہیں ہوسکتا یا کم از کم عبارت میں سلاست نہیں پیدا کر سکتا وہ اپنے قول کی غلطی بالمشاہدہ دیکھ لیں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ میں مولانا کے کل خطوط اور مضامین کو ایک مستقل مجموعہ کی صورت میں دنیاے ادب کے سامنے پیش کرتا مگر طبع کی مشکلات نے اس ارادہ کو قوت سے فعل میں نہ آنے دیا مجبوراً چند فارسی خطوط اور مضامین پر فی الحال اکتفا کیا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا کا تبحّر علمی کہانتک تھا اور انکی نظر کس قدر وسیع تھی اگر عربی کے خطوط اور ادب عربی کی تعریف میں اہالی مصروشام رطب اللسان ہیں تو فارسی کے طرز تحریر اور زباندانی پر باکمالان فارس مٹے ہوے ہیں۔ ایک ہی قلم ہے جو اُردو میں گلفشانی کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ادبیات عرب اور فارس پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعات ہیں اور اگر زمانہ نے موقعہ دیا تو انشاء اللہ مولانا کے عربی و فارسی خطوط و مضامین کا مجموعہ پیش کیا جائے گا اور اُن تحریری رایون کا بھی مشاہدہ ممکن ہوگا جو اہل مصروشام نے مولانا کی عربی دانی پر بذریعہ تحریر ظاہر کی ہیں۔ مولانا کے اکثر قصیدے مختلف مدارس ہند و خارج از ہند میں بطور نصاب داخل ہیں۔ خدا وہ دن کرے کہ میں اُس کام سے بھی جلد سبکدوش ہوسکوں۔

شبیہ حافظ عبدالرحمن تامین جناب رعب مرحوم
مولف کتاب ھذا

مصنف علیہ الرحمۃ کی مختصر سوانح عمری یہ ہے۔

سوانح

نام مقام ولادت (۱) نام شیخ محمد حنیف علی صاحب تخلص رعب نام تاریخی منظور کلیم (۱۲۹۶ھ) اور مختار مجیب (۱۲۹۶ ہجری) فرماتے ہیں۔ آپکا مولد و وطن محلہ انصاریان قصبہ شاہ آباد ضلع کرنال ہے۔

سنہ ولادت (۲) جہاں آپ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۷۹ء مطابق ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۶ ہجری ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۲۸۵ فصلی، ۲۷ بھادوں سنہ ۱۲۸۶ بنگلہ - ۲۶ شہریور سنہ ۱۲۴۹ فارسی یوم چہارشنبہ کو پیدا ہوئے۔

خاندان (۳) مولانا کے مورث اعلیٰ جناب شیخ فخر الدین قریشی ایک معزز اور با اثر زمیندار تھے اور انکے والد ماجد قبلہ شیخ محمد وارث علی صاحب قریشی انصاری مد ظلہ زمانہ دراز تک ریاست گوالیار میں بعہدۂ پیشکاری سرفراز رہے جو عرصہ سے خدمت متعلقہ سے کنارہ کش ہو کر دولت خانے ہی پر تشریف فرما تھے کہ یکایک مرض الموت میں مبتلا ہو کر ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳ محرم سنہ ۱۳۳۹ ہجری یوم سہ شنبہ کو دار البقا کیطرف سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

شاہ آباد باعتبار آبادی کے ایک مختصر سا قصبہ ہے۔ لیکن اسمیں ہر قوم و ہر طبقہ کے لوگ آباد ہیں یہاں کے طبقہ اعلیٰ میں عموماً اور ادنیٰ میں خصوصاً کوئی ایسا شخص مشکل سے ملیگا جو مولانا کے خاندانی اقتدار و نیز ذاتی اعزاز بالتخصیص آپ کے نام نامی سے کلیتہً واقف نہو بقول غالب مرحوم ع شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

تعلیم

دہم مولانا کی ابتدائی تعلیم جس خوش آہنگ طریقے سے فطرۃً شروع ہوئی
وہ خالی از لطف نہیں - لیکن اس موقع پر مجملاً اسقدر لکھنا کافی ہوگا
کہ آپ تسمیہ خوانی کی عامیانہ رسم سے نہ صرف آزاد ہی رہے بلکہ آپ کو مصداق
دل من پیر تعلیم است و من طفل زبان دانش   دم تسلیم عشر سر زانو دبستانش
غیر کا منت کش نہیں ہونا پڑا یعنی محض اپنی والدہ محترمہ سے کلام مجید اور اُردو
کی چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد معمولی نوشت و خواند کی کافی استعداد ہوگئی
فارسی کی درسی کتابیں کچھ اپنے والد ماجد کچھ اپنے خالو شیخ بدر الاسلام صاحب
فاروقی مدظلہما سے مطالعہ فرمائیں کچھ دنوں بطور خود کتب فارسیہ کی سیر
فرماکر عربی کیطرف عنان توجہ مبذول کی - لیکن اس تکمیل شوق کا ذریعہ
کامل گھر بیٹھے دشوار تھا لہذا مارچ ۱۸۹۴ء میں آپ شاہ آباد کو خیرباد کہنے
و محلہ انصاریاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے - عربی کی ابتدائی کتابیں
رائے پور ضلع سہارنپور میں مولانا حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب
سے تحصیل کیں اور اپریل ۱۸۹۶ء میں ضلع جھانسی تشریف لائے دو برس
یہاں بھی قیام رہا لیکن خاطر خواہ اسباب تعلیم مہیا نہ ہوسکے یہ زمانہ محض
تعلیم یافتہ موزوں طبع حضرات کی دلجوئی میں گذرا - اگرچہ آپ ابتدا ہی
سے فارسی کی نسبت اُردو میں بہت کم فکر فرماتے تھے لیکن اس مدت
میں زیادہ تر اُردو ہی میں فکر اشعار فرماتے رہے - جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا
کہ آپ سخن فہم حضرات کی قدردانیوں سے وہاں میر مشاعرہ انتخاب فرمائے گئے
اخیر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں لکھنؤ تشریف لائے یہاں درسیات عربیہ

منقولات میں مولانا حاجی مولوی امیر علی صاحب محدث مترجم ہدایہ رحمہ اللہ
اور ادب و معقولات حکیم مولوی عبدالحی صاحب مدظلہ ناظم ندوۃ العلما
سے مطالعہ فرمائیں بعد حصول سند مدرسہ طبیہ (تکمیل الطب) کی طرف مائل ہوئے
۸ جنوری سنہ ۱۹۰۵ء میں داخل ہو کر ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۰۷ء میں سند حاصل کی۔

(۵) شاعری

موزونی طبع جیسا کہ آپ خود ہی اپنے ایک مطلع میں ارشاد فرماتے
ہیں ازل آور دتھی ؎

از پے فکر مضامیں دل بکارم کردہ اند
روز اول شاعری یعنی شعارم کردہ اند

بچپن ہی سے نثر کی نسبت نظم کی طرف زیادہ رجحان رہا۔ اب
چاشنئ عنفوان شباب اور بہشت ارضی (لکھنؤ) ساتھ ہی ساتھ
عاشق مزاجی یاران سخن فہم و اساتذہ صاحب کمال کی صحبتیں
سونے میں سہاگا ہو گئیں یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ عربی فارسی میں
بلا تکلف شعر فرمالیا کرتے تھے چنانچہ آپ کا اپنے پیر مرشد جناب شیخ الحدیث
مولانا حافظ حاجی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی مدح میں
بیاسی اشعار کا ایک مطبوع قصیدہ لامیہ عربی میں یادگار ہے جو شامل کلیات ہے
یہانتک کہ آپنے فن شاعری میں اُستاد باکمال حکیم میر ضامن علی صاحب
جلال لکھنوی کی سنہ ۹۹ء میں شاگردی کا فخر حاصل کیا چند ہی
دن بعد یہاں پر خوش گو شاعروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔
حضرات سخن فہم قدردانی اور عنایت سے پیش آنے لگے جیسا کہ

آپ خود ایک مقطع میں فرماتے ہیں ؎

پاتے ہیں اے رعب بزم سخن میں مقام صدر
فیض جلال مستند و معتبر سے ہم

مصائب زندگی (۶) گو مولانا کے درد آشنا دل کے لئے یہ صدمہ کوئی نیا نہ تھا مگر ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کو اتفاقیہ بائیسکل سے گرے جسکے صدمہ سے داہنے پیر کی ہڈی ٹخنے کے اوپر سے ٹوٹ گئی ایک سال میں تندرست ہوکر اچھے ہوئے اور اپنے ہمدرد بابو جے راج ناتھ صاحب کے شکریہ میں یہ قطعہ نظم فرمایا ؎

قطعہ

بتقریب شکریہ ہمدردی بواقعہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

جے راج ناتھ اے کہ ز دست تو بستگی ست
صد تار رشتہ رگ جان گسستہ را

خوش باش و شاد زی کہ ز خلق کریم خویش
واری کشود کار ہمہ کار بستہ را

از رعب ست و شکر لطف تو کاندر فتادگی
تو دستگیر بودۂ ایں پا شکستہ را

یوں تو مولانا ہمیشہ غم نصیبی میں بھی خوشی سے بسر کرتے رہے اور ہر غم کو راحت تصور کیا کرتے تھے مگر عارضۂ آکلۃ الفم نے شروع ہوکر ایسا نحیف اور مایوس بنا دیا جس سے پہلے ہی سے مولانا اس عالم فانی سے دل برداشتہ ہو گئے حتی کہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو میڈیکل کالج لکھنؤ میں

محمد حنیف علی رُعب قریشی انصاری

۱۳۲۷ھ

Md: HANIEF ALI "ROAB"

داخل ہوئے ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء سنہ کو عمل بالید (آپریشن) بائیں کلّہ کا ہوا اور کچھ دنوں آپ وہاں رہکر روباصلاح ہوگئے حتی کہ کلکتہ تشریف لیگئے لیکن ایک ہی دو ماہ کے بعد اُس کمبخت مرض نے پھر عود کیا اور انکی آخر وقت تک ساتھ نہ چھوڑا یہ دن مولانا مرحوم نے سخت گذرے کیونکہ روز بروز گویائی میں ایک سخت اذیت محسوس ہوتی تھی اگر آپ کچھ بات کہنے کا ارادہ بھی کرتے تو زبان یاری ندیتی اور جو کچھ زبان سے نکلتا وہ بدقت سمجھ میں آتا آخر بلا کسی نصیحت و وصیت کے ۲۹ محرم ۱۳۳۸ھ ہجری بروز جمعہ قبل نماز جمعہ وقت ۱۲ بجے دن اپنے وطن قصبہ شاہ آباد محلہ انصاریاں ضلع کرنال میں وہ سخنور یکتا داعی اجل کو لبیک کہکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند
آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

المؤلف

ابوالمصائب

ضعیف ونحیف خادم الاطبا حافظ محمد عبدالرحمن خاں ولد منشی محمد تراب خاں صاحب مختار عام تعلقدار موضع اوداری سرائے وغیرہ مرحوم ساکن باغ آئنہ بی بی حسین گنج لکھنؤ شاگرد جناب حکیم ابوالصواب مولوی محمد حنیف علی صاحب رعب مرحوم انصاری شاہ آبادی

۱۹۱۹ء

جنتک یارب بقلب سلیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ردیف الف)

جب سے دل پرسوز عشق شمع رویاں ہو گیا
میں سراپا جلوۂ سرو چراغاں ہو گیا

خیر ہو ایمان کی ہر دم بتوں کا ہے خیال
کعبۂ دل میرا یارب کافرستاں ہو گیا

چشم جادو خال ہندو زلف کافر خط فسوں
رخ ترا کیونکر ظہور نور ایماں ہو گیا

گردش چشم حسیناں سے جو سرگشتہ ہوا
مبتلائے گردش گردون گرداں ہو گیا

جان لو اب تازہ آفت آئی کچھ اسلام پر
آجکل سنتے ہیں وہ کافر مسلماں ہو گیا

کچھ نہ پوچھو کیا کہوں گویا قیامت ہو گئی
جب وہ فتنہ جانب گور غریباں ہو گیا

آہوانِ وحشت سے ہے آشنا جس روز سے
رعب وحشی کو خیالِ چشمِ فتّاں ہو گیا

دمِ صبح چمکا ستارا تمھارا
لو اے دل وہ آیا دل آرا تمھارا

بگڑنا ہر اک بات پر گالی دینا
یہ باتیں یہ مُنہ پیارا پیارا تمھارا

بس اب روبرو داورِ حشر ہی کے
چکیگا یہ جھگڑا ہمارا تمھارا

ہوا رعب دل کس لئے ٹکڑے ٹکڑے
جگر کیوں ہوا پارا پارا تمھارا

خطابت یا رسول اللہ زینت ہست قرآں را
چہ زینت زینتِ سورہ چہ سورہ سورۂ طٰہٰ

وجود اشرفِ پاکِ تو باشد بر زمیں آیت
چہ آیت آیتِ رحمت چہ رحمت رحمتِ مولیٰ

بود روحِ تو شمع جانفروزِ محفلِ عالم
چہ عالم عالمِ برزخ چہ برزخ برزخِ کبریٰ

ظہورِ تو برائے جملہ عالم آمدہ رحمت
چہ رحمت رحمتِ نعمت چہ نعمت نعمتِ عظمیٰ

سرافراز آمد از پائے شرفیت پایۂ منبر
چہ منبر منبرِ مسجد چہ مسجد مسجدِ اقصیٰ

دلِ مردہ ز یادِ جانفزایت می شود زندہ
چہ زندہ زندۂ معجز چہ معجز معجزِ عیسیٰ

بذاتِ تو کہ رعب زار را حاصل شود راحت
چہ راحت راحتِ ساکن چہ ساکن ساکنِ بطحا

دل از پہلو رباید غلغلِ مینجانہ مستاں را
چہ غلغل غلغلِ قلقل چہ قلقل قلقلِ مینا

علاجِ رنجہائے دورِ گردوں دورۂ باشد
چہ دورہ دورۂ ساغر چہ ساغر ساغرِ صہبا

براہ آں گلِ نو باغ را دیدہ فراز آمد
چہ دیدہ دیدۂ نرگس چہ نرگس نرگسِ شہلا

برائے سرفروشِ عشق باشد خنجرِ ابرو
چہ خنجر خنجرِ قاتل چہ قاتل قاتلِ یکتا

قیامت راست پرسی فتنهٔ باشد ز رفتارش
چه فتنه فتنهٔ قامت چه قامت قامت رعنا

دلم را دلبرے برد دست از پہلو بصد شوخی
چه دلبر دلبر آفت چه آفت آفتِ دلہا

ہمی نوشاندم زہر ہلاہل سبزۂ آں گل
چه سبزه سبزۂ عارض چه عارض عارض زیبا

بکارِ مجرمانِ عشق باید مجمعے قاتل
چه مجمع مجمع مجلس چه مجلس مجلس شورا

جنونم آستیں را سوے وسعت میکشد یاراں
چه وسعت وسعتِ دامن چه دامن دامن صحرا

نگارِ گلرخِ من چہرهٔ دارد به گلروئی
چه چہره چہرهٔ روکش چه روکش روکشِ عذرا

چه سازم در رهِ ایماں که آمد دشمنم شیطاں
چه دشمن دشمنِ رہزن چه رہزن رہزنِ دلہا

بحمد اللہ که در ہجر از خیالش مونسے دارم
چه مونس مونس خلوت چه خلوت خلوتِ شبہا

مقطع

بپرس از رعب اے جاناں که ہست ایں بندهٔ آخر
چه بنده بندهٔ عاشق چه عاشق عاشقِ شیدا

تم ہو خیر الوریٰ افضل الانبیا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
تم ہو نور الهدیٰ مظہر کبریا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

شانِ رحمت ہو تم غوث امت ہو تم حق کی قدرت ہو تم روشن آیت ہو تم
عرش رفعت ہو تم تم ہو شمس العلےٰ یا حبیب خدا یا حبیب خدا

مصطفےٰ آپ ہیں مجتبےٰ آپ ہیں مہتدی آپ ہیں مقتدی آپ ہیں
پیشوا آپ ہیں آپ ہیں رہنما یا حبیب خدا یا حبیب خدا

تم ہو شاه جہاں رہبر انس و جاں ہادیِ گمرہاں شافع عاصیاں
حامی بیکساں سرور دوسرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

تیرے بندے ہیں سب کیا عجم کیا عرب تو ہی محبوب رب خلق کا کل سبب
تجھکو حق نے طلب پاس اپنے کیا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

واه کیا خوب ہو کیا خوش اسلوب ہو حق کے مطلوب ہو رب کے محبوب ہو
تم سا محبوب ہو عاشق اللہ کا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

تم ہو سلطان دیں سید المرسلیں اور ہیں ہم کہیں ایک زار و حزیں
تم سے مخفی نہیں حال میرا شہا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

سینه افگار ہوں مضطر و زار ہوں ہاں گنہگار ہوں ہاں سیہ کار ہوں
غم کا بیمار ہوں مجھکو دیجے شفا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

کب تک آخر یہ غم تا کجا اے الم اب لبوں پر ہے دم یا ملاذ الامم
کر نگاه کرم اس طرف بھی ذرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

اب نہ ترسائیے دل نہ تڑپائیے خواب میں آئیے جلوہ دکھلائیے
دور فرمایئے رنج و غم ہجر کا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

وقت امداد ہے وقت امداد ہے بخت ناشاد ہے خانہ برباد ہے
اگرم فریاد ہے رعب درد آشنا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

غزل

نہیں کھٹکا ہمیں واعظ کچھ آشوب قیامت کا
کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے سماں اک بت کے قامت کا

بہت کچھ شور ہے جس فتنۂ شور قیامت کا
وہ ہے پامال انداز خرام اُس سرو قامت کا

وہیں سے ہو نہو آغاز ہے شاید قیامت کا
جہاں ہوتا ہے چرچا اُس بت کافر کے قامت کا

قیامت ہے اگر اُٹھے نہ اب فتنہ قیامت کا
ترقّی پہ شباب آیا ہے اک شمشاد قامت کا

یہ کچھ دھڑکا لگا ہے تجھکو زاہد جس قیامت کا
وہ اک چربا ہے اُس آفت کے پرکالے کی قامت کا

مری فکر رسا کو عشق ہے لفظ قیامت کا
یہی تو قافیہ سیدھا سا ہے اک تیرے قامت کا

ہوا ہے عشق بھی کمبخت دلکو کس قیامت کا
کہ چھٹتا ہی نہیں دھیان اک صنوبر قد کے قامت کا

سنا ذکر قیامت جب کبھی واعظ سے مسجد میں
مری آنکھوں میں نقشہ بھر گیا اُس بت کے قامت کا

زمیں میں گڑ نہ جائے شرم سے شمشاد کیا معنی
ذرا گلشن میں ہونے دو گذر اُس سرو قامت کا

کہاں کا بید مجنوں سرو گلشن کسکو کہتے ہیں
وہ نقشہ میرے قد کا ہے یہ نقشہ تیرے قامت کا

خدا نے جب سجایا بزم آشوبِ قیامت کو
لگایا قدِ آدم آئنہ اُس بت کے قامت کا

نہ توڑا اتنا تعلق ہے سمجھکر رشتۂ الفت
ترا موے کمر نقشہ ہے مجھ لاغر کے قامت کا

رہے یہ محو تیرے ہم کہ اُٹھے قبر سے جسدم
قیامت کو بھی سمجھے راست نقشہ تیرے قامت کا

ہوے آنکھوں کے چشمے رشک انہار جناں جب سے
نظر اے حور وش آیا ہے طوبیٰ تیرے قامت کا

مری تصویر سے تصویر مجنوں کو کہاں نسبت
بگولا دشت کا خاکا ہے مجھ وحشی کے قامت کا

سنا کرتے ہیں قد قامت کا شور اکثر ہم اے زاہد!
یہ عشق آخر ہے قبلہ کسکے قد کا کسکے قامت کا

کسے کہتے ہیں محشر؟ تیری ٹھوکر کا کرشمہ ہے
قیامت کیا بلا ہے؟ شعبدہ ہے تیرے قامت کا

ملیگی خاک میں سروِ رواں کی سرکشی ساری
کسیدن سامنا ہوجاے میرے سروِ قامت کا

وہ صورت دیکھتے ہی چھا گیا تصویر کا عالم
چلا تھا کھینچنے بہزاد نقشہ اُنکے قامت کا

نہ کیوں موقوف رکھیں وصل کا وعدہ قیامت پہ
کہ وہ سمجھے ہوے ہیں مجھکو عاشق اپنے قامت کا

بنایا باغ عالم میں خدا نے سبکو شیدائی
صنم تیرے گل عارض کا تیرے سروقامت کا

تیرے آشفتہ سر ذکر قیامت سنکے کہتے ہیں
قیامت ہو نہو سایہ ہے اک ظالم کے قامت کا

قیامت کو جب اتراتے ہوے روزِ ازل دیکھا
توکھینچا صانع قدرت نے نقشہ تیرے قامت کا

۹۹ء ۱۸ عیسوی

تردد اسقدر اے رعب پھر بیکار کرتے ہو
ارادہ ہی نہیں جب دارِ ہستی میں اقامت کا

جہاں سایہ پڑا اُس فتنۂ محشر کے قامت کا
ضرور اُٹھّا وہاں سے اک نہ اک فتنہ قیامت کا

بیاں واعظ ہو کیا عالم کسی کافر کے قامت کا
کہ ہے اک قدِ آدم اُس سے کم فتنہ قیامت کا

رقم کرتا ہوں وصف اک فتنۂ محشر کے قامت کا
صریرِ خامہ میں عالم ہے غوغائے قیامت کا

تصوّر ہے وہم فکر سخن اُس سروقامت کا
زمین شعر اک ٹکڑا ہے میدانِ قیامت کا

لکھا تو نے الف اے کاتب قدرت اُسکے قامت کا
کیا یہ مصرعِ برجستہ موزوں کس قیامت کا

جو عالم دیکھ لے اُس فتنۂ محشر کے قامت کا
یقیں ہے حشر کا منکر بھی قائل ہو قیامت کا

میں کرتا ہوں موزوں شعر اُنکے وصف قامت کا
نمونہ فکر کا میداں ہے میدانِ قیامت کا

یکایک حشر میں وہ مہروش یوں بے نقاب آیا
کہ دھوکا ہو گیا ہر اک کو خورشید قیامت کا

تری رفتار سے پیوستہ ہر آشوب عالم ہے
تری ٹھوکر سے ہے وابستہ ہر فتنہ قیامت کا

ڈراتا ہے بہت واعظ کہیں جلد آے وہ دن بھی
ملائینگے ترے قامت سے ہم نقشہ قیامت کا

تری پازیب کی جھنکار سنکر یک بیک چونکے
لحد میں ہمکو دھوکا ہو گیا شور قیامت کا

نہ نکلی آرزوے وحشت دل تیرے مجنوں کی
بُرا ہو تنگی دامان صحراے قیامت کا

جسے دیکھا ہوا تیغ نگہ سے کشتہ اک دم میں
تری جادو بھری آنکھوں میں جادو ہی قیامت کا

جوانی میں الہی حشر کیا کیا کچھ نہ ڈھائیگا
کہ طفلی ہی میں ہے وہ شوخ اک پتلا قیامت کا

وہ چلتے ہیں تو ہر ٹھوکر سے یہ آواز آتی ہے
اُٹھا فتنہ قیامت کا اُٹھا فتنہ قیامت کا

غزل لکھنے میں یاد آیا یکایک وہ قد موزوں
جو مضموں ہمنے باندھا ہے وہ باندھا ہے قیامت کا

ہجوم خلق ہے اک قاتل عالم کے کوچہ میں
چل اے زاہد دکھائیں تجھکو ہنگامہ قیامت کا

خدا کے سامنے ہم کچھ نہ بولینگے قسم لیلو
عبث کھٹکا ہے تمکو اے صنم روز قیامت کا

پڑے اختر شماری کرتے ہیں ہم یہ نہیں کٹتی
الٰہی رات فرقت کی ہے یا دن ہے قیامت کا

کیا ہے کسقدر آشوب برپا سارے عالم میں
نہیں کم آپکے قامت سے کچھ عالم قیامت کا

چلیں وہ ناز سے ٹھکرا کے جب گور غریباں کو
نہ کیونکر جاگ اُٹھے سوتا ہوا فتنہ قیامت کا

غضب تھا ہاے ہمدم ہجر کی شب صبح کا ہونا
کہ پو پھٹتے ہی سمجھے ہم وہ نکلا دن قیامت کا

ستمگر جنگجو سب کچھ ہیں کمسن ہی تو ہیں آخر
وہ ڈر جاتے ہیں جب ہم نام لیتے ہیں قیامت کا

کسیکے مصرع قد کا زبس محو تصور ہوں
مرے ہر شعر میں اے رعب ہے مضموں قیامت کا

ہمدمو! جو کچھ نہ کرنا تھا - کیا
کیا بتائیں عشق میں کیا کیا کیا

غیر کی خاطر ہمیں رسوا کیا
آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

جلد یا سوئے عدم بیمار عشق
وہ مسیحا یوہیں مُنھ دیکھا کیا

کعبۂ دل میں بتوں کو دی جگہ
کام جو ہمنے کیا اُلٹا کیا

تیرے نالوں سے ہوے وہ بیقرار
اے دل مضطر یہ تونے کیا کیا

جبکہ وہ گورِ غریباں پر گئے
حشر اک رفتار سے برپا کیا

تمکو دل دیتے نہ یوں سہتے جفا
واقعی ہمنے بہت بیجا کیا

غیر پر جبدم کیا قاتل نے وار
ہائے کس حسرت سے میں دیکھا کیا

یوہیں لیتے ہیں خبر بیمار کی
خیر جو تمنے کیا اچھا کیا

زُلف اُدھر اغیار سلجھایا کئے
اور اِدھر سینہ میں دم اُلجھا کیا

میرے ہی دلمیں خدانے دی جگہ
جب غمِ عشق بتاں پیدا کیا

روٹھ جائینگے وہ ایدل یاد رکھ
بھولکر اُنکا اگر شکوا کیا

دیدیا رغبؔ اُس بت کافر کو دل
تونے اے مردِ خدا یہ کیا کیا

نہ آسماں نے کیا کچھ نہ دلربا نے کیا
ذلیل و خوار ہمیں عشقِ فتنہ زا نے کیا

پہونچ سکا نہ کسیطرح اُسکے کوچہ تک
سلوک مجھسے برا آہ نارسا نے کیا

جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے انتہا کا مریض
یہ حال میرا محبت کی ابتدا نے کیا

بھلا قضا کو ہے کیا کام سخت جانوں سے
ہیں تو کشتہ کسی شوخ کی ادا نے کیا

وہ جتنے تھے مرے ارمان دلکے دلمیں رہے
شبِ وصال غضب سا غضب حیا نے کیا

خدا نے کا ہیکو خود بیں کیا ہے اُس بت کو
ہمارے عشق نے یا حُسن خود نما نے کیا

تم اپنے عندیہ میں چھپکے آئے غیر کے گھر
خبر بھی ہے تمھیں بدنام نقشِ پا نے کیا؟

یہ نام آپکا سچ پوچھئے تو عالم میں
مری وفا نے کیا آپکی جفا نے کیا

یہ کب سے کہتے تھے ہم اے زباں نگہ رکھیو خموشی
ذلیل تجھکو ترے حرفِ مدعا نے کیا

مریض عشق کے مرنیکی سنکے اُس نے خبر	کہا کہ خیر سب اچھا ہے جو خدا نے کیا

خطا کسیکی نہیں چشم تر کا ہے یہ قصور
کیا جو مرے عیب کو رسوا تو آشنا نے کیا

ہوا عشق اک بت پردہ نشیں کا	خدا حافظ دل اندوہگیں کا
نہ دنیا کا میں اے کافر نہ دیں کا	نہ رکھا تیری الفت نے کہیں کا
شہید ناز ہوں محفل میں ہمدم	اِنھیں کا چپ جو بیٹھے ہیں انھیں کا
ہمیں جنت سے کیا مطلب ہے واعظ	چلا ہے شوق لیکر حور عیں کا
تن عریاں پر اشکوں نے نہ رکھا	غبار اُس بت کے کوچہ کی زمیں کا
اِدھر آنا نہ اے ارماں خبردار	مرا دل گھر ہے اک پردہ نشیں کا
خدا کا گھر جسے کہتے ہیں اے شیخ	وہ بت بھی رہنے والا ہے وہیں کا
سمجھتے ہو مرے دشمن کو تم دوست	مری جاں! سانپ ہے یہ آستیں کا
کیا اقرار بھی تو کس ادا سے	کہ ہاں میں بھی ہے اک پہلو نہیں کا
تجھی کو جانتا ہے سب کچھ اے بت	ترا عاشق نہ دنیا کا نہ دین کا
جلایا اُس نے بھی اُلٹا ہمیں کو	بُرا یارب ہو آہِ آتشیں کا
فسوں اے زہرہ وش ہے سحر ہاروت	تری چشم سیاہِ سرمگیں کا
نگہ کو دعویِ تاب نظر ہے	اُٹھے پردہ کسی پردہ نشیں کا
شب وعدہ وہ کہنا چھیڑنے کو	ارادہ آج تھا اپنا کہیں کا
جدائی میں تری رونا پڑا ہے	دل غمناک کا جان حزیں کا
کسی کے سنگ در سے پھوڑنا سر	نوشتہ تھا یہی لوح جبیں کا

مرے نادان قاتل پھر مکرنا
لہو دھو پہلے اپنی آستیں کا

کہیں ایسا نہو کچھ رنگ لائے
مرے پہلو نمیں ہنسنا اک حسیں کا

چلا ہے دلسے تیرِ آہ اپنا
خدا حافظ ہے اب چرخِ بریں کا

وفورِ شوق سے دی نذر میں جاں
اجل کو سمجھے ہم قاصد کہیں کا

لگی چپ جب سے نظّارہ کیا ہے
کسی کافر کی چشمِ سرمگیں کا

جو دیکھے اک نظر پیرِ مغاں شیخ
ملے رتبہ تمھیں عین الیقین کا

ہوئی روشن ہماری روسیاہی
کیا مُنھ نام نے کالا نگین کا

فرشتونکو بھی کرتا ہے مسخّر
فسونِ چشم اُس زہرہ جبیں کا

الٰہی صبر کا رہجائے پردہ
غم آیا دلمیں اک پردہ نشیں کا

مرے عیسٰی تری فرقت میں ہر آہ
ستوں ہے سقفِ چرخِ چارمیں کا

فلک دشمن عدو ساری خدائی
نہ رکھا ہمکو اُس بت نے کہیں کا

عدو کو خاک کر دینا جلا کر
اثر ادنیٰ ہے آہِ آتشیں کا

ترا بیمار آج - اے رشکِ عیسیٰ!
سنا ہے جانیوالا ہے کہیں کا

بلندی نے مری فکرِ رسا کی
بڑھایا رتبہ عقلِ دوربیں کا

عیاں اشکوں سے ہے رازِ نہاں رغیب
چھپے کیا عشق اک پردہ نشیں کا

یاس ہوتا کہ کسی شوخ کا ارماں ہوتا
کوئی تو ہجر کی شب جان کا خواہاں ہوتا

کچھ اطبا کی خطا ہے نہ احبّا کا قصور
کاش بیمار ترا قابلِ درماں ہوتا

اُنکا آنا تو ہے معلوم شبِ وعدۂ وصل
اے اجل تو ہی چلی آتی تو احساں ہوتا

Kashmir University Library
Acc, No ....126369..

عرض مطلب نہ کیا میں نے بڑی خیر ہوئی
ورنہ اُس بزم میں کیا آج پشیماں ہوتا

زندہ رکھتی ہے اک اُمید یہ کیا مشکل ہے
کاش مرنا ہی ترے ہجر میں آساں ہوتا

بال کھولے ہوئے آتے تو سہی کوٹھے پر
تمکو کیا؟ کوئی سیہ بخت پریشاں ہوتا

لطف آتا سرِ محفل کہ وہ دیتے دشنام
اور میں حضرتِ دل بوسہ کا خواہاں ہوتا

اے جنوں! پھر نہ کبھی مجھسے اُلجھتا ناصح
اک ذرا اُس سے جو تو دست و گریباں ہوتا

خانۂ دل مرا اک پردہ نشیں کا ہے مقام
غمِ پنہاں ادھر آتا نہ تو احساں ہوتا

بھول جاتی نہ یہ شیخی تو ہمارا ذمہ
سامنے شیخ کے وہ دشمنِ ایماں ہوتا

بارِ منت سے بچاتا ترے کوچہ کا غبار
جائے ملبوس جو زیبِ تنِ عریاں ہوتا

روکتا لاکھ کوئی عشقِ بتاں سے دلکو
یہ وہ کافر ہے کہ ہرگز نہ مسلماں ہوتا

تو کسی کام کا ہوتا اگر اے جذبۂ دل
کیوں شبِ وعدہ کوئی غیر کا مہماں ہوتا

جی کا خواہاں کوئی اے کاش نکلتا دلمیں
درد ہوتا کہ ترے تیر کا پیکاں ہوتا

کرتے ہیں فتنۂ خوابیدہ کو کیونکر بیدار؟
ہاں اشارہ کوئی اے نرگسِ فتّاں ہوتا

دیکھتے ہم بھی قیامت میں قیامت کا سماں
ناز سے کوئی سرِ حشر خراماں ہوتا

اسکی قسمت ہے وہ پھوٹی کہ نہ کھلتی ہرگز
لاکھو سرِ رعب کا سنگِ درِ جاناں ہوتا

بہار آئی گیا موسم خزاں کا
مزا ہے اب شرابِ ارغواں کا

کرے گلگشت کیا کوے بتاں کا
جنوں واعظ کو ہے باغِ جناں کا

وہ صبحِ وصل اُدھر سننا اذاں کا
اِدھر دم توڑنا مجھ نیمجاں کا

ابھی سے رہ گئے دل تھام کر آپ
اثر کیا دیکھئے گا پھر فغاں کا

بھوؤں پر بل ہے قاتل ہاتھ میں تیغ — ارادہ ہے یہ کسکے امتحاں کا
کسی کی یاد لب میں ہنے اے خضر — مزا پایا حیاتِ جاوداں کا
ہوا کھانے وہ گُل آیا چمن میں — مزاج اب کیوں ملیگا باغباں کا
اندھیرا چھا گیا آنکھوں میں یارب — دوپٹے سے یہ مُنھ کس مہ نے ڈھانکا
ہماری جبہ سائی سے نشاں تک — مٹا اُس بت کے سنگ آستاں کا
بندھا جوڑا کھلی یہ کِسکی تقدیر — ارادہ آج ہے - کہئے - کہاں کا؟
جنوں کے ہاتھ سے پھر اے رفوگر — کُھلیگا زخم کا ہر ایک ٹانکا
وفورِ ضعف سے رہ رہ گیا ہے — لبوں تک آ کے دم مجھ ناتواں کا
ہوا بسمل کسیکے تیر سے دل — لیا دم میہماں نے میزباں کا
حجاب آنکھوں میں ہے وعدہ کی شب بھی — نہ اُٹھا ہائے پردہ درمیاں کا
سرِ تسلیم اپنا خم ہے زاہد — جو کچھ ارشاد ہو پیرِ مغاں کا
دلِ بیتاب کو لیکر کسیدن — تماشا دیکھئے برقِ تپاں کا
سدھارو گھر کو تم صبح شبِ وصل — کریں گے فیصلہ ہم جسم و جاں کا
رہیں وا شوقِ نظّارہ میں آنکھیں — کبھی کھڑکی سے بھی تمنے نہ جھانکا
مرا جو نالہ ہے وہ نارسا ہے — زمیں کا ہے نہ کمبخت آسماں کا
ہماری جاں لیگا اک نہ اک دن — غمِ ہجر اک نگارِ دلستاں کا
کسی کمسن کا رونا یکایک — لبوں پر پا کے دم مجھ نوجواں کا
خموشی سے سمجھ جاؤ کچھ اے دل — "نہیں" کا وہ دہن خوگر نہ "ہاں" کا
کسی محفل میں عرضِ مدعا پر — وہ کھلکر بند ہو جانا زباں کا

۱۲ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء مشاعرہ دوازدہم حسین گنج

نہیں پہچانتے ہیں رعب کو آپ ؟
جواں ہے وہ تو اک مشہور باں کا

مصرع طرح
سیکھے ہیں میکشوں نے تغافل فاختہ ہوا

عکس افگن یوں کسیکا حلقۂ کاکل ہوا
آئنہ خانہ جوابِ تختۂ سنبل ہوا

دور ساقی کا جو رونق بخش بزم مل ہوا
شور قلقل سنتے ہی توبہ کا اپنی قل ہوا

یک قلم موزوں جو وصف گیسووکاکل ہوا
صفحۂ قرطاس رشکِ تختۂ سنبل ہوا

میں جو فرقت میں شریک دور جام مل ہوا
مجھکو پیغام اجل آوازۂ قلقل ہوا

محو شغل میکشی گلشن میں جب وہ گل ہوا
نغمۂ بلبل مجھے آوازۂ قلقل ہوا

جو چراغ ۔ اے وائے ازیب تربت بلبل ہوا
اے نسیم صبح دم جھونکے سے تیرے گل ہوا

میری وحشت کا جو باعث ایک رشک گل ہوا
نالۂ زنجیر مجھکو نغمۂ بلبل ہوا

فرقت ساقی میں یا ہچکی لگ گئی شیشونکی طرح
گوش زد میرے جو شور خندۂ قلقل ہوا

جلگئی خود بھی جلاکر چند پروانوں کو تو
دیکھ تیرا بھی چراغ اے شمع آخر گل ہوا

سیر گلشن میں جو آئی یاد وہ زلف سیاہ
ماربیچاں میرے حق میں طرۂ سنبل ہوا

خانۂ زنداں میں کس مجنوں کے آنیکی ہے دھوم
آج اے حدّاد زنجیروں میں کیا غل ہوا

کیا خبر زاہد تجھے عشق حقیقی ہے وہی
جسکے دریا کے لئے عشق مجازی پل ہوا

پھر ہوا باندھی جنوں نے پھر جما وحشت کا رنگ
پھر بہار آئی چمن میں جوش فصل گل ہوا

زندۂ باقی ہوا میں ہو کے فانی عشق میں
جزو پر ۔ اللہ اکیا مبذول فیض کل ہوا

کھلگیا کس گیسوؤں والے کا جوڑا باغ میں
کیوں پریشاں حال یارب طرۂ سنبل ہوا

ہوں وہ ننگ بادہ خواراں میکدے میں جب گیا
خندہ زن مجھ مست پر آوازۂ قلقل ہوا

آج گل ہوگا ترے گل کا چراغ اے عندلیب
عازم گلگشت سنتے ہیں وہ رشک گل ہوا

مست و بیخود دونوں کر دیتے ہیں ہو کر گوش زد
نعرۂ قلقل ہوا یا نالۂ بلبل ہوا

غلغلہ "اللہ اکبر" کا سُنا مسجد میں جب
میں صبوحی کش یہ سمجھا نعرۂ قلقل ہوا

پھل ہے یہ اُس گلعذار سرو قد کے عشق کا
نالۂ قمری ہوا یا نوحۂ بلبل ہوا

کچھ اشارہ چشم میگوں سے جو ساقی نے کیا
بادہ کش ہر ایک مست ساغرِ مُل ہوا

صبح تک چونکا نہ تو او سونے والے بام کے
نالہ و فریاد کا کیا کیا نہ شب کو غل ہوا

روشنی رکھتا نہیں ہم تیرہ بختوں کا مزار
جھلملاتا تھا چراغ اک آج وہ بھی گل ہوا

جمع اسباب پریشانی کئے اپنے لئے
لو دل خود سر اسیر حلقۂ کاکل ہوا

مجھکو یوں کہہ کہہ کے ساقی نے دئے دو تین جام
توبہ کا رونا ہے کیا جب خندہ زن قلقل ہوا

چشم دریابار کا طوفاں ڈبوتا کس طرح
حق میں مجھ لاغر کے ہر موئے مژہ اک پُل ہوا

پھول سے عارض ترے یاد آئے جب اے گلعذار
نالہ کش گلزار میں میں صورتِ بلبل ہوا

کوششیں ہر چند کیں نکلا کسی صورت نہ یہ
بل مری تقدیر کا تیرا خم کاکل ہوا

میں وہ میکش ہوں کہ جا نکلا جو سوئے میکدہ
نغمہ سنجِ آمد آمد نعرۂ قلقل ہوا

بیٹھکر کہتا ہے میری قبر پر اک شمع رو
"کیا چراغ اُٹھتی جوانی کا یکایک گل ہوا"

بزم مے میں آگیا اُس چشم میگوں کا خیال
دیدۂ پُرنم مری نظروں میں جام مُل ہوا

آکے اُس گل نے گلستاں میں یہ ڈالا تفرقہ
فاختہ سے سرو - بلبل سے کشیدہ گل ہوا

آتش گل کو چمن میں بخش کر حسن فروغ
آسماں برق افگنِ کاشانۂ بلبل ہوا

بخشوا لیگا گنہ سب رعب کے چھوٹے بڑے
وہ نبیؐ جو باعث ایجاد جز و کُل ہوا

ہائے وقت ذبح پاس زانوے قاتل ہوا
لوٹنا مشکل ہوا اور کسقدر مشکل ہوا

اُس پری کے گیسوئے پُر پیچ پر مائل ہوا
پہلوئے جاناں میں غیر روسیہ بسمل ہوا

اے ادب میں ذبح ہونے پر کہاں بسمل ہوا
لیلیِ شرم آج تجھسے خونِ شوقِ دل ہوا

مانع نظارۂ لیلیٰ ہے حیرت قیس کی
اللہ اللہ تو نے اپنا گھر بنایا اے صنم

غیر پر بجلی گری اے دل نہ میں خود جل بجھا
وائے ناکامی کہ میری سخت جانی دیکھکر

کر دیا بیہوش ساقی کی نگاہِ مست نے
شیشے اور پتھر کے دو جوہر جو تھے روزِ ازل

میں نے جب پھیلائے اُسکے سامنے پھیلائے ہاتھ
وہ ملیں ہاتھوں میں مہندی اور میں رو رو ئں لہو

قیس نے کہکر آنا لیلےٰ یہ ثابت کر دیا
وصل کی شب شوقِ شوخی میں باہم کیسا حجاب

اخترِ تقدیر کو میرے جو ہونا تھا سیاہ
اُس لبِ جاں بخش پر کچھ گفتگو ہونے لگی

کی سوال وصل کی جراٗت جو میں نے بزم میں
تیری چشمِ فتنہ زا کے سامنے اے زُہرہ وش

کیوں ہوا سودا تجھے دیوانہ کیوں اے دل ہوا
آج تو میں اپنے تیرِ آہ کا قائل ہوا

بسملِ اندازِ ذبحِ خنجرِ قاتل ہوا
وصل میں اُس آنکھ کا پردہ تراحمل ہوا

آنکھ کا ہر ایک پردہ پردۂ محمل ہوا
کعبہ کیسا عرش سے بھی بڑھ کے میرا دل ہوا

آہِ آتش بار سے کمبخت کیا حاصل ہوا
آج قاتل سے کشیدہ خنجر قاتل ہوا

میکدہ میں جو گیا عاقل وہ لاالعقل ہوا
ایک میرا دل ہوا اور ایک تیرا دل ہوا

جب ہوا سائل بڑے دربار کا سائل ہوا
ہائے میرا خونشدہ دل کیوں نہ اِس قابل ہوا

جب ہوا معشوق عاشق عشق میں کامل ہوا
پردۂ شرم و حیا کیوں درمیاں حائل ہوا

کیوں نہ تیرے چاند سے چہرہ کا کوئی تل ہوا
بحث کر مجھسے مسیحا کسقدر قائل ہوا

بولے جھنجلا کر جو خوش کیا تو بھی اس قابل ہوا
غرقۂ چاہِ ندامت جادوئے بابل ہوا

اُٹھگئیں اُس ترک کی جانب خطا آنکھونکی تھی
تیر مژگانکا ہدف بیٹھے بٹھائے دل ہوا

یہ سیہ کاری کا عالم ہے کہ کفر اہل کفر
فرد عصیاں کا مرے اک نقطۂ باطل ہوا

اُس بت بیدرد کو بھی آگیا کچھ رحم آج
نالہ کش اس درد سے اک عاشق بیدل ہوا

تو جہاں چاہے رہے دونوں ہیں تیری ہی جگہ
دل ہوا مجنونکا یا لیلیٰ ترا محمل ہوا

قطرۂ ردکردہ ہوں میں کون دے مجھکو پناہ
چھوڑکر دریا کو بارِ دامنِ ساحل ہوا

تا سرِ جادہ پہونچکر بھی نہ راہ عشق میں
پائے گردش دوست اپنا واقفِ منزل ہوا

کفر ٹوٹا ساقی پیماں شکن کو دیکھکر
توبہ توڑی شیخ نے میخانے میں داخل ہوا

جب کہا دل نذر ہے فرمائیے اِسکو قبول
بولے وہ کیا خوب یہ ہدیہ بھی اس قابل ہوا

شاہد مقصود ہم رفعت پسندونکا وہ ہے
آسماں جسکے کفِ پا کا زراساتل ہوا

مقطع

ناتکمل یوں تو ہے ہر فن میں رعب بیکمال
عشق کے فن میں مگر سنتے ہیں اب کامل ہوا

نہیں ملیگا نشاں تیرے ناتوانونکا
عبث اجل کو تجسس ہے بےنشانونکا

رہے خیال نزاکت گلوں کے کانونکا
ہمیں بھی شوق ہے بلبل ترے ترانونکا

قصور جور وشونکا نہ آسمانونکا
بگاڑا کھیل جوانی نے نوجوانونکا

کبھی تو مجھسے کبھی غیر سے ہی وعدۂ قتل
یہ شوق ہے مرے قاتل کو امتحانونکا

چھپا ہمیں سے جب اے چشم تر نہ عشق کا راز
تو شکوہ کیجیے کا ہیکو رازدانونکا

چلے بھی آؤ کسی رات چھپکے اچھا ہے
گماں یقیں کو پہونچ جائے بدگمانونکا

ملال وحسرت واندوہ ویاس ورنج والم
ہجوم خانۂ دل میں ہے میہمانونکا

گیا تلاش میں تا کشورِ عدم عنقا
کہیں پتا نہ چلا تیرے بےنشانونکا

سمجھکے مجھسے نکیریں قبر میں بولیں
کہ کشتۂ غمِ فرقت ہوں بدزبانونکا

اُٹھاؤ تیغ دودم تم چکاؤ بھی جھگڑا
کہیں تمام کرو کام نیمجانوں کا

گلہ خزاں کا کریں بلبلیں کہ شکوۂ برق
گلوں کا صدمہ اُٹھائیں کہ آشیانوں کا

وہ بھیڑ دیکھکے عشاق کی یہ کہتے ہیں
مری گلی میں ٹھکانا ہے بے ٹھکانوں کا

یہ راہ عشق ہے وہ پُرخطر جہاں ایدل
ہمیشہ سنتے ہیں لٹ جانا کاروانوں کا

تم اپنے موے کمر پر کرو قیاس ایجاں
بعینہ یہی نقشہ ہے ناتوانوں کا

میں رزق پاکے ہوں گردش میں آسیا کی طرح
قصور وار ہوں اسپر چرخ چاردانوں کا

تری ادا کا قضا ہمنے نام رکھا ہے
کہ جانستاں ہے لقب خاص دلستانوں کا

الٰہی کون پُر ارماں جہان سے اُٹھا ہے
بٹھائے دیتا ہے دل شور نوحہ خوانوں کا

مسخر ایک پریزاد ہو گیا ایدل
فسوں سے بڑھکے اثر ہے ترے فسانوں کا

کھلا یہ آپکا بیمار غم کہ بستر پر
بجائے جسم ہے اک ڈھیر استخوانوں کا

مقطع

مرا خیال کسی بت کو ہو چلا آخر
خدا بھلا کرے اے رعب بدگمانوں کا

کچھ دھیان کفر و دیں کا ہمکو نہ مہر و کیں کا
عشق اُس بت حسیں کا رکھتا نہیں کہیں کا

مطلع

اک بت کے سنگ در پر سر پھوڑنا برابر
اسطرح تھا مقدر مٹنا خط جبیں کا

مرا شوق شہادت اسقدر اندوہ ساماں تھا
کہ بعد قتل وہ بیوجہ کُشتن کیا کیا پشیماں تھا

کسے اے شان استغنا دماغ بار احساں تھا
مرے درد نہاں کو کب گوارا ننگ درماں تھا

اُٹھاتا کیوں نہ کڑیاں کوچۂ زلف مسلسل کی
دل غمدیدہ اسیر شوق خانہ ویراں تھا

کسیکی جلوہ گاہ ناز میں میں ہی نہ تھا بیخود
اُٹھائی آنکھ جسنے صورت آئینہ حیراں تھا

خیال صبح سے چمکا ستارہ تیرہ بختی کا — کہ ہمکو وصل کی شب پر گمانِ روزِ ہجراں تھا

بیاضِ شعر میں لکھتا سوا و زلف کے مضموں — مگر کیا کیجئے شیرازۂ خاطر پریشاں تھا

جِلا رکھا ہے اک اُمید نے مشکل یہ ہے ورنہ — کسی غفلت ادا کے غم میں مرجانا تو آساں تھا

یہ مانا مجھکو زیبا تھا کہ لاتا تابِ درد و غم — مگر اسدرجہ ظلمِ تاب فرسا تمکو شایاں تھا

نہ تھا ممنونِ جیب و دامن اپنا رختِ عریانی — بڑے آرام میں دستِ جنونِ فتنہ ساماں تھا

وہاں حوروں میں رہکر دیکھئے کیونکر گذرتی ہے — کہ دنیا میں تو میں اک تختۂ مشقِ جورِ خوباں تھا

خلش بھی لذت افزائی بھی در ذوق آفرینی بھی — ادائے دلنشیں تھی یا ستمگر تیرا پیکاں تھا

بہار آتے ہی بلبل غش تھی غنچوں کے تبسّم پر — جنوں میرا شہیدِ خندۂ چاکِ گریباں تھا

کسیکی حیرت آرا بزم میں میں خوگرِ نالہ — خجل ہوتا نہ کیوں تو وارِدِ شہرِ خموشاں تھا

تصور میں کسی پردہ نشیں کے ضبطِ اُلفت سے — شبِ غم کچھ تقاضائے وفورِ دردِ پنہاں تھا

بتا اے بیخودی معلوم بھی ہے کچھ تجھے شب کو — بنے تھے میزباں کسکے ہمارا کون مہماں تھا

سنا ہے جا پھنسا رجب اک پری کے دامِ کاکل میں
دل دیوانہ کیسا کچھ خودسری پر اپنی نازاں تھا

واہ رے ذوق کہ ہنگامِ سوالِ مطلب — خود لبوں تک دلِ لذت کشِ دشنام آیا

مر گیا عاشقِ ناشاد خوشی کے مارے — وہ ادھر آئے اُدھر موت کا پیغام آیا

تنگ ملت ہی رہے تیری بدولت اے عشق — کفر آیا نہ برتنا ہمیں اسلام آیا

میں تو بیکار سمجھتا تھا اسے پہلو میں
آپ کہئے مرا دل آپ کے کس کام آیا

کسکا جلوہ پردۂ حیرت اُٹھا کر رہگیا — میں تماشا بنگیا آئینہ ششدر رہگیا

لوٹکر قاتل بھی انداز روش پر رہگیا
اسطرح میرے گلے پر چلکے خنجر رہگیا

سخت جانی سے مری قاتل کا دعویٰ ہے خجل
کاٹ کا جب وقت آیا کُٹکے خنجر رہگیا

حوصلہ یوں پست کردے فصل گل میں ہائے ضعف
بڑھکے کیا دستِ جنونِ فتنہ پرور رہگیا

کون یارب رندگریاں ہے شریک دور مے
بنکے اک چشم سرشک آلودہ ساغر رہگیا

کیا ملا دریا بہانے سے کہ پھر بھی روز حشر
دامن ترکا جواب اے دیدۂ تر رہگیا

جلوہ بے پردہ سہی اے محو خود بینی تو پھر
بنکے یہ آئینہ کیوں سد سکندر رہگیا

مژدہ شوق قتل کی لذت نہیں اک قطرہ خوں
حلق وقفِ تشنہ کامیہاے خنجر رہگیا

محفل ہستی اُلٹ جائے مرے دلکی طرح
ہاں یہ کھیل اے گردش چشم فسون گر رہگیا

محشر آشوبی دکھائی کس خرام ناز نے
لیکے منہہ اپنا ساکیوں آشوب محشر رہگیا

شوخی طرز تجلی ہے صفا پرواز دل
قسمت اُس آئینے کی جواب مکدّر رہگیا

انتظار جلوہ میں مدنظر ہے بام طور
یہ عروج اب اے نگاہ عرش منظر رہگیا

کشتۂ جور فلک وہ ہوں کہ مانند ہلال
طالع قسمت جو چمکا بنکے خنجر رہگیا

تیرے در پر جبہہ سائی کرتے کرتے مٹگئے
مٹتے مٹتے آجتک حرفِ مقدّر رہگیا

ہوں شہید شوق میرا رشتۂ جاں وقت قتل
بنکے اک تار نگاہ چشم جوہر رہگیا

مار اُتارے دیکھئے کس کسکو یہ طرز کشش
چڑھکے تیوری رہگئی یا کھنچکے خنجر رہگیا

ہم ہیں اور شوریدگی سینے میں ہے اک کوہِ غم
پھوڑنے کو سر بھی چھاتی کا پتھر رہگیا

مدعی کی پیش چل سکتی ہے کیا اُنکے حضور
بات کرنے میں جہاں رعب سخنور رہگیا

کسی شب تو یارب ایسا کہیں انقلاب ہوتا
اُدھر اجتناب ہوتا اِدھر اضطراب ہوتا

ترے جلوہ کا نظارہ تو نہ تھا کچھ ایسا مشکل
مرا دیدۂ تماشا جو رہیں تاب ہوتا
ادب آشنا نہ ہوتا اگر اپنا جذبِ کامل
تو یہ احتراز ہوتا نہ یہ اجتناب ہوتا
جو عدو کے زیب پہلو وہ نہ ہوتے آج اے دل
نہ یہ اختلاج بڑھتا نہ یہ اضطراب ہوتا
سر بزم ہم سے اتنی نہ وہ بیرخی برتتے
نگہِ کرم نہ ہوتی سخنِ عتاب ہوتا
ترے کشتگانِ قامت دمِ حشر کیوں نہ اُٹھتے
جسے کہتے ہیں قیامت وہ ترا شباب ہوتا

مقطع
نہ سفر ہی رعب کرتے نہ اساتذہ کی خدمت
فن شاعری کا آساں اگر اکتساب ہوتا

وہاں گذرتی ہے حوروں سے دیکھئے کیونکر
یہاں تو مور و نفرت ہوں میں حسینوں کا

مقطع
شریف آپ اگر ہیں تو بیٹھئے گھر میں
جناب رعب زمانہ ہے اب کمینوں کا

جب مہرباں تمھیں نہ مریجاں ہوے تو کیا
عشاق سوز ہجر سے نالاں ہوے تو کیا
چند اپنے دل میں حسرت و حرماں ہوے تو کیا
اُجڑے مکاں میں جمع یہ مہماں ہوے تو کیا
آئینہ بھی تو ہے کہ ہم آغوش عکس ہے
پُر آب میرے دیدۂ حیراں ہوے تو کیا
شانِ ستم کے ساتھ رہیں بے نیاریاں
دل لیکے آپ جان کے خواہاں ہوے تو کیا
پہلے نہ اسکو سوچے کہ یہ بیگناہ ہے
اب قتل کر کے ہمکو پشیماں ہوے تو کیا
چرخِ کہن جلا نہ گری برق غیر پر
نالے مرے اگر شرر افشاں ہوے تو کیا
ٹھکرا کے میری قبر نہ محشر بپا کیا
ایجان آپ فتنۂ دوراں ہوے تو کیا
چھپتا نہیں چھپانے سے یہ حسن خود نما
گھر کر کے دل میں آنکھ سے پنہاں ہوے تو کیا
چھڑکا نمک نہ بلبلِ نالاں کے زخم پر
غنچے ہزار باغ میں خنداں ہوے تو کیا

پہونچے کبھی نہ گوشۂ دامان یار تک — میرے سرشک غم دُرِ غلطاں ہوے تو کیا
منصف ذرا تو ہی ہو اب اے بیخودیٔ شوق — میں گھر میں جب نہیں ہوں وہ مہماں ہوے تو کیا
تدبیر وصل یار تو دشوار ہی رہی — مشکل تھے جتنے کام سب آساں ہوے تو کیا
دیکر جواب صاف اَرِنی گوے طور کو — تم جلوہ گر پھر اے مہ تاباں ہوے تو کیا
میری لحد پر آکے کھِلانا تھا گل کوئی — تم ناز سے چمن میں خراماں ہوے تو کیا
آیا نہ رحم عاشق بیخود کے حال پر — آئینہ آپ دیکھکے حیراں ہوے تو کیا
چتون سے تیری ہے بت پیماں شکن عیاں — دل توڑنے کو وصل کے پیماں ہوے تو کیا
کیوں دامن فلک کی اُڑائیں نہ دھجیاں — دیوانے اُنکے چاک گریباں ہوے تو کیا
حیرت نقابِ عارضِ پر نور ہو گئی — بے پردہ آپ اے مہ تاباں ہوے تو کیا
اے رعب جب نہ جاسکے ہم بزم یار تک — پھر در پہ خوشامد درباں ہوے تو کیا

۱۷ جولائی ۱۹۰۱ء [illegible] صاحب [illegible] لکھنؤ

شاگردی ہے فکر رسا شرط ورنہ رعب — تم خادم جلالؔ سخنداں ہوے تو کیا

حسد مجھ ناتواں کا کیا عدو کے دل سے نکلیگا — جو نکلا بھی تو یہ کانٹا بڑی مشکل سے نکلیگا
سب ارمانوں میں ملکر بنگیا ارمان اک یہ بھی — تمھارے تیر کا پیکاں نہ میرے دل سے نکلیگا
رکاوٹ کا تری تلوار کی کچھ رنگ اُڑایا ہے — ترے بسمل کا دم قاتل بڑی مشکل سے نکلیگا
کھایگا جذبۂ شوق شہادت قیس کا سب پر — جب اک دستِ حنائی پردۂ محمل سے نکلیگا

۲۵ جون ۱۹۰۱ء

مری تدبیر پر تقدیر ہنستی ہے یہ کہہ کر — نتیجہ بھی کوئی اِس سعیِ بیحاصل سے نکلیگا

[illegible]

یہ بعد مرگ بھی میں محو کوے یار رہا — کہ بیقرار رہا گو تہِ مزار رہا

وہ آئے بھی شب وعدہ تو بیخودی کے نثار
بنا جواب کسی برق وش کی شوخی کا
ادھر یہ بیخودی عشق اُدھر وہ نشۂ حسن
تمام رات ہمیں اپنا انتظار رہا
وصال میں بھی دلِ زار بیقرار رہا
اُنھیں مرا نہ مجھے اُنکا اعتبار رہا

۱۹۰۸ع

گلہ کریں کسی غیر آشنا کا کیا ہمدم
ہمیں جب اپنے ہی دل پر نہ اختیار رہا

خوب ہے خاک سرِ راہ گذر ہو جانا
ورنہ اے جوش جنوں خاک بسر ہو جانا

تاجداری ہے ہمیں خاک بسر ہو جانا
زندگی چاہیئے وحشت میں بسر ہو جانا

فرصت عمر کے مانند کٹی وصل کی رات
یوں نہ دیکھا تھا سرِ شام سحر ہو جانا

ترس آیا نہ وہ سنکر اُنھیں فریاد رقیب
کیا ہنسی ہے کوئی نالے میں اثر ہو جانا

قاصد غیر کی قسمت میں لکھا ہو یا رب
جاتے جاتے مرے مرنے کی خبر ہو جانا

واہ وا سینے میں گھر کرتے ہی اے ناوک تیر
زخم دل کاہشِ جاں سوز جگر ہو جانا

پائمالی کے ہیں مشتاق شہیدانِ خرام
جب کہیں سیر کو جانا تو ادھر ہو جانا

کشتۂ حشر خرامی ہوں قیامت ہوگا
قبر پر میری کبھی اُنکا گذر ہو جانا

بڑھ گئی دیکھتے ہی دیکھتے بیتابی دل
ہو گیا قہر عنایت کی نظر ہو جانا

حل ہوا صبح قیامت سے یہ عقدہ ورنہ
کسکو باور تھا شب غم کا سحر ہو جانا

نکلے بجلی مرے خرمن کو جلانا یعنی
آہ سوزاں کا ہم آغوش اثر ہو جانا

اور ہی کچھ خبر اے بیخبری دیتا ہے
بیخبر کو مری حالت کی خبر ہو جانا

آپ کی شعلہ مزاجی کا نہیں کوئی گلہ
مری تقدیر میں تھا تفتہ جگر ہو جانا

جگر و دل کا ہے جو حال وہ بتلاتا ہے
درد کا گاہ اُدھر گاہ اِدھر ہو جانا

تیزی تیر کا اعجاز دکھانا کیا خوب
آتے ہی دل میں مرے تیری نظر ہو جانا

مری حیرت نے کوئی شکل دکھائی ورنہ
اتنا آئینہ کا منظورِ نظر ہو جانا

جگر اُنکا کہ ترے کوچے میں گذریں ہر روز
یاد ہمکو تو ہے اک دن وہ گذر ہو جانا

وائے تقدیر کہ تدبیر مریضِ غم سے
آرزو نفع کی رکھنا تو ضرر ہو جانا

آستین کرم اور اشکِ ندامت سرِ حشر
میرے دامن کو مبارک ہو اتر ہو جانا

سُنتے ہیں کعبہ کی تعریف تو یاد آتا ہے
وہ صنمخانے سے اللہ کا گھر ہو جانا

درد و درماں ہے ستم لطف ہے مرنا جینا
نفع ہونا ہے محبت میں ضرر ہو جانا

آبرو آتشِ پنہاں کی ڈبوئی تو نے
اسقدر پردہ دراے دیدۂ تر ہو جانا

خانہ آوارگی شوق سلامت اے رُعب
بے گھری کو ہو مبارک مرا گھر ہو جانا

لاکھ موسیٰ کی طرح غش ہمیں آیا ہوتا
تمنے جلوہ تو سرِ طور دکھایا ہوتا

حق یہ ہے پہلے زرا دیکھتے منصور کا ظرف
رازدار آپ نے پھر اپنا بنایا ہوتا

اِس سے تو بزم میں بت بنکے ہی بیٹھے ہوتے
ہمکو غیروں سے نہ ہنس ہنس کے رولایا ہوتا

کیا کہیں ہمنے قسم کھانے کی کھائی ہمدم
ورنہ زہر اور شبِ ہجر نہ کھایا ہوتا

طور پر برق پھر اکبار گرائی ہوتی
یہ تماشا کبھی ہمکو بھی دکھایا ہوتا

راز کچھ روز تو منصور چھپانا تھا تجھے
اسقدر شورِ انا الحق نہ مچایا ہوتا

چشمِ مشتاق کی آنکھیں تو زرا کھلجاتیں
تمنے پردہ رخِ روشن سے ہٹایا ہوتا

بیخودِ جلوۂ رخسار کو ہوش آجاتا
لخلخہ زلفِ معنبر کا سونگھایا ہوتا

خیر گذری کہ نزاکت ہوئی مانع سرِ حشر
ورنہ اُس چال نے اک فتنہ اُٹھایا ہوتا

مُنھ ابھی اُسنے تو پردے سے نکالا ہوتا
حُسن اُس جلوے کے مضموں کا دوبالا ہوتا
اُس گلی سے مجھے وحشت نے نکالا ہوتا
جلوۂ طور کو دعویٰ ہی کچھ اے پردہ نشیں
سیر تم دیکھتے بے پردہ سرِ بام آکر
شغلِ مے باغ میں اُس گل کو جو ہوتا منظور
کیوں تڑپتا کہ ادب واں تھا انکا ہونکا شہید
شوقِ دیدار سے کیا تاب نظر ہے محجوب
محوِ نظارہ رہا ہمیں ۔ بام پر اُنکو دیکھا
اَرِنی گو کی نہ تخصیص اَنَا الحق گو کی
بوالہوس اور ترے لطف کی خواہش کیا خوب
آبلہ کوئی اگر پھوٹ کے روتا اے دل
خود حجاب اپنا ہے وہ جلوۂ نظارہ گداز
آج ہی دید کے طالب نہ قیامت کر دیں
اُس رُخِ سادہ کا جلوہ جو منوّر کرتا
کوئی ارمان نکالو یہ نہیں کہتا میں

دیگر

دست لکھنے والا اگر دست لکھنے والا ہوتا
مری آنکھوں کے اگر سانچے میں ڈھالا ہوتا
گر چکا تھا جو نہ لغزش نے سنبھالا ہوتا
رُخ ذرا تو نے بھی پردہ سے نکالا ہوتا
مجمعِ اہلِ تماشا تہ و بالا ہوتا
تو کفِ لالہ میں خالی نہ پیالا ہوتا
ورنہ ہنگامۂ مقتل تہ و بالا ہوتا
اَرِنی گو کا نہ ارمان نکالا ہوتا
کس لئے دل نہ عدو کا تہ و بالا ہوتا
کوئی ہوتا ترا پہچاننے والا ہوتا
یعنی آہوں کا اثر مُنھ کا نوالا ہوتا
سوزِ پنہاں نے ہمیں پھونک ڈالا ہوتا
پردہ اُٹھتا تو کوئی دیکھنے والا ہوتا
پسِ فردا پر انھیں آپ نے ٹالا ہوتا
میرا ہر داغ دل آئینے کا چھالا ہوتا
اپنا پیکاں تو مرے دل سے نکالا ہوتا

رجب اگر جانتے اُلجھیگا کسی زلف سے دل
آستیں میں نہ کبھی سانپ کو پالا ہوتا

دل میں گھر کر کے سرور آنکھوں میں رہکر نور تھا
ایک پردہ ہر جگہ تجھکو غرض منظور تھا

بات کا اُس بزمِ حیرت میں کسے مقدور تھا
آئینہ تھا شغلِ خود بینی تھا وہ مغرور تھا

کس چمن پیرا کا تھا رنگِ بہار آئینہ وار
برگِ برگِ نخل گلشن برگِ نخلِ طور تھا

کیا کہوں جولانگہِ نیرنگِ مایوسی ہے اب
دل کہ پامالِ فریبِ حیرت موفور تھا

ہائے کیوں چونکا وہ حشر آشوب خوابِ ناز سے
میرا نالہ کب ہم آہنگِ فغانِ صور تھا

دور باشِ لن ترانی بھی فریبِ جلوہ بھی
طور پر موسیٰ ہی جانیں کیا اُسے منظور تھا

تیری ہی خاطر غرض اے مقتضائے جوشِ رو
ورنہ اظہارِ تپش پاسِ ادب سے دور تھا

کھینچتا ظالم نہ تو میرے دلِ مجروح سے
تیر اپیکاں ہی فروغ دیدۂ ناسور تھا

سر ٹپکنا میرا سنگِ درپہ اتنبک یاد ہے
کچھ کسی پھوٹے مقدر کا وہاں مذکور تھا

کب متاعِ حق ہوئی رہنِ قبولِ مشتری
میں عبث گنجینہ دارِ مایۂ منصور تھا

طور پر عشق اعتبار اندوزِ فیضِ بیخودی
عشوۂ حُسن امتیاز آرائے نار و نور تھا

مے کھینچی بے منتِ ساقی جو مستوں کی طرف
کیا اشارہ سوئے جام اے نرگس مخمور تھا

عشق میں آوارہ سر دیکھا ہے ہمنے رعب کو
جسقدر کمبخت خود مختار تھا مجبور تھا

رعب

راحت دل شبِ غم یار کی تصویر جدا
تپش افزا طلبِ شوخی تقریر جدا

غیر کو اور سزا ہے مجھے تعزیر جدا
کہ ہوس جرم الگ عشق ہے تقصیر جدا

ضبط اے درد تقاضا گرِ توفیر جدا
چشم تر در پئے رسوائی و تشہیر جدا

عشق میں کامروائی کے عیاں ہیں آثار
نقصِ تدبیر جدا خوبیٔ تقدیر جدا

حسرت لطف خلش کچھ تو نکلجانے دے
او ستم کیش مرے دل سے نکر تیر جدا

یہ شرارت نہ یہ شوخی یہ کرشمہ نہ یہ بات
تجھسے ہر رنگ میں دیکھی تری تصویر جدا

اب نہ شرمندہ کرا اے عشق کہ ہم کھو بیٹھے
مایۂ صبر جدا حاصل تدبیر جدا
واہ اعجاز نمائی ہے کہ ناوک فگنی
تیر دلدوز جدا پہلوِ نخچیر جدا
بیخودی نزاے دل اے ترک تری یاد الگ
دردِ بے پرسش پنہاں خلش تیر جدا
پوچھنا کیا دلِ مجروح کی بیتابی کا
نہو فتراک سے تیرے کوئی نخچیر جدا

عوض جاں گلی اُس حور کی ہی خلد فروش
ایسے مدفن سے ہو کیوں رعبؔ جواں میر جدا

بر محل

تغافل کی روش سے ایک بیکس کو مٹا دینا
اُنھیں کوئی کرشمہ بے نیازی کا دکھا دینا
یہ کیا سائل کو محوِ لذتِ تقریر کر لینا
وہ سنکر سرگذشت آشفتہ گیسو کی کہتے ہیں
مرقع شادی و غم کا ہے شانِ محفل آرائی
اجازت لب کشائی کی نہیں یوہیں سہی بہتر
جسے برقع اُلٹنے کی ادا بیہوش کر جائے
کریگا خون کیا کیا جو ہر رشک محبت کا
متاعِ زندگانی لذتِ آزار ہے یعنی
کسے ہے اب شکایت نیند راتو نکو نہ آنے کی
مدد اے مقتضائے خود فراموشی کہ یاد آیا
شہید جنبش لب ہوں کوئی تجلی گر ادیکھے
بڑا دعوی ہے برق طور کو نظارہ سوزی کا

اسی کا نام ہے جرم محبت کی سزا دینا
ہمیں شوق فنا گم ہو کے محفل میں جتا دینا
جو اصل مدعا ہو اُسکو باتوں میں اُڑا دینا
جواب اچھا نہیں سودائیو نکی بات کا دینا
اُنھیں ہنسکر رولا دینا ہمیں روکر ہنسا دینا
ہمیں چپ رہکے بھی آتا ہے حالِ دل سُنا دینا
اُسیکو ناز سے یوں تیرا دامن کی ہوا دینا
مجھے بزم عدو میں درد کا اُٹھکر بٹھا دینا
ترے بیمار غم کو زہر دینا ہے دوا دینا
ہم ایسے بیدلو نکو رخصت فریاد کیا دینا
کسیکا وعدہ کر کے بھول جانا یا بھلا دینا
ارے او کم سخن تیرا ادا سے مسکرا دینا
زرا تم بھی نقاب عارض تاباں اُٹھا دینا

وہ چشمِ سرمہ ساکہتی ہے تاثیرِ بیاں دیکھیں | دغا دلکو نہ آج اے شوقِ عرضِ مدعا دینا

وہ قسامِ ازل کا رعب ہمکو منتخب کر کے
دلِ درد آشنا دینا غمِ راحت فزا دینا

جلوہ افروز جو وہ شوخ خود آرا ہوگا
یوں جو اندازِ ستم حوصلہ افزا ہوگا
اُسکی پھوٹی ہوئی تقدیر کھلیگی اکدن
دل اذیت طلب اور درد ترا اُسکی حیات
ہر طرف حیرتِ نظارہ ہے آئینہ فروش
دل ہی جب بیٹھ گیا اُٹھگئی اُمیدِ اثر
کیا خبر تھی کہ کھلائیگی یہ گل ناکامی
خاک اُڑانے ترے دیوانہ قیامت آئے
مر کہیں آپ کا کہنا کہ مرا جی اُٹھنا
دل میں جو کچھ ہے بجا ہے مگر اے شرطِ وفا
تازہ بیتاب ہوں اے دلدہی ضبط معاف
لبِ جاں بخش کے صدقے کہو کچھ حال بھی ہے
شورشِ انجام ہے آغازِ صدائے دیدار
جان سی آگئی سنتے ہی خوشا لذتِ مرگ
داغِ دل صورتِ گل کھلکے یہ دیتے ہیں پتا
نوکِ ہر خار کا اندازہ ہے جو یائے خلش

محشرِ آئینہ ہر محوِ تماشا ہوگا
ایک میں کیا کہ زمانہ ترا رسوا ہوگا
سنگ در پر ترے جو ناصیہ فرسا ہوگا
مر ہی جائیگا یہ بیمار جو اچھا ہوگا
پردہ اُس رخ سے اُٹھیگا تو تماشا ہوگا
نالۂ زار مرا خاکِ فلک سا ہوگا
باغِ دل منظرِ نیرنگِ تمنا ہوگا
لطف اب شورِ قیامت کا دوبالا ہوگا
اس سے کیا بڑھکے جوابِ قمِ عیلیے ہوگا
لب پر آئیگا اگر شکوہ تو بیجا ہوگا
درد تڑپائیگا ناچار تڑپنا ہوگا
تمنے بھی آنکھ سے بیمار کو دیکھا ہوگا
اُف وہ محشر کہ ترے کوچے میں برپا ہوگا
وہ یہ کہتے ہیں کہ بیمار نہ اچھا ہوگا
کون اس تازہ چمن کا چمن آرا ہوگا
آج کون آبلہ پا بادیہ پیما ہوگا

جوش وحشت کو کوئی فرض ہے پابندیِ دشت
خاک اُڑائیں گے ہم اپنی وہی صحرا ہوگا

آج ہوسکتی ہے نالوں سے قیامت برپا
تو مگر منفعل وعدۂ فردا ہوگا

۱۳ / جولائی ۱۹۱۶ء [illegible] مشتاق علی خاں صاحب [illegible]

لیکے قاصد سے مرا نامہ کسی کا کہنا
بس وہی رعب کی تقدیر کا لکھا ہوگا

نہیں تیمار بھی اچھا ترے بیمارونکا
غم سے کیا حال بُرا ہے مرے غمخوارونکا

حال کیا پوچھتے ہو عشق کے بیمارونکا
حال یہ ہے کہ بُرا حال ہے بیچارونکا

عکس سے آئنہ خانے میں لڑاتے ہیں نگاہ
آج اُنھیں مدنظر کھیل ہے تلوارونکا

اور بھی زلف گرہ گیر میں ڈالے خم و پیچ
دھیان آیا جب اُنھیں اپنے گرفتارونکا

اُف یہ آنکھوں سے گرے گرم لہو کے آنسو
جابجا گھر میں مرے ڈھیر ہے انگارونکا

مرے ویرانے کی عبرت کا تماشائی کون
چشمِ در باز ہے نظارہ ہے دیوارونکا

کشورِ دلکو اُجاڑا ہے دل آراؤں نے
منہدم کردہ یہ معمورہ ہے معمارونکا

سیر کو مصر کی بازار میں چلیے تو سہی
فیصلہ کیجیے یوسف کے خریدارونکا

دامنِ تر کے حریف اشک ندامت نہوئے
حشر ہونا تھا یہی ہمسے زیانکارونکا

جی بہلنے کو بہت داغ دل و زخم جگر
کون دیوانۂ گلگشت ہو گلزارونکا

آشنا ذوقِ اذیت سے کیا ہے دل کو
مجھپر احسان یہ کتنا ہے دل آزارونکا

ناتوانی سے ہر اک تارِ نظر کا ہے جواب
دیکھنا حال کسی آنکھ کے بیمارونکا

دل کہ غم پرور ناکامیِ جاوید نہیں
ملتِ ناز میں رد کردہ ہے دلدارونکا

تیری ہی ضد سہی اے اجل حیلہ تراش
اور کچھ قصد ہے اب جان سے بیزارونکا

نرگسِ مست میں جائے نگہ لطف کہاں
ایسے میخانے میں کیا کام ہے ہشیارونکا

لب سوفار سے ناوک نے نہ پوچھی کبھی بات | آگیا منہ کو جگر تیرے دل آزاروں کا

رعب کمبخت ہے خمیازۂ کشش بے گنہی | وہ کریں یاد خوشا بخت گنہگاروں کا

ترے بیمار غم کا جی سے جانا او سنبھل جانا | نوید زیست ہے مرنے کی حسرت کا نکل جانا

فلک نے جب مجھے ایذا کشِ ذوقِ اجل جانا | شبِ فرقت کی کوتاہی کو اک طولِ امل جانا

تمہاری چہرہ افروزی کہ جلوہ شمع محفل کا | ہمارا سوزِ بیتابی کہ پروانے کا جل جانا

فروغِ جاودانی ہے عروجِ آسمانی ہے | بشکل مہر و مہ تیری گلی سے سر کے بھل جانا

زہے حسرت کہ فرقت میں مرے دم کا نکلنا بھی | بعینہ ہے ترے ارمان کا دل سے نکل جانا

جفاے صبر فرسا کا تحمل تا کجا آخر | وہ لب پر نالہ آیا اے فلک لے اب سنبھل جانا

نویدِ آرزوے مدعا سوزی سرِ محفل | کہ اُسنے مدعی کو وقفِ سوزِ بے محل جانا

نپوچھی بات ساقی نے دمِ پیمانہ گردانی | مجھی کو ایک اتنا سرخوش جام ازل جانا

تپاں ہے آرزوے جبہہ سائی واے مجبوری | نہیں ہے اختیاری اُسکے در تک سر کے بل جانا

نہ مرنا صبح وصل اپنا مقدر شامِ فرقت کا | بلاے جان ہوا ہے اک بلا کا سر سے ٹل جانا

نمودِ شوق کی بے اعتباری دیکھیے اُسنے | مری طرزِ خموشی کو فغانِ بے محل جانا

دمِ آخر بھی پامالِ تمناے اجل رکھنا | سرِ بالیں وہ آنا اور کفِ افسوس مل جانا

فلک بھی ہے مری نیرنگِ قسمت کا تماشائی | ترا اک رنگ پر رہنا زمانے کا بدل جانا

تڑپ اُٹھا ہوں شوخی پر کسی شکلِ خیالی کی | ہوا ہے وجہ بیتابی مجھے دل کا بھل جانا

اُلجھیں آئینہ خانے میں نہ لائے شوقِ خودبینی | یہاں اچھا نہیں طرزِ نگہ سے تیر چل جانا

فروغِ شعلۂ حسن انتقامِ سوزِ اُلفت ہے | یہ شمعِ بزم کا جلنا ہے پروانے کا جل جانا

یکا یک آنکھ جب کھولی ترے محو تصور نے
خبر کیا تھی کہ تمہید وداع زندگی ہوگا

ہجوم حشر کو ہنگامۂ روزِ ازل جانا
کسیکی جلوہ گاہ ناز میں پہلے پہل جانا

[illegible]

نگاہ گرم ادھر کوئی کہ رُعب افسردہ خاطر ہے
ذرا دیکھیں تو اس چلتے ہوئے جادو کا چل جانا

شعلۂ آہ کا بڑھتے ہی فنا ہو جانا
ہائے اس بے اثر آتش کا ہوا ہو جانا

شادیِ وصل کا پیغامِ قضا ہو جانا
یوں ترا درد محبت کی دوا ہو جانا

نہ رگِ جادۂ حیرت نہ سر رشتۂ شوق
کیا سے کیا اے نگہِ یاس ترا ہو جانا

کھولدے حوصلۂ دید کی آنکھیں نہ کہیں
دیدۂ شوق کا آغوش کشا ہو جانا

وصل جاوید کی تمہید ہے حیرت یعنی
دلکا آئینۂ معشوق نما ہو جانا

ہائے تقدیر کہ مرنا بھی شب فرقت میں
ہوگیا ہے ترے وعدہ کا وفا ہو جانا

حشر اُٹھنے کا تماشا بھی دکھا دیگا کبھی
دل بیتاب کا ہنگامہ فزا ہو جانا

شوخیاں کیوں دل ہنگامہ طلب کو چھیڑیں
تمنے دیکھا نہیں محشر کا بپا ہو جانا

ترے جانباز کے حق میں ہے ترا استغنا
اک بہانہ پئے تقریبِ فنا ہو جانا

میری ہستی کا بُرا ہو کہ یہ تھی تیر حجاب
میرا اٹھنا کہ ترا جلوہ نما ہو جانا

شوخی نشۂ مے ہوگئی پانی پانی
ہائے آنکھونکا تری مستِ حیا ہو جانا

نہ نکلنا ترے گیسوے گرہ گیر کے بل
نہ اسیروں کے مقدر میں رہا ہو جانا

عرش تک جاے مگر وہ بت کافر نہ سنے
ہمکو معلوم ہے نالوں کا رسا ہو جانا

تیرے درباں کی وہ سختی وہ مری شوریدہ سری
سنگ در پر وہ مرا ناصیہ سا ہو جانا

مٹکے تیرے متجسس کا سرِ وادیِ شوق
حیرت دیدۂ نقشِ کفِ پا ہو جانا

جمع تا چند رہے خرمنِ ہستی میرا
برق پاش اے نگہِ ہوشربا ہو جانا

نہ مرا حیرتِ نظارہ سے فرصت پانا
نہ ترا آئینہ سے عہدہ برآ ہو جانا

لَنْ تَرَانِیْ کو بھی ہم سَوْفَ تَرَانِیْ سمجھے
نخوتِ ناز کا یہ حسن ادا ہو جانا

خوگرِ لذتِ بیداد کے حق میں ہے ستم
کسی بیدرد کا مانوسِ وفا ہو جانا

رنگِ ہستی قفسِ تنگ ہے تجھکو بلبل
پیشِ گل دیکھ وہ شبنم کا فنا ہو جانا

محو فریاد ہوا ے طرزِ خموشی کب تک
مانعِ شرحِ وفا اسکا خفا ہو جانا

وہ پری اور گرفتاریِ آرایشِ زلف
کسی دیوانہ کا محبوسِ بلا ہو جانا

اَرِنِیْ گوئے سرِ طور سے پوچھے کوئی
کچھ تماشا ہے ترا محوِ لقا ہو جانا

یا ترے جلوۂ قامت سے مری بیتابی
یا قیامت کا سرِ راہ بپا ہو جانا

بات پوچھے کہ نہ پوچھے کوئی لیکن تجھکو
رعب آشفتہ نوا ہرزہ سرا ہو جانا

دعائیں بے اثر ہوتیں نہ نالا نارسا ہوتا
دلِ ناکام ارے کمبخت اگر تو کام کا ہوتا

اذیت دوست ہوتے یا نہ ہوتے اک مزا ہوتا
جو تیر اور بھی تیری طرح غیر آشنا ہوتا

تغافل سے جو مارا مرنے والیکو تو کیا مارا
ادائے جانستاں ہوتی فریب دلربا ہوتا

تقاضا کیوں ستمکش لذتِ آزار کو ترسیں
کسیکو کیا نہیں وہ مائلِ جور و جفا ہوتا

رلا کر ایک بت کا راز عشق افشا کیا دل نے
الٰہی کاش قابو میں یہ کافر ماجرا ہوتا

بڑھاتا اور شورِ آفریں قاتل کا دل یارب
نمکپاشِ جراحت خندۂ دنداں نما ہوتا

ترا ناز ستم پروردہ تھا خود عذر خاموشی
گلہ لب تک اگر آتا تو ظلم ناروا ہوتا

نقاب اٹھتی کبھی پہلو میں اک دل ہم بھی رکھتے ہیں
یہ آئینہ نیازِ جلوۂ حیرت فزا ہوتا

کبھی چار آنکھ ہوتی بھی جو وہ حرماں نصیبوں سے
تو ہر انداز شوخی ایک تفسیر حیا ہوتا

نہ پوچھ اے ذوقِ ناکامی کہ وصل اُس رم طبیعت کا
نہیں ممکن تو کیا ہے اور اگر ہوتا تو کیا ہوتا

مرا دل اور کرشمے تیرے دردِ روح فرسا کے
نہ وہ درد آشنا ہوتا نہ یہ صبر آزما ہوتا

خوشا ضبط فغاں اللہ اکبر قصر اُس بت کا
پہونچتا عرش تک نالہ جو ایسا ہی رسا ہوتا

عدو ہے شاکی آزار بیجا یہ نہ کہتا تھا
تری مشق جفا ہوتی مرا پاسِ وفا ہوتا

ہر اک نقش قدم پر ہے ہجوم اک مٹنے والوں کا
نہ تم یوں ناز سے چلتے نہ یہ محشر بپا ہوتا

یہی تقریب اکدن ہاتھ آتی ہمکلامی کی
ملالِ بے سبب تمہید عرض مدعا ہوتا

یہ کیا ہر بے بصر کو بھی نظر بازی کا دعویٰ ہے
ترا حُسنِ جہاں آرا نہ اتنا خودنما ہوتا

عدو سنتے سنتے ہو گیا وہ سناتا ہے
فسانہ رعب کا خود سے اکدن سنا ہوتا

شور افگن جنوں مرا افسانہ ہو گیا
اِک عالم اے پری ترا دیوانہ ہو گیا

روشن یہ کسکے جلوے سے کاشانہ ہو گیا
نظارہ شمعِ طور کا پروانہ ہو گیا

آوازہ غم کا تھا کہ صدائے شکستِ رنگ
افسوس جوشِ درد اک افسانہ ہو گیا

دل میں خیال نے تری تصویر کھینچ دی
معمورہ آفریں مرا ویرانہ ہو گیا

جلتا کسی کی بزم میں کیا شمع کا چراغ
شعلہ شہید شوخیِ پروانہ ہو گیا

جانبخش ہی رہی لب نوشین کی دلدہی
لبریز میری عمر کا پیمانہ ہو گیا

وہ عالم آشنا کہ ہے بیگانہ آشنا
اپنا اک آشنا تھا کہ بیگانہ ہو گیا

حسن فروغ داغ نہاں سے تڑپ اُٹھا
دل شمعِ بزم عشق کا پروانہ ہو گیا

اُس آنکھ کا اشارہ سوئے جام دیکھنا
زاہد ہلاک شیوۂ مستانہ ہو گیا

آنکھوں میں کسکی نرگس مخمور پھر گئی
نظارہ مستِ جلوۂ میخانہ ہو گیا

رسوائے پاس ضبط کیا جوشِ درد نے
پھر رنگ رخ اوڑا وہ اک افسانہ ہو گیا

کس شمعرو سے بزمِ تصور کو ہے فروغ
مژگاں میں عالم پرِ پروانہ ہو گیا

خودناشناس تو ہے کہ غیر آشنا رہا
بیخود ہوں میں کہ آپ سے بیگانہ ہو گیا

دل ٹوٹکر ہے یاد میں اک شمع کی تپاں
آئینہ خانہ محشرِ پروانہ ہو گیا

سب جانتے ہیں بیخودِ جاوید عجب کو
کسدن تھا ہوشیار کہ دیوانہ ہو گیا

طور کیا عرضہ گہ مشق تجلّی ہو گا
تیری شوخی کا کرشمہ کوئی وہ بھی ہو گا

صورت آشوب ترا جوش تجلّی ہو گا
دلِ حیرت زدہ آئینۂ معنی ہو گا

کثرت آباد میں کھلجائیگی وحدت کی نمود
شوق خودبینی اگر صرف تجلی ہو گا

خونِ امید سکوں اب ترے سر ہے اے مرگ
مُجبَا بیتاب جو ناکام تسلی ہو گا

یوں کنکھیوں سے نہ بیتاب کو دیکھو دیکھو
ایسا شیوہ ہوس انگیز تسلی ہو گا

ایک درد طرب آلود سے لبریز ہے دل
اس مے طرفہ سے یہ جام نہ خالی ہو گا

وسعتِ زخم ہے اندازۂ خمیازۂ شوق
ہائے وہ دن کہ نمکداں ترا خالی ہو گا

مُنھ جماہی کا تو دیکھا اے ہوس بادہ کشی
بزم اغیار نہیں ہے کہ وہ ساقی ہو گا

بزم میں جرعہ طلب ہم بھی ہیں لیکن کیونکر
جامِ مے نشہ فروشِ لبِ ساقی ہو گا

شوق افسردہ ہے سرگرم تقاضائے اجل
نفسِ سرد حریفِ دمِ عیسیٰ ہو گا

یہی بربادی سودا ہے تو مجنونکا غبار
اکیدن بڑھکے سراپردۂ لیلی ہو گا

یوہیں دلکش رہے نالے تو یقیں ہے اک روز
دلِ مجنوں جرسِ ناقۂ لیلی ہو گا

کیوں ترا کشتہ ہو ناکام حیاتِ جاوید
کشتنی ہی کوئی شرمندۂ عیسے ہو گا

اشک گرم آنکھوں میں کھٹکے تو رہا پردۂ ضبط
سوز پنہاں نہیں وہ راز کہ مخفی ہو گا

اعتبار اور مرا پیکرِ ہستی معلوم
کبھی یہ لفظ نہ شرمندۂ معنی ہو گا

ترے ایذا طلبوں کو نہیں اندیشۂ مرگ
درد بڑھ جائیگا سرمایۂ ہستی ہو گا

بات پوچھی نہ کسی بت نے صنم خانے میں
رعب کوئی حرم آوارۂ تقوی ہو گا

تقوی نیاز نرگس مخمور ہو گیا
بے پردہ راز زاہد مستور ہو گیا

مشکل پسند کو دلِ مجبور ہو گیا
اے پاس ضبط شوق جو وہ دور ہو گیا

ساقی معاف نشہ میں میں چور ہو گیا
ایما شناس نرگسِ مخمور ہو گیا

اک مدعائے دل کہ نہیں آشنائے لب
اک ماجرائے عشق کہ مشہور ہو گیا

یا دل کا زخم کچھ بھی نتھا جز نمود داغ
یا اب یہ بڑھ گیا ہے کہ ناسور ہو گیا

بس اے ہجوم کشمکشِ جذب دل معاف
وہ مجھسے کھنچتے کھنچتے بہت دور ہو گیا

کیا دلکشا خلش تھی کہ پیکانِ یار بھی
پامال خندۂ لبِ ناسور ہو گیا

مشکل ہے مرگ سہل بھی اف اے امید وصل
میں اپنے اختیار سے مجبور ہو گیا

آئینہ یوں دکھاتے ہیں اے حیرتِ نیاز
وہ محو ناز اور بھی مغرور ہو گیا

ہچکی نے آکے دی دمِ آخر نوید مرگ
یعنی علاج صحتِ رنجور ہو گیا

اب کون کس مسیحی جاوید کا کفیل
دل تھا کہ نذر حسرتِ موفور ہو گیا

اے عشق ادب کہ درگہِ حسنِ غیور ہے
سمجھا جو پاس آپ کو وہ دور ہو گیا

محوِ لقا ہوں جلوۂ موسی فریب کا
تارِ نظر رگِ شجرِ طور ہو گیا

شکلِ نگاہ آنکھ میں اور آنکھ سے نہاں
جوشِ ظہور ہے کہ وہ مستور ہو گیا

دیکھا ازل سے رہنِ غمِ دل شکستگی
مختار کب تھا رعب کہ مجبور ہو گیا

شورِ محشر کا طلبگارِ نمکداں ہونا
اور میرے دہنِ زخم کا خنداں ہونا

نالوں کا شمع فروزِ حرمِ جاں ہونا
تنگ جب ضبط سے آنا شرر افشاں ہونا

وجہِ جمعیتِ خاطر ہے پریشاں ہونا
سروساماں ہے مرا بے سروساماں ہونا

دیکھیے اشک بھری آنکھ دکھائے کیا سیر
کہ ٹپکتا ہے ہر اک قطرہ سے طوفاں ہونا

دمِ وحشت کی کشاکش سے ملی خوب نجات
کیا برا ہے مرے کاشانے کا ویراں ہونا

کوئی جلوہ کہ گوارا نہ کرے غیرتِ شوق
لمعۂ طور کا شرمندۂ احساں ہونا

نگہِ ناز کی امید فزائی کیا خوب
میری مشکل کے مقدر میں بھی آساں ہونا

تنگِ جوشِ پرِ پروانہ ہے اے غیرتِ عشق
شمع کا پردۂ فانوس میں عریاں ہونا

کیوں نہ الجھن ہو کہ شب بھر یہ سکھایا کس نے
تیری زلفوں کو مرا خواب پریشاں ہونا

جلوۂ حسنِ خود آرا نے تماشا جانا
تیرے حیرت زدہ کا آئنہ ساماں ہونا

جوشِ غم پردہ درِ ضبط ہوا آخرِ کار
دیکھیے اشک کا زیبِ سرِ مژگاں ہونا

ازل آورد ہے میرے دلِ سوزاں کی تپش
کس سے پروانے نے سیکھا ہے پرافشاں ہونا

غمزہ موقوف کرم ناز ترا سہل انکار
سخت دشوار ہے مشکل مری آساں ہونا

محشرِ جوشِ تمنا ہے دلِ محشر جوش
ہائے تیرا کسی خاموش کا پرساں ہونا

تلخیٔ زیست کی لذت ہے مدارِ ہستی
زہر ہے زہر مرے درد کا درماں ہونا

ہر ہوس پیشہ کو ہے دعوے سودائے جنوں
ہائے اس جنس گراں قدر کا ارزاں ہونا

تیرے دیوانے کے عالم کا ہے صاف آئینہ
دیدۂ حلقۂ زنجیر کا حیراں ہونا

خون کتنوں کا بہائیگا خدا را ظالم
قتل ناحق سے مرے تیر پشیماں ہونا

جانستانی کے یہ انداز ہیں سیکھے تو ذرا
تیرے ناوک کی خلش لذتِ مژگاں ہونا

نازک اتنا کہ ہر اک جزو ہے لبریز شکست
شیشۂ دل کو مبارک ترا ایماں ہونا

قیدی ضعف کو کیا وحشت نوردی کی ہوس
عبث اے جوش جنوں سلسلہ جنباں ہونا

تنگی وسعتِ صحرا کا بھرم کھوئے گا
وحشیوں کا طلب آوارۂ زنداں ہونا

مژدۂ مرگ مفاجا کی ہو تمہید کہیں
دل کا ہنگامہ فروزِ غمِ پنہاں ہونا

تیرے وارفتہ گئے آپ سے اے شوخ مگر
تیرے آئینہ کو سکھلا گئے حیراں ہونا

شوخی دستِ جنوں کب ہے باندازۂ شوق
ہنس کے کیوں منفعل اے چاک گریباں ہونا

شورِ تقریر مرا وقف خموشی رہنا
جوش تاثیر مرا سر بگریباں ہونا

نغمہ بلبل کا ہے یا شرح گلستانِ وفا
رعب کا بزم احبا میں غزل خواں ہونا

دل جلوہ گاہِ ناز ہے اک بے نیاز کا
اس آئینے میں عکس ہے آئینہ ساز کا

پردہ کھلا وہ ہستی ہنگامہ ساز کا
احسان تیرے جلوۂ طاقت گداز کا

آہنگ درد ہوں تپشِ دل نواز کا
تار نفس مرا نہیں پردہ ہے ساز کا

میں اور اضطراب میں اندازۂ ادب
تو اور التفات میں رنگ احتراز کا

حسنِ غیور سے نہ اٹھے پردہ دیکھئے
کھل جائیگا بھرم مری ہستی کے راز کا

ظالم فغانِ دل ہے خدارا جگر کو تھام
لطفِ نوا حریف نہیں میرے ساز کا

دیر وحرم میں سجدہ ہے گویا جبیں کا ننگ
اللہ رے دماغ ترے نو نیاز کا

اے بت مری گراں نفسی کا گلہ عبث
کشتہ ہوں دلفریبی تمکینِ ناز کا

طولِ امل ۔ بلائے سیہ بختی مدام
میں اک فسانہ ہوں تری زلفِ دراز کا

بے پردہ رازِ درد کرے کیوں نوائے گرم
سوزِ درون سے رشتہ ہے وابستہ ساز کا

کافر نگاہی اُسکی ہوئی یوں کرشمہ ریز
مُنھ تکتی رہگئی ہے حقیقت مجاز کا

دیکھو کوئی شہید تغافل نہ جی اُٹھے
بس بس کرشمہ نرگسِ معجز طراز کا

تمکو تو ایک بات ہے صرفِ نگاہِ ناز
اور دل یہاں حریف نہیں جوشِ راز کا

اچھا ہوا کہ دیر کے آداب آگئے
خوگر ہوا ہوں کعبہ میں رہکر نماز کا

شوق آزمائے سجدہ ہے اندازِ سنگِ در
چمکا ستارہ کسکی جبینِ نیاز کا

اُس انجمن میں شمع کی قسمت کہاں نصیب
دل سوختہ ہوں حسرتِ سوز و گداز کا

چھُریاں نگاہِ ناز کی رعب اور دل مرا
رسوائے اعتبار رہوں اخفائے راز کا

۱۲/۱۹ء

سلام

السَّلام اے سرورِ ما مظہرِ شانِ خدا
السَّلام اے شاہِ ما سرخیلِ خاصانِ خدا

السَّلام اے خوانِ مَا اَوحیٰ نہادہ پیشِ تو
السَّلام اے در شبِ معراج مہمانِ خدا

السَّلام اے خود بہ مَا یَنطِقُ خدا مدّاحِ تو
السَّلام اے تو بہ لَآ اُحصِی ثنا خوانِ خدا

السَّلام اے آنکہ خَلقِ تست از نورِ خدا
السَّلام اے آنکہ خُلقِ تست قرآنِ خدا

السَّلام اے جلوۂ تو رحمت از بہرِ جہاں
السَّلام اے ذاتِ تو بر دہر احسانِ خدا

السَّلام اے در رضائے تو رضائے کبریا
السَّلام اے جملہ فرمانِ تو فرمانِ خدا

السَّلام اے جانِ اِن کُنتُم تُحِبُّونَ از تو مست
السَّلام اے نشہ بخشِ جامِ عرفانِ خدا

السّلامِ اے من بقربانت ہمہ نورِ ازل
اَلسّلامِ اے من سرت گردم ہمہ شانِ خدا

السّلامِ اے از خدا مدح و ثنا شایانِ تو
السّلام اے از تو حمد و شکر شایانِ خدا

السّلام اے از تو بینا گشتہ چشم کورِ ما
السّلام اے روے تو شمع فروزانِ خدا

السّلام اے مقتدا و اے رونقِ بزمِ حضور
السّلام اے پیشوا اے صدرِ دیوانِ خدا

السّلامِ اے نام پاکِ تو محمد مصطفےٰ
السّلامِ اے وصف تو شاہِ رسولانِ خدا

السّلام اے درگہت ماوائے رعبِ بینوا
السّلامِ اے خوانِ لطفت عام چوں خوانِ خدا

گردش چشم ہے یا رقص ہے پیمانے کا
مست ہنگامہ ہوں ساقی ترے میخانے کا

آندھیاں آئیں نہ صحرا میں بگولے اُٹھیں
دشت پیما ہے غبار آپ کے دیوانے کا

میری حسرت بھری آنکھیں کوئی دیکھے دمِ نزع
ہر نگہ خاتمہ ہے عشق کے افسانے کا

کیا کسی شعلہ کا ممنون نگر ہی اے برق
کیا نہ چمکیگا ستارہ مرے کاشانے کا

وہ سراپا رمِ وحشت ہیں مرے گھر آ کر
پہلے دیکھا نہیں منظر کبھی ویرانے کا

اب وہ ہنگامہ کہاں یاد کرے گا زنداں
پھوڑنا سر در و دیوار سے دیوانے کا

ہائے کیا شمع کو فانوس نے محجوب کیا
رہگیا گھونٹ کے دم حوصلہ پروانے کا

بے نیازا اور یہ خود بینی و زلف آرائی
ناز بردار ہے حسن آئینے اور شانے کا

کرم اے برق شرر بار کہ آخر کب تک
شوق ہیکل مرے خرمن کے ہر اک دانے کا

بیخودی میں ہے نہاں رازِ خدائی یعنی
آشنا دوست ہے رعب آپ سے بیگانے کا

پھر سزا پائے خطا کی دل خود سر اپنا
پھر جھٹک دے کوئی گیسوے معنبر اپنا

در پہ اک ماہ لقا بت کے ہے بستر اپنا
اللہ اللہ دماغ اب ہے فلک پر اپنا

عرض کر حیرتِ دل بزم میں جوہر اپنا
محو نظّارہ ہوا اک آئنہ پیکر اپنا

ہم یہاں شوق میں خود اپنا گلا کاٹ چکے
اور وہ دیکھا ہی کئے ناز سے خنجر اپنا

دم عیسی کا نہ ممنون ہو ترا کشتۂ ناز
ہاں کرشمہ کوئی اے چشم فسونگر اپنا

بوالہوس کے دل تاریک میں کب تیرا خیال
دیکھتا کیا ہے اس آئینے میں ہمسر اپنا

صفحۂ وشت جنوں یاد سواد گیسو
اسپر آشفتہ سری درس مکرر اپنا

رؤوں کیا بیکسی حسرت پامالی کو
پانوں رکھتا نہیں وہ فتنہ زمیں پر اپنا

رہ گئے اپنا سا منھ لیکے لب فریادی
لیجئے ہے وہی بت داور محشر اپنا

ہمسے یہ عشوہ فروشی نکر اے لمعۂ طور
عرش اعلےٰ سے بھی مافوق ہی منظر اپنا

انھیں دونوں سے تو دنیا ہے پریشانی کی
زلف آشفتہ تمھاری دل خودسر اپنا

مسکن اک بت کی گلی تھی کبھی اے اہلِ حرم
اتبو مدت سے گھر اپنا نہ کہیں در اپنا

خود فراموش وہاں یاد کئے جاتے ہیں
آج مذکور نہ آئے تو مقدر اپنا

ذوق آوازہ یہ کھوئے کہ تمھیں پا جاؤں
لو پکارو تو مجھے گمشدہ کھکر اپنا

دیر اب کس لئے وہ طور ہے یہ دل میرا
کام کر اے نگہِ صاعقہ گستر اپنا

واہ وا گرمی ہنگامۂ رحمت سرِ حشر
ہمتو سمجھے تھے کہ دامن ہے بہت تر اپنا

کیا گلہ حسن صفا خواہ کا اے تیرہ دلی
جب ہمیں آئنہ رکھتے ہیں مکدّر اپنا

ساقیا پڑ گئی مجھپر تری متوالی آنکھ
بادہ اپنا ہے سرور اپنا ہے ساغر اپنا

دھوم سے آپ کے شوریدہ مزاج آتے ہیں
اب اٹھا رکھے قیامت کہیں محشر اپنا

راز غم کو نہیں خود داری تمکیں منظور
لب اظہار بنا مطلب مضمر اپنا

حشر تک یوہیں رہے نزع کا عالم یارب
آج زانو ہے کسی حور کا اور سر اپنا

غیر کے باب میں غیرت نہوا او خود نشناس
کچھ ہوا اتنا تو مجھے دل نہیں دو بھر اپنا

لطف وحشت کے خدا ساز ہوہیں سامان
یوہیں آباد خرابی سے رہے گھر اپنا

تو قیامت کا جو قائل نہیں لے آج سہی
سنگ در تیرا سر حادثہ پرور اپنا

ہم نظرگاہ کو پھر محشر آشوب کریں
آپ چھپ جائیے پھر جلوہ دکھا کر اپنا

مدعی اور ترے ظلم کی خواہش ہے ہے
خاص ہم سمجھے تجھے یہ حق تو ستمگر اپنا

بس نزاکت کا نہیں صبر سمیٹا جاتا
لائیے مجھکو ذرا دیجئے خنجر اپنا

تپش درد کو بیدرد سمجھتا کیا ہے
رکھ تو دے ہاتھ بھلا تو مرے دل پر اپنا

لن ترانی بھی بجا سوف ترانی بھی درست
مضطرب شوق ہے جلوہ کوئی دم بھر اپنا

راغب آنکھوں سے کہاں چشم حقیقت بینی
ورنہ وہ پردہ الٹ دیتے ہیں اکثر اپنا

اجڑنا دیکھکر گلچیں کے ہاتھوں سے وہ گلشن کا
تپش میری ہیولا بنگئی برق نشیمن کا

شہیدان جفا کے خون ناحق کی شہادت کیا
کہ لایا خوب رنگ ایک ایک دھبا تیرے دامن کا

کبھی نازک کمر نے بار خنجر بھی اٹھایا ہے
کروگے فیصلہ کیا سخت جانو نکے سرو تن کا

کہوں دشمن کو کیا دشمن کہ دشمن اصل میں وہ ہے
دیا ہے جسنے میرا دوست بنکر ساتھ دشمن کا

سواد ہند میں کب سبحۂ زاہد کو سرسبزی
کہ اک اک دانہ ہے ہمرشتہ زنار برہمن کا

سجا کر غیر اپنی انجمن کیا کیا پھلے پھولے
بنا گلدستہ شیرازہ بکھر کر میرے گلشن کا

مسیحائی کا دھیان آیا کب اس جان تغافل کو
مریض ہجر کی جب سانس اکھڑی ڈھلگیا منکا

ترے گلزار کے ہر گل میں بوئے بیوفائی ہے
نہ یہ عاشق کی تربت کا نہ یہ گلچیں کے دامن کا

دل امید وار آخر ہوا مجبور مایوسی
عنایت تیری بیدردی کی احسان تری حتون کا

کرم اے برق حاصل سوز کبتک انتظار آخر
کہ بیتاب فنا ہے دانہ دانہ میرے خرمن کا

کھلینگے جوہر خنجر کشی تیغ آزماؤں کے
خبر دیتا ہے کھنچنا خود بخود رگہائے گردن کا

ستم سہہ کر سکھائے یہ ستم تیری جوانی کو
ستم پرور نہ مانہ یاد کر اپنے لڑکپن کا

زمانہ شاد کام رقص میری بیقراری سے
فلک ذوق آشنائے نغمہ میرے شور شیون کا

ہنسی سمجھے تھے تم چاک آفرینی دست وحشت کی
گلوگیر آج ہے ہر اک گریباں کسکے دامن کا

مٹینگے ٹھوکروں سے کیا نشاں ہم بیقراروں کے
کہ محشر در بغل ہے ذرہ ذرہ خاک مدفن کا

سبکروحی مری تھی مایۂ نیرنگ بربادی
بتایا نکہت گل نے پتا گلچیں کو گلشن کا

دکھا سوز تپش ایسا کہ محفل بھر تڑپ اٹھے
ارے افسردہ دل پروانہ تو ہے شمع ایمن کا

نوائے ساز وحدت پردہ سوز فرق ملت ہے
ہم آہنگ اذاں ہو نغمہ ناقوس برہمن کا

نصیب رعب جز گردش نہ دیکھا سیر طالع سے
مقدر نے سکھایا ہے چلن رہبر کو رہزن کا

بے رخی اک سخت جاں سے کر گیا
کر گیا ضایع ترا خنجر گیا

دور بے کیفی میں عالم مر گیا
ساقیا بس بس کہ ساغر بھر گیا

کسکو تھی دم گھٹکے مرنے کی امید
ضبط غم کیا مشکل آساں کر گیا

حشر میں کہدے کہ ہاں قاتل ہیں ہم
او نڈر بیباک ہو کر ڈر گیا

مژدہ وصل جاوداں کا ہے وصال
جی گیا وہ جیتے جی جو مر گیا

کشمکش میں ہوں امید و یاس کی
اکثر آیا دم مرا اکثر گیا

نالہ ہے اور نارسائی اس سے کیا
عرش پر یا عرش سے اوپر گیا

مرگئے او ظالم ترا گمنام ہجر / تجھکو بدنامِ تغافل کر گیا
ابتو خاک اُڑتی ہے اے افسردگی / وہ محیط آباد چشمِ تر گیا
دل کے اندر آپ ہیں پھر کیا تلاش / دل مرا کیوں آپ سے باہر گیا
ترکِ عزم نالۂ عجزِ چرخ سے / اے دلِ کم حوصلہ بس ڈر گیا
مرگ تھا جینا ترے بیمار کو / جان گویا آگئی جب مر گیا
گر گئے آنکھوں سے اشکِ بے اثر / اے وفورِ گریہ بس جی بھر گیا
وہ جگر کاوی نہ اب وہ جانکنی / دل گیا ذوقِ تقاضا گر گیا
جان لیکر جوشِ دردِ اے پاسِ ضبط / کاہشِ غم کی تلافی کر گیا
اور بھی شوخ اُس تبسم کا ہے رنگ / اعتبارِ اشکِ خون پرور گیا

دشمنِ وارفتگی ہے پاسِ عقل / رعب تو بھی کسکی باتوں پر گیا

۵ شنبہ ۱۹۱۶ سنہ عیسوی منظفر نگر

بوالہوس کے بھی گلے سے مل گیا / اعتبارِ خنجرِ قاتل گیا
دل کا زخمِ مندمل پھر چھل گیا / رنگ لانیکو شگوفہ کھل گیا
مرگ تھی بے شغلِ الفت زندگی / جان سی اک آئی جب سے دل گیا
ماجرا یہ ہے دلِ خوں گشتہ کا / اشکہائے سرخ میں گھل مل گیا
میری بیتابی کی تھی عالم میں دھوم / میں گیا ہنگامۂ محفل گیا
جذبِ استغنائے لیلی دیکھئے / دور تک مجنون پسِ محمل گیا
واہ رے مقتول کا اندازِ شکر / سر پئے پابوسی قاتل گیا
جوشِ حرماں نے مٹا دیں کلفتیں / اب وہ رنجِ سعی بے حاصل گیا

زخم دل کو تازہ لذت ملگئی
جب کبھی لعل نمک زا ہل گیا

ماجرائے عرض حاجت کچھ نپوچھ
تیرے در سے رو کے اک سائل گیا

قہر ہے تمکین قاتل وقت ذبح
ہائے لطف شوخی بسمل گیا

لوگ کہتے ہیں کہ آیا تیرا دل
میں یہ کہتا ہوں کہ میرا دل گیا

دل سا رہزن خضر راہ عشق ہے
خود مجھے پہونچانے تا منزل گیا

مشتبہ دنیا میں ہیں عشق و ہوس
امتیاز ناقص و کامل گیا

مایہ دار جوہر الفت تھا میں
مجھکو کھو کر آپ کو کیا مل گیا

مر کے پہونچا تا لحد گرم طلب
کچھ تو رنج دوریِ منزل گیا

اب کہاں وہ لذتِ آغوشِ موج
کیوں سفینہ میرا تا ساحل گیا

دل گیا تھا کل تو دیکر درد دل
جان لیکر آج درد دل گیا

خود خودی اپنی تھی سدّ راہ وصل
آپ سے جاتے رہے وہ مل گیا

رعب کو مٹ کر ہوئی حاصل نمود
کھو گیا ایسا کہ کوئی مل گیا

۲ شعبان ۱۳۱۶ء

کھا گیا دلکو ترا غم جب سے مہماں ہو گیا
آخر اب یہ دل کا خواہاں جی کا خواہاں ہو گیا

رقص بسمل لذت افزائی کا ساماں ہو گیا
زخم خنداں شور محشر کا نمکداں ہو گیا

وجہ جمعیت ہوا راتوں کو اُن زلفوں کا دھیان
اب وہ آشوب بلا خواب پریشاں ہو گیا

تیرے دیوانوں کا عالم ہے تماشا کردنی
روزنِ دیوار زنداں چشم حیراں ہو گیا

عشق نے معشوق و عاشق میں نرکھا امتیاز
دامن یوسف زلیخا کا گریباں ہو گیا

جلوہ فرما ہے یہ کس جانِ قیامت کا خیال
دل ہجوم آرزو سے محشرستاں ہو گیا

خوب وہ جینا کہ تیرے ہجر میں دشوار ہو — حیف وہ مرنا کہ تیرے غم میں آساں ہوگیا

گل کھلایا چاہتی ہے کسکے جلوے کی بہار — اور ہی کچھ اُڑ کے رنگِ باغِ امکاں ہوگیا

تیرا دیوانہ ہے اور ہنگامۂ جوشِ جنوں — شورِ محشر آوازۂ چاکِ گریباں ہوگیا

کہدیا کیا جنبشِ لب نے کہ ظالم وقتِ نزع — دم مرا سینے میں گویا تیر اپیکاں ہوگیا

دل سے روٹھا جارہا ہے جذبۂ حسنِ وفا — قتل کرکے مجھکو تو ناحق پشیماں ہوگیا

واہ یکرنگی تری اے فیضِ تاریک اختری — عالمِ صبحِ وطن شامِ غریباں ہوگیا

تشنگی کاوش زہے احسان مرگِ ناگہاں — درد اتنا بڑھ گیا حد سے کہ درماں ہوگیا

دلستانی کی ادا سے ہے خفا حسنِ غیور — ہائے یوں بے پردہ تو او آفتِ جاں ہوگیا

قیدِ ہستی تھی پئے جوشِ جنوں زندانِ تنگ — میرا مٹ جانا کہ پیدا اک بیاباں ہوگیا

جلوۂ نظارہ فرسا سے خجل ہے تابِ دید — آہ رنگ کامیابی عینِ حرماں ہوگیا

صبحِ محشر بھی سیہ روزی کا روشن ہے چراغ — نور کا تڑکا سوادِ شامِ ہجراں ہوگیا

اس گلستاں کی ہوا کھا کر برنگِ بوئے گل — اور بھی مجموعۂ خاطر پریشاں ہوگیا

دیکھئے میرے تنِ لاغر کے زخموں کی بہار — آپ کو گلزار کا کانٹا گلستاں ہوگیا

وسعتِ صحرا بقدرِ ہمتِ سودا کہاں — عرصۂ محشر ترے وحشی کو زنداں ہوگیا

غالب آئی ضبط پر سیماب کاری درد کی — رنگِ رخ آئینہ دارِ رازِ پنہاں ہوگیا

خود مری بیتابیاں ہیں مجکو برقِ آشیاں — ذوقِ راحت نذرِ شوقِ خانہ ویراں ہوگیا

گردشِ چشم آپ سمجھے تھے کہ یونہیں کھیل ہے — دیکھئے آخر یہ کھیل آشوبِ دوراں ہوگیا

میری محویت دمِ تزئیں ہے کیوں وجہِ عتاب — تو سمجھ لے اور اک آئینہ حیراں ہوگیا

رعب وہ آزردہ دل ہیں جب کیا گریہ خدا — لب پر آکر شکوۂ جورِ عزیزاں ہوگیا

قیامت ہوگیا کیوں شام ہستی کا سحر کرنا | گریہ بھی ہے کیا نالوں کو جو پایا ہے اثر کرنا
خیال تیغ قاتل میں ہمہ شوق سپر کرنا | زرا سی زندگی مر مر کے یوں ہمکو بسر کرنا
سحر کے شام کرنے سے نہیں ممتاز یا قسمت | سیہ بختوں کو شام روز فرقت کا سحر کرنا
بلا سے مدعی شرمندۂ بے اضطرابی ہو | انھیں شوخی دکھانا بزم میں ہر سو نظر کرنا
حریف اس رہ نوردی کو مگر بازیچہ سمجھے ہیں | ہزاروں منزلیں چلنا ہے اپنے سے سفر کرنا
نگاہ لطف اُدھر اُٹھنا اودھر جی سے گذر جانا | فسانہ شوق کا یوں اُسکے آگے مختصر کرنا
فلک کو انقلاب آرائی گردش کا دعوی ہے | کرشمہ کوئی تم بھی وقف چشم عشوہ گر کرنا
بڑھانا پیچ و تاب دل جہاں زلفوں میں بل دینا | دکھانا آئنہ تاب نظر کو رخ جدھر کرنا
تغافل سے غرض وارفتگی کی آزمایش ہے | ہمیں بھی آپ سے جاکر انھیں اپنی خبر کرنا
دل افسردہ اک امید پر پہلو میں رکھتے ہیں | ادھر بھی اے نگاہ اضطراب آ رانظر کرنا
سیاہی دُھل گئی آنکھوں کی فرط اشکباری سے | مقدر میں لکھا تھا یوں شب غم کی سحر کرنا
کشاکش زندگی کی ہم تو اصل زندگی سمجھے | بتائیے ورنہ کوئی کیا ہے راحت سے بسر کرنا
برائے نام تھی سینے میں باقی یادگار دل | لہو کی بوند وہ بھی ہمکو نذر چشم تر کرنا
خراب نامرادی اپنی سعی جاودانکا ہوں | نہ مجھکو آپ سے کھونا نہ اسکے دل میں گھر کرنا

بنایا منظر عبرت مجھے میری خرابی نے
سکھایا خانہ بربادی نے رعب آنکھوں میں گھر کرنا

سب سے بیگانہ بنا کر بھی وہ اپنا نہوا | میں زمانے سے برا ہو کے بھی اچھا نہوا
دیکھیے روز جزا ہونے کو کیا کیا نہوا | منفصل ایک مرا آپ کا جھگڑا نہوا
کوئی ہمسر ترا او آئنہ سیما نہوا | خود ترا عکس ہے محجوب کہ تجھسا نہوا

گلشن عشق میں جز سبزۂ بیگانہ نہیں
دل کہ جولانگہ نیرنگ تمنا نہوا

نذر شمشیر ہی بہتر نہ وبال گردن
سر بمیغز کہ شورشگہ سودا نہوا

گھر مری خانہ خرابی کا الٰہی آباد
جوشِ وحشت کا حریف ایک بھی صحرا نہوا

واہ دلبستگی ذوق کشایش کے مزے
کھلگئی دلکی گرہ عقدہ اگر وا نہوا

مژدۂ جلوہ مبارک مگر اے تابِ نظر
شیوۂ ناز اگر حوصلہ افزا نہوا

جانفزا اثر کہیں صحت سے ہے صحت کی امید
یوہیں اچھا ترا بیمار کہ اچھا نہوا

آج بھی کل کا وہ منکر ہے قیامت دیکھو
حشر کے دن بھی وفا وعدۂ فردا نہوا

ضبط آغاز محبت نے کیا مجکو ہلاک
وائے رسوائی جاوید کہ رسوا نہوا

شوخی ناز سے تصویر بنایا مجکو
ہمسخن یوں وہ ہوا مجھسے کہ گویا نہوا

اللہ اللہ ادب آموز ہے کیا حسن غیور
سجدہ فرسو جبیں سنگِ در اُسکا نہوا

یاد ہے ایک دن اُس رخ سے وہ پردہ اُٹھنا
کون تھا محو تماشا کہ تماشا نہوا

بے رخی نے تری کب رنگ دگرگوں چاہا
کہ یہاں شوقِ فنا گرم تقاضا نہوا

کونسا شکوہ ترے سامنے دل سے نکلا
تا بلب آنے سے جو پہلے ہی بیجا نہوا

اف ستمگر یہ تغافل کہ نہ رد ہے نہ قبول
کوئی افسانہ ہوا ذکر تمنا نہوا

رہگئی بات تری اے اجل سہل طلب
خار غم اور زیادہ خلش افزا نہوا

فتنہ کس وقت تری راہگذر سے نہ اُٹھا
حشر کس روز ترے کوچے میں برپا نہوا

واہ کیا بات ترے شیوۂ استغنا کی
وعدہ کرکے کبھی شرمندۂ ایفا نہوا

سعی فطرت سے بھی بدظن نہیں اللہ رہی خوشی
نہوا غمزدہ ہمسا کوئی پیدا نہوا

ضبط نے خون دل آنکھوں سے ٹپکنے نہ دیا
ہائے اُس قطرہ کی تقدیر کہ دریا نہوا

گردش چرخ نے جو بات بگاڑی نہ بنی — خواہش سعی نے جس کام کو چاہا نہوا

ناز بیکل کہ تغافل نے ابھرنے نہ دیا — غمزہ بیچین کہ ابتک ستم آرا نہوا

سادگی رغیب کی اور شکوۂ بیگانہ وشی — دوست دشمن کا ہے اپنا وہ نہوگا نہوا

کہتے ہیں فتنۂ حشر اک انقلاب ہوگا — کافر مگر وہ تیرا عہد شباب ہوگا

ہنگامہ سوز امکاں پھر اضطراب ہوگا — یعنی وہ برق ہستی گرم عتاب ہوگا

بے پردہ تیری صورت اور آنکھ میں سمائے — نقش خیال ہوگا نیرنگ خواب ہوگا

اے عشق کشمکش زا یہ کون جانتا تھا — مرنا محال ہوگا جینا عذاب ہوگا

کیا منھ کہ تاب لائے اُس آفتاب رخ کی — آئینہ شکل شبنم اب آب آب ہوگا

جوش طرب مبارک مست جنون غم کو — سامان گردش سر دور شراب ہوگا

کیا کیا خجل نہوگی حاضر جوابی اُسکی — انداز بے سوالی جب لاجواب ہوگا

سامان دعوت غم دل خون جگر برشتہ — وہ اک شراب ہوگی یہ اک کباب ہوگا

چشم مجاز میں ہے جب محو پردہ داری — رخسارۂ حقیقت کیا بے نقاب ہوگا

حسن نظارہ فرسا اور طاقت تماشا — خود جوش بیحجابی اُسکا حجاب ہوگا

پھوڑیں گے سر کو جاکر دیوار میکدہ سے — مستی فزا اک دن حال خراب ہوگا

بے رنگ لالہ کاری کیا لطف اشکباری — آنکھوں سے اپنی جاری کب خون ناب ہوگا

غیر از طلب نہ پایا مقصد رہ طلب میں — جو کامیاب ہوگا ناکامیاب ہوگا

اے حسن بے محابا بس عشوۂ تجلی — دل ہو کہ طور ہر اک رسوائے تاب ہوگا

روز جزا کا ڈر کیوں میری وفا کے آگے — تیری جفائیں کیا ہیں جنکا حساب ہوگا

اوخوگر تغافل سُن خوب شوق سے سن
افسانہ بیخودوں کا افسون خواب ہوگا

راحت نصیب غم ہیں مخصوص بزم الفت
رنج آشنائے شادی کیا باریاب ہوگا

مجنوں کے واقعے کا انکار کیجیے کیا
ممکن ہے کوئی ہمسایہ خانہ خراب ہوگا

یارب وہ بت خفا ہے اب انتظار کیا ہے
کب آئیگی قیامت کب انقلاب ہوگا

دل میں گداز غم سے بوے وفا بسیگی
یہ باغ ورد کا گل اکدن گلاب ہوگا

اے رعب آج روئے اک ماجرا وہ سنکر
بس قبلہ ہو نہو یہ ذکرِ جناب ہوگا

تماشا دیکھتا ہوں اک دلِ بیکس کے عالم کا
کہ رو کر وہ ہے شادی کا بغل پروردہ ہے غم کا

نہیں کچھ اعتبار اجزا کے فصل و وصل باہم کا
یہ عالم مظہرِ شوخی ہے کس آشوبِ عالم کا

اِدھر ابرام اُدھر غفلت ستمکش ہے دل مضطر
نیاز و بے نیازی کی کشاکشہائے پیہم کا

یہ نقشا دیکھنا تقدیر میں لکھا تھا یا قسمت
غم عالم ہے یا خاکا ہمارے عالم غم کا

ظہور جلوۂ خورشید سے پہلے خبر کسکو
مرے گلشن میں ہے درس فنا ہر قطرۂ شبنم کا

بھلایا غم مرا شوخی سے میرے سوگوارونکو
سلیقہ دیکھنا اُس نو شریکِ بزم ماتم کا

خراب آباد دل اور ایسے مہمانکی جگہ ہے ہے
مجھے محجوب ہونا تھا مقدر آپ کے غم کا

زبانپر گو نہ لاؤں میں اذیت کاہشِ غم کی
کہے دیتا ہے سب اُترا ہوا مُنہ میرے ہمدم کا

ملا کر سودۂ الماس آخر چارہ سازوں نے
کیا خوگر مرے زخموں کو لذتہائے مرہم کا

ادھر بھی اک نظر ساقی کہ ہوں کھویا ہوا میں بھی
انھیں آنکھوں کی مستی کا اسی مستی کے عالم کا

یہ بربادی گلستاں کی اکوئی پوچھے تو گلچیں سے
پڑے گا صبر کسپر گریۂ خاموش شبنم کا

نہ چھیڑے بس خوشی تیری امید وصل کی مجھکو
ترا عاشق ہوں میں مشوق تکتا ہوں ترے غم کا

سحر گم ہو گئی آخر شب غم کی درازی میں
ستارہ میری تاریک اختری کا کسقدر چمکا

یہ کون آشفتہ سر مہمان زندان بلا ہوگا
کہ چشم منتظر ہے حلقہ حلقہ زلف پرخم کا

بیاں کیا ہو کسی پردہ نشیں کے درد کی لذت
کہ یہ راز نہاں نا آشنا ہے جان محرم کا

چراغ زیست کو اے مرگ یونہیں جھلملانے دے
کہ ذوق دم شماری کو بھروسا ہے مرے دم کا

ترشروئی کی تلخی دُور مینوشوں کی محفل سے
یہاں کیا کام ہے رعب ایسے تقوائے مجسم کا

۱۷ جون ۱۹۱۶ء
دو شنبہ [illegible] رجب [illegible] ہجری

کیا فیض بیخودی سے زمانہ بدل گیا
رعب آج کسکی بزم میں پہلے بہل گیا

مردہ دلوں کا آکے یہاں جی بہل گیا
ہے ہے فریب ہستی موہوم چل گیا

تڑپا جو تھوڑی دیر تو کیا جان آگئی
بیمار تیرا درد کے ہاتھوں سنبھل گیا

سودا ہے اب نہ سلسلۂ زلف کا خیال
وہ دل گیا وہ رشتۂ طول امل گیا

سختی مٹائی تہمت ہستی کی مرگ نے
ٹوٹا تھا اک پہاڑ کہ قسمت سے ٹل گیا

اپنی بہار دیکھ کے خود باغ باغ ہے
دل کو وفور داغ کا گلزار پھل گیا

کرنے کو پائمال اُٹھایا ستم سے ہاتھ
وہ دیکھکر مجھے کف افسوس مل گیا

بس تیز ہی نگاہ کہ دل خون ہو چکا
جادو تمھاری چشم فسونگر کا چل گیا

کیوں چھیڑتی ہے دلکشی ذوق آرزو
مانوس یاس ہوکے مرا دل بہل گیا

یہ سجدہ بارگاہ فنا میں نہیں قبول
ناداں ہے جو گلی میں تری سر کے بل گیا

فکر کشود کار سے وابستگی رہی
دلکی گرہ کھُلی نہ مقدر کا بل گیا

نیرنگ آسماں تھا کہ اک برق بے پناہ
سعی طلسم کار کا سب ماحصل گیا

فرقت کی رات عمر بلاکش تھی کٹ گئی
ارمان وصل کا مرا دم تھا نکل گیا

ساقی ہے تو تو کیوں نہوں سب مستِ بے خمار
گردش ہوئی نگاہ کو اور دور چل گیا

دنیا وہی ہے آہ وہ دنیا مگر نہیں
یہ ہم بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا

اب دل میں ہے کہ برق کا احسان اُٹھائیے
اُس سوزِ بے اثر سے تو جی ور جل گیا

اذنِ سخن وہاں نہیں اور رغبؔ کم سواد
اُس انجمن میں لیکے بیاضِ غزل گیا

[illegible]

اُٹھا کر پردۂ در تو نے او پردہ نشیں جھانکا
بھلا پردہ رہے کیونکر ہمارے دردِ پنہاں کا

بہارِ داغ سے سینہ مرقع ہے گلستاں کا
ورگلزارِ جنت ہے کہ چاک اپنے گریباں کا

جزاک اللہ کیا ٹوٹا ہے زخمِ دل کا ہر ٹانکا
کرم ذوقِ اذیت پر ہے پرسشہائے پنہاں کا

کہاں تک در حریم دیر کو سرمایہ ایماں کا
نہ آنے دو یہاں کیا کام رغبِ نامسلماں کا

ہلاک لذت اندوزی ہوں اپنے زخم خنداں کا
نمک پروردہ ہے شورِ تبسمہائے پنہاں کا

بڑھی پھر شورشِ آشفتگی سودائے گیسو میں
خیال آیا پھر اک بھولے ہوئے خوابِ پریشاں کا

اُڑائی خاک صحرائے عدم بھی تیرے وحشی نے
مزہ لیکن نہ بھولا تنگیِ آغوشِ زنداں کا

کہاں میرے دلِ بے آرزو کو چھوڑ کر جائیں
ٹھکانا ہے یہی اُجڑا ہوا گھر یاس و حرماں کا

مٹا یا دل سے احساسِ خلش ایذا پسندی نے
نہیں کوئی قصور او ناوک افگن تیرے پیکاں کا

کرم کا مقتضا کیا ہے بتا اے آبلہ پائی
دکھاتا ہے زبانِ خشک ہر کانٹا بیاباں کا

ہنوز رسوائے تدبیرِ تسلی میری بیتابی
سے دردِ بے دوا کیوں رنج اُٹھائے ننگِ درماں کا

سبکدستی زرا لے دستِ وحشت ناتوانی میں
ملا ہے تارِ جاں سے سلسلہ تارِ گریباں کا

تجلی زار ہے جوشِ فروغِ آتشِ گل سے
نہالِ طور ہے جو نخل ہے میرے گلستاں کا

یہ کس محوِ تماشا کی اسیری کا تماشا ہے
کہ اک اک حلقۂ زلف آئنہ ہے چشمِ حیراں کا

دل خوں گشتہ ہے نقش بہار جاوداں یعنی
نتیجہ ہے یہی اک پھول خارستان امکاں کا

کوئی کافر ادا ہے خود اسیر کاکل آرائی
بلا اُسکی کرے سودا کسیکے دین وایماں کا

خلش نے اُسکی لطف اتنا بڑھایا اے تغافل خو
کہ دل کو عشق ہے اب تجھسے بڑھکر تیرے پیکاں کا

تجلی تیری ہے اصل نمود اجزائے ہستی کی
یہاں جو ذرہ ہے آئینہ ہے مہر درخشاں کا

کسی بیدرد کی محفل میں کیا ہے عرض جانکاہی
بیان بجلی گویا گداز شمع سوزاں کا

نشاط جوش وحشت میں ہوا طے عرصۂ امکاں
الٰہی بول بالا خندۂ چاک گریباں کا

مراد دوران سر ہے یادگار گردش ساغر
خمار آشفتہ ہوں ہم بزم ای بنا ہے دوراں کا

دماغ آشوب ہے آب وہوائے گلشن ہستی
ہم آنکلے یہاں احسان جنون فتنہ ساماں کا

فضائے کوئے قاتل میں شفق پھوٹے کبھی یارب
کہ ذرہ ذرہ ہے برق تپاں خاک شہیداں کا

کیا ہے کسقدر رنگیں تری بزم تصور کو
تماشا دیکھ میرے دیدۂ خونابہ افشاں کا

[illegible]

جنوں نام ونشاں کا ہے ابھی اس ننگ سودا کو
بیاباں نام بستی گھر ہے مرے رعب خانہ ویراں کا

[illegible]

حریف ضبط شوق دل تھا ذوق نظر میرا
یہ حسن خود نما تیرا ہے ظالم پردہ در میرا

کہیں اے ذوق پامالی نہ گھر میرا نہ در میرا
ٹھکانا ہے تو اک نازک روش کی رہگذر میرا

ترا غم میرے مرنے پر رہیگا نوحہ گر میرا
تری مشق ستم ماتم کریگی عمر بھر میرا

کشاکش میں ہے ہر تیر کسکا راحت افزا ہو
ادھر بیچین دل میرا اُدھر بیکل جگر میرا

مزاج اب کوئی پوچھے دادخواہان محبت کے
وہ آتا ہے حضور داور محشر نڈر میرا

خدا رکھے یہ ویرانی یہ خاک اُڑنے کا ہنگامہ
مری بربادیوں کے دم سے ہے آباد گھر میرا

کبھی لاکر رہیگا امتحانگاہ تماشا میں
مجھے شوق تقاضا تیرا تجھے ذوق نظر میرا

نوید رفع زحمت دے مرے تیمار داروں کو
بحسرت کیا مرا منہ دیکھتا ہے چارہ گر میرا

مجھے اب کاش اے طول امل خواب اجل آئے
نہ سننے کی اُسے فرصت نہ قصہ مختصر میرا

یہاں قطع منازل کی کوئی حد بھی مقرر تھی؟
بھلا کیا ساتھ دیسکتا رفیق ہمسفر میرا

پتا دل کا کہاں آوارہ گرد بیابانِ الفت میں
مجھے رستہ بتا کر ہو گیا گم راہبر میرا

مری حیرت صدائے بازگشتِ لن ترانی تھی
نقاب رخ ہوا خود پھیلکر تار نظر میرا

بڑی ہوتی ندامت گر مجوشیہائے رحمت سے
مرے کام آگیا روز جزا دامان تر میرا

حجاب کثرتِ موہوم آخر پردہ در ٹھہرا
ترا نظارہ ہے اور دیدۂ وحدت نگر میرا

صفائے دل میں کسکا جلوۂ حیرت فزا دیکھا
تماشائی ہے اس آئینے کا آئینہ گر میرا

مری خاک اُڑکے یارب سرمۂ چشم بصیرت ہو
کہ اک عبرت سرائے خانہ ویرانی ہے گھر میرا

کرے گا شوق شرح آرزو کو منفعل کیا کیا
سکوت ناروا تیرا بیانِ بے اثر میرا

نیاز حسن دیکھ اور سیر چشم ناز خود داری
ارے دل مانگتی ہے تیری شرمیلی نظر میرا

یہی کیا کم ہے رعبؔ اس قدر فن کی خشکسالی میں
کہ یاروں کو پسند آجائے کوئی شعر اگر میرا

کچھ اس طرح سر محشر گناہگار آیا
کہ شان عفو کو بے اختیار پیار آیا

خیال سعی عبث بھر وصل یار آیا
کہاں سے یہ خلل انداز انتظار آیا

ادا شناس کو تیرے نہ دیسکا دھوکا
ہزار رنگ سے نیرنگ روزگار آیا

وہ خوش خرام دکھائے کرشمۂ آشوب
فضول فتنۂ محشر سر مزار آیا

فروغ بزم کی خاطر ملا ہے رتبۂ شمع
دوام سوز مرے دل کو سازگار آیا

بہم وہ کشمکش اُمید و یاس کی شب غم
ہزار بار گیا دم ہزار بار آیا

سکون عرصۂ محشر بھی دیر پا نہ رہا
قیامت آئی وہ آشوبِ روزگار آیا

نمودِ جلوہ سر طور کچھ تماشا ہے
پسند عشوہ تماشاے نور و نار آیا

بیان شوق سے پاتے ہی مدعا دل کا
کچھ اس ادا سے وہ بگڑے کہ مجھکو پیار آیا

شگفتہ کب ہوے افسردگی سے زخم جگر
ہمارے باغ میں کب موسمِ بہار آیا

وہ سُنکے قصۂ غم داد خوش بیانی دیں
ہم اپنے دل میں یہ سمجھیں کہ اعتبار آیا

نگاہ ساقیِ بدمست نے تلافی کی
کہ لطف نشہ باندازۂ خمار آیا

دل فسردہ ہے تصویر تیغ بے جوہر
نہ سرکشی ہمیں آئی نہ انکسار آیا

مری حیات ہے موقوف جوش بیتابی
یہ جان لو کہ گیا دم اگر قرار آیا

کسیکے وعدۂ دلکش کا ہے ہلاک فریب
وہ ایک دم کہ لبوں پر ہزار بار آیا

وہاں غرور کو پرواے التفات کہاں
امیدوار گیا میں امیدوار آیا

نگاہ شوق نے جس رعب کو نکالا تھا
پھر انجمن میں وہ رسواے اعتبار آیا

مآل ہجر ہے جو کچھ وہی مآل ہوا
سنا بھی تمنے کہ بیمار کا وصال ہوا

عروس عفو کا آئینۂ جمال ہوا
رخ گنہ کہ عرق ریز انفعال ہوا

طلسم حشر تھا میرا دل تپاں دیکھا
یہ فتنہ کیوں تری قدموں میں پائمال ہوا

خمار نشۂ امکاں نے کھولدیں آنکھیں
سُرور بادۂ ہستی غم مآل ہوا

ستم نصیب ہوں یعنی فلک ہے قدر شناس
کمال نقص مجھے جوہر کمال ہوا

وہ لطفِ جاں بلبی کھو کے کیا ملا جز مرگ
مزاج عاشق بیحال کیوں بحال ہوا

کسی کی پرسش پنہاں ہے اضطراب طلب
وہ ضبط جو کبھی ممکن تھا اب محال ہوا

ہر ایک ذرّے سے پیدا ہیں سیکڑوں خورشید
نظارہ کسکا تماشائی جمال ہوا

تمہاری شوخی تمکیں کی کھینچدی تصویر
خروش قال مبدل برنگ حال ہوا

قیامت اسقدر آشوب اعتدال کہاں
دلیل فتنہ ترے قد کا اعتدال ہوا

برائے بخت نگوں ہے فسون خواب ابد
وہ عیش رفتہ کہ افسانۂ ملال ہوا

کیا ہے جلوے نے بے پردہ راز تاب نظر
وفور حوصلہ سب نذر انفعال ہوا

تمھیں بھی یاد تو ہوگی ازل کی جلوہ گری
وہی گھڑی تھی کہ دل محشر خیال ہوا

کوئی جواب مرے صبر نیمجاں کو بھی دے
وہ نیم غمزہ کہ مُہر لب سوال ہوا

ترے طلب میں گیا تھا کہیں دلِ خودگم
پھر اسکے بعد خدا جانے کیا مآل ہوا

ہُرا وہ درد کہ تہمت کش دوا ٹھہرا
بُرا وہ زخم کہ رسوائے اندمال ہوا

سخن کو مژدۂ تحسیں کہ ہمصفیر دل میں
ترانہ سنج غزل رعب خوشخیال ہوا

دلِ تپاں کو وہ سوز فغاں پسند ہوا
وہ گھر میں آگ لگی وہ دھواں بلند ہوا

کبھی نہ گرم نوائی کا کام بند ہوا
کہ ایک نالے میں واعقدۂ سپند ہوا

کیا ہے محو ترا دل کو جوشِ حیرت نے
یہ نقش بڑھکے ہم آغوش نقشبند ہوا

زہے نیاز کہ ہے دو جہاں کا مایۂ ناز
وہ بے نیاز کہ تیرا نیازمند ہوا

ملا ہے خاک نشینی سے اوج بربادی
کہ پائمال ہوا میں تو سر بلند ہوا

نوائے گرم کب اُس بزم میں ہے بے تاثیر
فغان دل ہوئی یا نالۂ سپند ہوا

گئے تھے ہدیۂ جاں لیکے بوالہوس بھی مگر
وہاں مرا دلِ بے مدّعا پسند ہوا

کہاں وہ بادۂ بے کیف و کم کہاں یہ خمار
کہ شوق نشۂ طلب مست چون و چند ہوا

بجھا ہے دل ہی یہاں آہ کی رسائی کیا؟
چراغِ کشتہ سے بھی گو دھواں بلند ہوا

یقین تلخیٔ غم آئے کیا کہ اُسکے حضور
لبِ ستم زدہ مجروح زہر خند ہوا

صفا ہے اور دلِ حیراں۔ ہزار حیف اگر
غرورِ حسن کو آئینہ ناپسند ہوا

دعا وصال کی جز خواہشِ محال نہیں
درِ قبول سے کیا وا رہا کہ بند ہوا

ظہورِ حشر ہے یا نالۂ رسا کا ثمر
یہ نخل بھی تری قد کی طرح بلند ہوا

بقا ہے ضبطِ نفس تیرے تفتہ جاں کے لئے
کہ خاک ایک دمِ گرم میں سپند ہوا

کیا اسیرِ وفا تیرے جھک کے ملنے نے
خمِ سلام مجھے حلقۂ کمند ہوا

مزار وہ کہ تری چال سے ہوا پامال
غبار وہ کہ تری راہ میں بلند ہوا

نیاز رعب کے انداز سے نمایاں ہے
غرورِ ناز کہ تیرا نیاز مند ہوا

غزل

باطل حریف حق ہے محبت کو کیا ہوا
یا رب ترے رسول کی امت کو کیا ہوا

دشمن ہوئے ہیں شمع رسالت کے تیرہ دل
پروانہ ہائے شمع رسالت کو کیا ہوا

فتنے اُٹھے ہیں وہ کہ بعید از قیاس تھے
برپا ہوئی نہ اب بھی قیامت کو کیا ہوا

بیغیرتی میں حد سے بہت بڑھ چلا ہے کفر
اسلامیوں کے جذبۂ غیرت کو کیا ہوا

آماجگاہ طعن رذائل ہے غیر نفس
احساس ننگ و نامِ شرافت کو کیا ہوا

وہ تشنہ کامی دمِ خنجر کہاں گئی
لذت کشانِ شوقِ شہادت کو کیا ہوا

کیا اب نہیں گلے کی رگوں میں وہ جوشِ خوں
مردانِ کربلائے محبت کو کیا ہوا

خرمن کیا ہے کفر کی گستاخیوں نے جمع
برقِ غضب کے شعلۂ ہیبت کو کیا ہوا

راحت پسندیاں ہیں رسائی کی سدِ راہ
اہلِ طلب کے ذوقِ اذیت کو کیا ہوا

بیباکی مجازہ ہے آشوب آسماں
کب تک لحاظ پردہ حقیقت کو کیا ہوا

سہ سہ کے ظلم خوگر آزار کردیا
ظالم تجھے ہمیں نے جفا کار کردیا

بے پردہ ہو گئے ابھی ہیں وہی لن ترانیاں
حیرت کو خوب مانعِ دیدار کردیا

اُس لالہ رو کو دیکھ کے ہمدم بنا رقیب
غمخوار کو بھی بخت نے خونخوار کردیا

ناحق کشی نے لاشۂ منصور پہ کہا
سردار اہلِ دل کو سردار کردیا

کوچہ میں اک پری کے اُڑانے چلا ہے خاک
دیوانگی نے رعب کو ہشیار کردیا

اُٹھانا تیغ کا دوبھر ہوا ہے میرے قاتل کو
نزاکت تیری گردن پر ہے خوں شوقِ شہادت کا

مرے یکتائے عالم آ ادھر تجھکو بھی دکھلادوں
حسیں اک دل کے آئینے میں ہے تیری صورت کا

لطف وحشت کا جہاں میں کوئی منظر ہوتا
وحشت اگر دشت نہوتا تو مرا گھر ہوتا

کبتک اے طولِ شبِ غم گلۂ عمر دراز
کاش مرنا مرے حق میں ہی مقدر ہوتا

شوخیِ حیرت بھی گویا داستاں پرداز ہے
دیدنی ہے رنگ خاموشی مری تصویر کا

ردیف (الف) کے ۹۶۸ شعر

ردیف (ب)

مضناك یالیلی رهین مصائب — عطفا علی ذالك الکئیب العاطب

حودی له بالنیل منك فانه — ان نجلی بالوصل اسوء خائب

رحما علی صب حزین مدنف — اضحی خداین صروف دهر شاغب

افدیك یاروح الحیوة فان لی — لقیاك من اقصی منی وما رب

ان کنت لم تشفی سقامی باللقا — واسوء حالی من ضئیل شاحب

انی لمداح لمن هو قد غدا — فردا وحیدا فی علوم راتب

(یہ مصرعہ دستیاب نہیں ہوا) — فی مطلع العلیا کنجم ثاقب

فاق البرایا فی الوف محامد — حاز المزایا من صنوف مناقب

ذوالجود ما ان جاءہ من جادب — الاوداح حلیف عیش خاصب

عش دائما بالفضل یا بحر الندے — ماجا وو سمی بغیث ساکب

باللہ ما الفیت مثلك یا سیدے
فی الارض بین مشارق ومغارب

پلکیں ہیں تیری ابروے خمدار کے قریب — یا یہ چھپاں ہیں خنجر خونخوار کے قریب

دی جان ہمنے کوچۂ دلدار کے قریب — بلبل پہونچکے مر گئی گلزار کے قریب

زلف آرہی ہے ابروے خمدار کے قریب — افعی چلا ہے عقرب خونخوار کے قریب

بٹھلا دیا ہے ضعف نے دیوار کے قریب — پہونچا گیا نہ ہمسے درِ یار کے قریب

ابرو ہے اور وہ سرمہ کا دنبالہ زیب چشم — گویا ہلال کوکب دُمدار کے قریب

ہاں شیخ معصیت کی تلافی بھی چاہئے
مسجد ہے قبلہ خانۂ خمار کے قریب

محشر کا دن ہے المدد اے جوش انفعال
پلٹے نہ رحمت آکے گنہگار کے قریب

یہ پیارے پیارے ہونٹ تو کہتے ہیں اور کچھ
انکار بھی ہے آپکا اقرار کے قریب

تکلیف اُٹھائی بہر عیادت کرم کیا
تشریف رکھئے بیٹھئے بیمار کے قریب

شرم آشنا ہو وصل میں کیوں وہ نگاہ مست
زاہد کا کام بھی کوئی میخوار کے قریب

دیکھا یہ کسکا جلوہ کہ میری نگاہ شوق
پلٹی نہ جاکے روزن دیوار کے قریب

قربان جذب شوق شہادت مآل عشق
گردن ہے آج تیغ ستمگار کے قریب

رکھا ہے لاغری نے یہ ناکام آرزو
آآکے مرگ مڑ گئی مجھ زار کے قریب

اے شوخ سنگدل ترے وحشی کو بارہا
دیکھا ہے ہمنے دشت میں کہسار کے قریب

کیا رنگ لائے دیکھئے منصور کا لہو
تا حق کشی ہے گریہ کناں دار کے قریب

تاب نظارہ لوٹ ہے تاثیر عشق پر
بسمل ہیں خود وہ کشتۂ دیدار کے قریب

منت کش وفور گرانخاطری ہے ضعف
ہم بیٹھکر اُٹھے نہ در یار کے قریب

پھوٹے ہوئے نصیب نے لی ضعف کی پناہ
سر جا چکا تھا سنگ در یار کے قریب

سمجھا رہے ہیں آپ کے عاشق کو اقربا
دیوانے چند جمع ہیں ہشیار کے قریب

اُٹھکر جو درد ہمکو اُٹھائے تو کیا بعید
بیٹھا ہے کوئی بزم میں اغیار کے قریب

اے رشک شوق دیکھ کہ سایہ تو چڑھ گیا
ہم سر ٹیک کے رہگئے دیوار کے قریب

کیا کیا نہ فتنہ حشر کا پس پس کے رہگیا
پہونچا نہ تیری شوخی رفتار کے قریب

دیوانہ ہو تو رجب سا دیوانہ ہوشیار
آیا ہے غش کہاں در دلدار کے قریب

غزل در مدح شبِ اسریٰ

بیا بیا کہ طرب زاست بزمِ ما امشب
بہارِ گلشنِ ما ہست جانفزا امشب

بیا بیا کہ زگلریزیٔ سخن گلہا
بباغِ بزم شگفتہ چہا چہا امشب

بیا بیا کہ برافروخت صد چمن عارض
ببوستان تدلّٰی گلِ دنٰی امشب

بیا بیا کہ برانداخت برقع لولاک
ز روئے نورفشاں شاہدِ لما امشب

بیا بیا کہ گل راز کنتُ کنزاً را
درین چمن شگفانند بر ملا امشب

بیا بیا کہ زماکانَ بشگفانیدند
بشاخسارِ تجرّد شگوفہا امشب

بیا بیا کہ شد از وصفِ زلف و عارضِ او
زباں مفسرِ واللّیل والضُّحیٰ امشب

بیا بیا کہ فروغی بہ بزم و بیداراست
زشمعِ روشنِ مازاغ وماطغیٰ امشب

بیا بیا کہ بود نورِ چشمِ نظارہ
زکحلِ روشنی افزائے قدرأیٰ امشب

بیا بیا کہ زباں ترجمانِ اسرار است
نمی رود سخنے از سرِ ہوا امشب

بیا بیا کہ شبِ ما ز نور یا شبہا
وہد ہزار شب قدر را ضیا امشب

بیا بیا کہ کند اخذ صد ہزار فروغ
چراغِ طور ہم از شمعِ بزمِ ما امشب

بیا بیا کہ برائے حضورِ محفلِ ماست
بقدسیاں ہمہ شور بیا بیا امشب

بیا بیا کہ بود کامِ جان و دل شیریں
بریم چوں بزبان نامِ مصطفیٰ امشب

بیا بیا کہ ز آسرائے بعبدہٖ لیلاً
سخن سرا شدہ رعب سخن سرا امشب

ردیف (ب) ۴۴ شعر جسمیں ۱۰ شعر عربی کے شامل ہیں

ردیف (پ)

آتے نہ تھے جو صبح کو دشمن کے گھر سے آپ
تشریف لا رہے تھے پھر آخر کدھر سے آپ

آئینہ سے تو صاف کھلا غدر محو دید
یہ اپنا عکس دیکھتے ہیں کس نظر سے آپ

محروم ہاں نہیں سے رہا طول مدعا
تنگ آئے دل سے ہم ہیں دہن مختصر سے آپ

قسمت یہ کسکی جاگ اُٹھی کسکے دن پھرے
یوں چھپ کے آج شب کو جو نکلے ہیں گھر سے آپ

اُس خود نما سے قول ہے حسن غیور کا
للہ اُتر بھی آئیے اب بام پر سے آپ

گیسو چھوے خطا ہوئی دیوانہ ہی تو تھا
برہم عبث ہیں عاشق آشفتہ سر سے آپ

کچھ بدر کو ہے حسن کا دعویٰ شبِ وصال
گھونگٹ ہٹائیے رخِ رشک قمر سے آپ

اچھا جو لاغری کا ہمارے یقیں نہیں
نقشہ ملا نہ لیجئے اپنی کمر سے آپ

ہر دم ہے ایک پردہ نشیں کی وطن میں یاد
اے رعب خوب لائے یہ تحفہ سفر سے آپ

ردیف (ج)

کسکے استقبال کو ہم آپ سے جاتے ہیں آج
شان از خود رفتگی کہتی ہے وہ آتے ہیں آج

یا تو وہ طوفاں تھا کل یا گریۂ خوں کا یہ رنگ
چند قطرے بھی بمشکل تا مژہ آتے ہیں آج

کیا قیامت ہے کہ میرے نالہ ہائے برق پاش
اُنکو بھی آغوش استغنا میں تڑپاتے ہیں آج

جذب جانبازی سلامت۔ تو رگ گردن کے ساتھ
آپ ہی ہم جانب مقتل کھنچے جاتے ہیں آج

منتظر کس حشر کے اُٹھنے کا ہے اب انقلاب
اپنے بیتابوں کو وہ محفل سے اُٹھواتے ہیں آج

عرصۂ محشر میں بھی ہیں ہم آوازِ کلیم
طور سے بڑھکر کہیں ساماں نظر آتے ہیں آج

تو کسیکا وعدۂ فردا قیامت کر گیا
دل گیا تھا جسکا کل وہ جانسے جاتے ہیں آج

نالۂ آتش فشاں ہیں فیض باراں کا جواب
ہم زمیں سے آسماں پر آگ برساتے ہیں آج

حشر کا وعدہ تھا نالوں نے اُٹھایا حشر بھی
دیکھئے ایفا میں وہ کیا عذر فرماتے ہیں آج

سود فردا کے لئے کسکو فراغِ اہتمام
ہائے وہ کل کا زیاں ہم جسکو پچھتاتے ہیں آج

تمکو ڈھونڈھینگے بھلا اسطرح کے کھوئے ہوئے
رعب کو ہم کل سے بھی خود گم ہوا پاتے ہیں آج

سنہ ۱۹۰۲ع — ردیف (ج) — شعبہ

پرہیزگار نشے میں ہوں چور کسطرح
ہاں اے کسیکی نرگس مخمور کسطرح

ہردم خیال اک بت برباد کن کا ہے
ویرانۂ دل اپنا ہو معمور کسطرح

کچھ رعب بدنصیب کی وقعت نہ آبرو
بیٹھا ہے انجمن میں تری دور کسطرح

سنہ ۱۸۹۹ع — ردیف (د) — شعبہ

از پئے فکر مضامیں دل بکارم کردہ اند
روز اول شاعری یعنی شعارم کردہ اند

توبہ اے زاہد چہ فرمائی کہ در روز ازل
مست و بیخود از پئے عشق نگارم کردہ اند

از برائے نالہ موزوں کردن اندر باغ دہر
منتخب در عندلیبے از ہزارم کردہ اند

آہ اگر طرفے نہ بندد نالۂ خارا گداز
این بتانِ سنگدل بیوجہ خوارم کردہ اند

شوق دیدِ گلرخاں بعد از فنا ہم پابجاست
ہدیۂ دوشِ صبا مشتِ غبارم کردہ اند

جوہری کو؟ مشتری کو؟ اندریں سُوق الکساد
ہست بیحاصل کہ دُرِّ شاہوارم کردہ اند

چوں رُوم زیں کوکہ گلکارانِ قد جفّ القلم
جسم خاکی خشتکِ دیوارِ یارم کردہ اند

(ردیف ر)

ای زہے صنعتِ مشاطۂ حُسنِ گلزار
وے خہے جلوۂ معشوقِ خود آرائے بہار

باغ جنت شدہ ہر باغ ز جوشِ اظہار
دشتِ ایمن شدہ ہر دشت ز فیضِ انوار

سوسنِ مدح سرا گشتہ زباں سر تا پا
میکند بر چمن آرا گہرِ حمد نثار

چشمِ نرگس کہ دمِ صُبح خمارے دارد
بودہ باشد ہمہ شب بہرِ عبادت بیدار

ور گلستاں چہ گلِ حُسن و محبّت بشگفت
گلِ بشگفتہ یکے بُلبلِ شوریدہ ہزار

نغمہ سنج است بوصفِ چمنستاں ہر اے
ورنہ برگل چہ بود زمزمۂ بُلبلِ زار

نقدِ دل خواستہ گل تا بہ نگہ زر بخشید
وہ چہ گرم است دریں وقت چمن را بازار

لالہ ساغر بکف ایں نکتہ سراید گوئی
کہ دمِ عیش و نشاط است و خوشی بادہ بیار

غم مخور، شاد بزی، سُوئے چمن رو خوش گیر
دلبرِ خرّمی و شاہدِ شادی بہ کنار

وقتِ گلگشتِ چمن ہست بخلوت منشیں
رُخ بگلزار بکُن با صنمے لالہ عذار

توبہ گر نشکنی اکنوں گُنہِ سخت بود
مئے گلگوں خور و لب نہ بلبِ لعلِ نگار

طرفِ باغ است یکے قطعۂ جنّاتِ نعیم
لبِ جُو ہست یک اُنموذجِ تجری الانہار

خَمرِ دانی چہ بود شربتِ شادی افزائے
خاکم بر فرقِ غمِ جاں گسِلی ہائے خمار

گشتہ از غیب مہیا ہمہ اسباب فرح
وائے آنکس کہ بیک گوشہ نشیند بیکار

ماہ عید آمدہ در موسم گل - قرباں کن
زہد بر جامِ بلوریں مئے چوں گلنار

بارِ افسردہ دلی چند کشیدن بر سر
سُبک از رنج بر آ تازہ نگارے بکف آر

گر نداری سرِ سودائے شمیم گلشن
بارے اینک بنگر تازہ بہارِ اشعار

گلشنے ہست کہ گلہاش چو گل گل بشگفت
نقد گلہائے چمن را ہمہ بشکست عیار

نو عروسی ست کہ بر داشت ز رخ برقعِ غیب
بشہو و آمد و از غرفہ نماید رخسار

بکرِ دوشیزہ از خوش تتق عفت و ناز
رونمود و شدہ ہنگامہ فروزِ دیدار

باش تا رغب سخنور کند ایں بانورا
روشنی بخشِ عیوں نور فزائے ابصار

دل آگیا اک بتِ حسیں پر تُلا ہوا ہے جو ظلم و کیں پر
پہاڑ ٹوٹا یہ مجھ حزیں پر کہ ہوں گراں اپنے ہمنشیں پر

ہوا تو بس فیصلہ یہیں پر تم اپنے دیں پر ہم اپنے دیں پر
جو مرتے ہیں واعظ اک حسیں پر وہ دیکھے جان حورِ عیں پر

جب اُسنے دیکھا عرق جبیں پر تو آگیا رحم مجھ حزیں پر
فدا ہوں ہنگامِ وا پسیں پر کہ سر ہے زانوے نازنیں پر

مریضِ غم ہیں کراہتے ہیں شباب کو ہم ہراتے ہیں
اک اچھی صورت کو چاہتے ہیں دل اپنا آیا ہے اک حسیں پر

کہا سرِ انجمن جو اتنا کہ نقد دل کھو گیا ہے میرا
وہ سیمتن کس ادا سے بولا تلاش کیجے کہیں یہیں پر

ہر ایک شب نذر کہکشاں سے وہ کرے فلک پیشکش ستارے
بھرو جو تم مانگ موتیوں سے اگر تم افشاں چنو جبیں پر

بہت نہ واعظ بیاں کیا کر حرارتِ آفتابِ محشر
فدا ہزار ایسے مہرِ انور کسیکے رخسارِ آتشیں پر

کیا ہے گرم آج کسکا پہلو جلا یہ کس چشمِ نم کا جادو
بتاؤ پونچھے ہیں کسکے آنسو تری یہ کیسی ہے آستیں پر

جنابِ دل کیوں نہیں ہے ممکن - وہ مہر وش مہرباں ہوں لیکن
ہماری آہِ رسا کسیدن ڈھئی تو دے چرخِ چارمیں پر

بلا سے نکلے جنازہ میرا بھلا وہ کیا خاک دینگے کاندھا
جنھیں ہے آنچل گراں گذرتا سنبھالنا دوش نازنیں پر

وہ پیارا سینہ ابھار پر ہے وہ گوری رنگت نکھار پر ہے
وہ گل سا چہرہ بہار پر ہے غضب کا جوبن ہے اک حسیں پر

یہی رہا دکھ دلِ حزیں کو تو چل ہی دینگے کبھی کہیں کو
فلک بھی آزار دے ہمیں کو تمھارے بھی ظلم ہوں ہمیں پر

ہجوم عشاق یہ گا ہے یہ شورِ آہ و فغاں بپا ہے
کہ شبہ میدانِ حشر کا ہے کسی کے کوچہ کی سرزمیں پر

در آیا دل میں وہ حور طلعت بڑھی ہے اس گھر کی زیب و زینت
اسی مکاں پر ہے لوٹ جنت فدا ہیں حوریں اسی مکیں پر

لگا لیں تشبیہ مشک چیں کی کیا کریں لوگ موشگافی
ہمیں تو سوجھی نئی کوئی پھبتی کسی کے گیسوئے عنبریں پر

ازل سے ناکام آرزو ہوں سر انکے در پر پھوڑتا ہوں
کبھی نہ سیدھا ہو بخت واژوں حرف آئے خطِ جبیں پر

بر آئے امید قتل کیونکر چھپے ہیں نازو نیاز آکر
نظر ہے قاتل کی سوئے خنجر مری نگاہ اسکی آستیں پر

نصیب جاگے ستارہ چمکا ہوا ہے مہماں وہ رشکِ عیسیٰ
نہ کیسے آج میرے گھر کا دماغ ہو چرخِ چارمیں پر

بتوں کے بندے بنے ہیں یارب کہاں نکالیں اور کہاں کا مذہب
ہمیں فقط اک صنم سے مطلب فدا ہیں اک کافرِ حسیں پر

تمھیں مبارک تمھاری جنت ہمیں تو واعظ نہیں ہے حاجت
کسی کا کوچہ رہے سلامت پڑے رہینگے کہیں وہیں پر

عجب مزا مست مہوش ہے کہ میکدہ میں جو بادہ کش ہے
نشیلی آنکھوں پر اسکی غش ہے فدا ہے اُس شوخ تر حسیں پر

رہی سرِ انجمن کسی کی نگاہِ قہر و غضب ہمیں پر

کہاں یہ بند قبا ہے ٹوٹا یہ آج جوبن ہے کسنے لوٹا
گمانِ دلِ بدگماں کا جھوٹا نہیں تری چشمِ سرمگیں پر

میں دل سے اس بات کا ہوں خواہاں مگر انکار پھر کروں ہاں
نثار ہاں ہاں کروں میں قرباں تمھاری ہاں ہاں نہیں نہیں پر

پچاس کا نسو کا ذکر کیا ہے یہ قول اللہ کھو میں رجب کا ہے
دل آگیا ہے دل آگیا ہے تمھیں پہ ایجان ہاں تمھیں پر

دل آیا اک عیسیٰ زماں پر کہ مہرباں ہے وہ ناتواں پر
دماغ اپنا ہے لامکاں پر مزاج ہے چوتھے آسماں پر

فدا ہوں جس بت فتنہ زماں پر پڑا ہوں اس بت کے آستاں پر
تُلا ہے چرخ امتحاں پر اب اٹھکے جاتا ہوں میں کہاں پر

یقیں ہے آہ شرر فشاں پر کبھی جو پہنچی بھی آسماں پر
تو صاعقہ نکلے یہ وہاں پہ گر پڑی میرے ہی آشیاں پر

نہ آئے کچھ رحم تجھکو کافر نہ جائے تیرا غبار خاطر
ہمیں اسی طرح پھوڑنا ہے ضرور تیرے سنگ آستاں پر

عجب خدایا کیا یہ افسوس کہ ایک بت کے دہن کا مضموں
عدم سے لائی ہے کرکے موزوں علو فکر طبع نکتہ داں پر

مری عیادت کو بھی تم آئے تو غیر کو اپنے ساتھ لائے
تمہیں کہیں کیوں نکل نہ جائے مرا دم اس قہر ناگہاں پر

ستم اٹھانا جفائیں سہنا ہمیں کسیکی گلی میں رہنا
کبھی نہ کچھ بات منہ سے کہنا نہ اف بھی لانا کبھی زباں پر

اجل عبث دے رہی ہے دھمکی یہ جان مہماں ہے کوئی دم کی
کہ ہر طرف سے ہے فوج غم کی چڑھائی مجھ زار و ناتواں پر

رقیب ہیں گرم دادخواہی کہیں حقیقت کھلے کماہی
وہ شوخ سفاک یاالٰہی ہو آج آمادہ امتحاں پر

جناب واعظ پہ جبر کیسا اٹھا ہے دیکھو وہ ابر کیسا
ہم ایسے رندوں کو صبر کیسا جو غش ہیں صہبائے ارغواں پر

اڑا چکا خاک جب جہاں کی تو سیر کی دشت لامکاں کی
تلاش میں اپنے بے نشاں کی نہیں میں پہونچا کہاں کہاں پر

یہ ظلم ہم پر جو ہو رہا ہے کسیکی کاہیکو کچھ خطا ہے
قصور اپنا سب آپ کا ہے نہ رکھیئے الزام آسماں پر

بلا سے سر پہ پہاڑ ٹوٹے یہ سنگ در الصنم نہ چھوٹے
خدا کرے قسمت اب نہ پھوٹے پڑا رہوں تیرے آستاں پر

مری بکا سب کا جی جلائے مری فغاں عرش کو ہلائے
تمہیں نہ گو کچھ بھی رحم آئے مری بکا پر مری فغاں پر

گلے ہزاروں ہزاروں شکوے مگر ادا کیونکر آہ کیجے
کہ سیکڑوں سوزش دروں سے پڑے ہیں چھالے مری زباں پر

ترس تو کچھ او ستمگر آتا کبھی عیادت کو دم بھر آتا
یقیں ہے تیرا بھی دل بھر آتا مجھ ایسے بیمار و ناتواں پر

ہمارے پردہ نشیں سے کوئی کہے ذرا جاکے بات اتنی
کہ چاہئے رحم کچھ تجھے بھی کسی مریض غم نہاں پر

انھیں گماں ہے یہ پاکے بیدم کہ مرتے ہیں جور کیلئے ہم
مزاج میں عشق ہے مسلم یقیں ہے قرباں اس الم پر

۱۳ دسمبر صاحب صاحب حسین گنج ۱۹۰۵ء لکھنؤ

حرم کی حرمت گھٹانے والا بتوں کو حد سے بڑھانیوالا
یہ رعب شاعر کہانے والا خدا کی مار ایسے خوش بیاں پر

[illegible]

آمادہ آپ ہوں کہ نہوں امتحاں پر
جانباز جو ہیں کھیل ہی جائینگے جان پر

مانا اثر ہے لوٹ تری داستاں پر
بلبل نہ رینگی جوں بھی مگر گل کے کان پر

چمکا ستارہ اپنا ہوا مہرباں وہ ماہ	تاثیر آہ کا ہے وہ داغ آسمان پر
پاس ادب نہ جسمیں رہے عشق ہی وہ کیا	ہم اور لائیں حرفِ شکایت زبان پر
گردوں نمیں شور اُٹھا الحفیظ کا	یا رب یہ کسکی آہ گئی آسمان پر
بلبل کو فصل گل میں نہ صیاد رکھ اسیر	ظالم روا ابھی ہے یہ ستم بے زبان پر
اغیار کوئی دنمیں سبک ہونگے دیکھنا	یونہیں تلا رہا جو وہ شوخ امتحان پر
آشوب زا اگر ہے قیامت ہوا کرے	ہم تو مٹے ہوئے ہیں کسیکی اُٹھان پر
اللہ رے رعب حسن کہ ہر حرف مدعا	آ آ کے رہگیا شب وعدہ زبان پر
غمزہ چھری لئے ہوئے خنجر بکف ادا	کیونکر گلے کٹیں نہ تری آن بان پر

جون ۱۹۰ء

گو رعب التفات کے قابل نہیں مگر
نازاں ہے تیری بندہ نوازی کی شان پر

۱۹۰۹ء

نگار مضمون تازہ قرباں کرو ہمن یہ مری زبانپر	عروس معنی نو تصدق کرے سخن پر مرے بیاں پر
غش ہوں نظارہ گر برق تجلا ہو کر	پھر گئی آنکھوں میں یہ کسکا سراپا ہو کر
روتے ہیں جان کو اس رونے کی رسوا ہو کر	کیا ڈبویا ہے ہمیں قطرہ نے دریا ہو کر
تیرے نظارہ گر اے آئنہ سیما ہو کر	ہم رہے بزم میں حیرت سے تماشا ہو کر
دل میں گھر کر کے جلایا اُسے اے شمع لقا	انجمن سوز ہوئے انجمن آرا ہو کر
آ ارنی کہہ تو دیا شوقِ تماشا میں کلیم	کہیں رہجائیے خود ہی نہ تماشا ہو کر
ترے آنے کی خوشی جان سے جانیکا پیام	ہائے مرنا ترے بیمار کا اچھا ہو کر
جام وہ دیں تو اُڑے کاش مرے رنگ کیطرح	طائرِ روح عدو پنبۂ مینا ہو کر
حیف مرنا ترے بیمار کا اے رشک مسیح	وہ بھی منت کش ارباب مداوا ہو کر

قصر تک اک مہ کامل کے رسا ہونا تھا
نالۂ دل کو ملا خاک فلک سا ہو کر

کم بہت حوصلۂ شوق سے ہے وسعت دشت
کیا کریں جوش جنوں بادیہ پیما ہو کر

آج ہی یاس یہ کہتی ہے قیامت دیکھو
کل بھی رہ جائے اگر وعدۂ فردا ہو کر

حرف مطلب کا مقدر کہ وہ سنکر چپ ہیں
رہگیا یہ بھی مگر شکوۂ اعدا ہو کر

تو تو کیا آپ کو خود بھی نہیں پہچانتے ہم
ہو گئے اور ہی کچھ تیرے شناسا ہو کر

حشر اٹھیگا کسی روز سر راہ گذر
ہم بھی بیٹھے ہیں ترا نقش کف پا ہو کر

سر بسر یاس کا مضمون ہے اے قاصد یار
خط بھی آیا مری تقدیر کا لکھا ہو کر

رنگ رخ اڑکے مرا ہو گیا اس گل کی مہک
شہرت حسن بنا راز غم افشا ہو کر

اب کہاں ناوک دلدوز میں پہلی سی خلش
رہگیا وہ بھی غم لذت ایذا ہو کر

تو جو ناخوش ہے تو بنتی ہے بگڑ جاتی ہے
مری تقدیر بھی تدبیر احبا ہو کر

تو بھی خط جبیں آج مٹا دوں اے بت
سنگ در پر ترے میں ناصیہ فرسا ہو کر

سعی بیکار نے جب عشق میں ہمت ہاری
جان پر کھیل گیا رعب شکیبا ہو کر

روندے تاثیر کیوں یہ جوش حرماں دیکھکر
پھیر لی آج آنکھ اسنے مجھکو گریاں دیکھکر

بھر گیا آنکھوں میں یہ کس گل کی شوخی کا سماں
غش ہوں نیرنگ بہار باغ امکاں دیکھکر

مایۂ حیرت ہے اک نازک مزاج آئینہ رو
ہاں ذرا اظہار یاس اے چشم حیراں دیکھکر

زندہ باش اے مرگ کیا آشوب جاں تھی زندگی
آنکھ گویا کھل گئی خواب پریشاں دیکھکر

شورش آباد ایک دیوانے کے دم سے تھا گھر
آج کیا روئے ہیں ہم سنسان زنداں دیکھکر

شکوہ سنج کم نگاہی تھا بہت اچھا ہوا
کھو گیا دل تیرے آئینہ کو حیراں دیکھکر

کیوں قیامت ہو خرامِ فتنہ زا سے کامیاب
رکھ زمیں پر پانوں آشوبِ دوراں دیکھکر

ہم ہیں گردِ کلفتِ خاطر ہے اور شوریدگی
خاک یوں وحشی اُڑاتے ہیں بیاباں دیکھکر

ہستیِ واجب کا آئینہ ہے اور کچھ بھی نہیں
محوِ حیرت ہوں طلسمِ آباد امکاں دیکھکر

قائلِ ہنگامہ آشوبی نہیں اک ناز میں
عرضِ شورش اے جنونِ فتنہ ساماں دیکھکر

بات اُنھیں محفل میں کیا آئے جھینپ چپ لگ گئی
گر گئیں آنکھوں کی چشمکہائے پنہاں دیکھکر

محوِ نظارہ وہ میرے داغہائے دل کے ہیں
کھل گئیں آنکھیں بہارِ نرگسِ مستاں دیکھکر

کون کہتا ہے کہ اظہارِ وفا اچھا نہیں
رعب لیکن شکوۂ ابنائے دوراں دیکھکر

اُف رے بیدردی کہ میرا حالِ مضطر دیکھکر
ہنس دئے وہ جانبِ چرخِ ستمگر دیکھکر

آ رہے تھے ہم ہجومِ آہ و محشر دیکھکر
کھل گئیں آنکھیں ترے کوچہ کا منظر دیکھکر

جانستانی میں رہے عشق و ہوس کا امتیاز
جنبشِ ابرو ذرا نازک ستمگر دیکھکر

میری فطرت خود مری بربادیوں کی ہے کفیل
مطمئن گردوں ہے نیرنگِ مقدر دیکھکر

آرزو مندِ نمک پاشی ہیں اک وحشی کے زخم
شورش افزائی تری اے صبحِ محشر دیکھکر

جانتے تھے ہم کہ بل پڑنے کو ہیں تقدیر میں
زلف گیرا کو پریشاں دل کو خودسر دیکھکر

نازِ استغنا کے سر پر شوقِ جانبازی کا خون
آرزوئیں کٹ گئیں قاتل کے تیور دیکھکر

سرزنش لکھی تھی قسمت میں تو اے بت کاش ہم
پھوڑتے سر تیرے دروازہ کا پتھر دیکھکر

پردہ رہ جائے تو بہتر پاسِ ضبطِ شوق کا
دیکھکر اے جوشِ اشکِ دیدۂ تر دیکھکر

لاکھ لطفِ میکشی صدقے اس اک اندازہ پر
مست ہوں خالی کفِ ساقی میں ساغر دیکھکر

نالۂ سرد ہوا ہے گرم جوشِ انتقام
عزمِ گردش اے سپہرِ کینہ پرور دیکھکر

نازکی آزردہ دل ہے کیوں امید افزا ہوا
دیکھتا قاتل کا مجھکو سوے خنجر دیکھکر

دل عدو کا وہ بھی تیرہ اور ترا محو خیال
ہم تو حیراں ہیں اس آئینہ کو ششدر دیکھکر

تیغ سے جانباز غم کو تھی عجب دل بستگی
مر گیا طرز رعنا دِ چشم جوھر دیکھکر

کیا خبر آشوب محشر کی مگر دل لوٹ ہے
اک نیا فتنہ ترے قد کی برابر دیکھکر

شیوۂ عشق آفرینی ہے سر آغاز جنوں
دل کی جانب اے نگاہِ فتنہ گستر دیکھکر

سر مرا شوقِ جبیں سائی کا ہے ہنگامہ زار
محشرستان ادب یعنی ترا در دیکھکر

دیر سے ہے دل یہاں بیتاب جوشِ اضطراب
ہاں ذرا اے گردش چشم فسونگر دیکھکر

شور محشر کی نمک پاشی کا کب تک انتظار
ہنس پڑو تم زخم ہائے جسم لاغر دیکھکر

سرمۂ آوازِ فریادی ہوئی گرد نگاہ
تیرے تیور دیکھکر آشوب محشر دیکھکر

ہاے اب کس بات کا ہے انتظار اے انقلاب
ہنس پڑے وہ اضطرابِ رعب مضطر دیکھکر

مدح صحابہ

مستیِ وحدت ہے فیضانِ مدامِ چار یار
بادۂ عرفاں سے ہے لبریز جامِ چار یار

اوجِ قربِ شاہ اَوْ اَدْنیٰ مقامِ چار یار
یہ تو مہر وَمَا یَنْطِقُ کلامِ چار یار

کیوں نہ اس طرز سخن پر لوٹ ہو ذوق درود
یا محمدؐ کہکے میں لیتا ہوں نامِ چار یار

خرمنِ باطل کی ہستی کیا کہ خاکستر نہو
برقِ غیظِ حق ہے تیغِ بے نیامِ چار یار

مایہ دارِ نازِ دولت ہے اگر اے آسماں
شاہِ ملک بے نیازی ہے غلامِ چار یار

نورِ چشم شوکتِ دیں منظرِ دیوار و در
مظہرِ شانِ رَفَعْنَا اوجِ بامِ چار یار

چار باغِ طیبہ سے آتی ہے اترائی ہوئی
مژدہ اے دل رہ صبا لائی پیامِ چار یار

غرقِ طوفانِ عدم ہے کشتیِ کفر و نفاق
بارک اللہ موجۂ آبِ حسامِ چار یار

رشے دے اپنا کرشمہ اے بہارِ ہشت خلد
میں ہوں محوِ کوے فردوس احترامِ چار یار

عندلیبِ سدرہ باغِ قدس میں ہے ہمصفیر
ہوں وہ رنگیں نغمۂ وصفِ کلامِ چار یار

ساقیِ بزمِ سقٰھُم ربھُم میں کیوں نہو
سرخوش یُسقَوْنَ فِیہا مست جامِ چار یار

سجدہ فرسودِ ہدایت ہے ہر اک نقشِ قدم
قبلہ گاہِ استقامت ہے خرامِ چار یار

اس خراب آبادِ ہستی میں ہیں مستانِ الست
سرخوشانِ رشحۂ کاسُ الاکرامِ چار یار

مردہ دل کے حق میں تحریکِ نفس روح القدس
جنبشِ لبِ معجز یحیی العظامِ چار یار

نظمِ پنج ارکانِ اسلام آیتِ تصدیق ہے
جلوہ گر ہے شاہدِ حسنِ نظامِ چار یار

چار جانب ہے صدائے صدق و عدل و حلم و علم
شش جہت ہے جادہ گاہِ فیضِ عامِ چار یار

چار دیوارِ عناصر کا شرف ہے واہ وا
چار طاقِ درگہ عرش احترامِ چار یار

دل مرا تیری تمنا کو کنیزی میں نہ لے
اے شکوہِ خسروی میں ہوں غلامِ چار یار

حسنِ خلق آئینہ دارِ فاصفحِ الصفحَ الجمیل
عفو ہے منظور جوشِ انتقامِ چار یار

نور وہ دیکھا کہ چشمک زن ہے برقِ طور پر
اللہ اللہ جلوۂ مہتابِ بامِ چار یار

مرگ اہلِ دل حقیقت میں ہے ترکِ کدورت
جان آجاتی ہے جب لیتا ہوں نامِ چار یار

صدقے اے نکہت فروشِ گلشنِ خلقِ عظیم
تیری خوشبو سے معطر ہیں مشامِ چار یار

جادہ جادہ منی ھٰذا صراطی مستقیم
شرحِ متنِ اِھتدَیتُم گامِ گامِ چار یار

تاجِ تارک طرۂ السابقون الاولون
تختگاہِ جنت نازُ لفی مقامِ چار یار

کیوں نہو ہر نو عروسِ شعر چوتھی کی دلھن
رعب ہے ناظم ردیف آراے نامِ چار یار

گئی وہ تازہ دماغی کسے خوش آئے بہار
فسردہ دل ہیں نہ چھیڑے ہمیں ہوائے بہار

غلط کہ تیری جوانی کا رنگ اڑائے بہار
کسی ہوا میں نہ بھولے ذرا ہوائے بہار

یہ رنگ ہے تو کوئی تازہ گل کھلائے بہار
جنوں سے چھیڑ کرے شوخی ہوائے بہار

کبھی تو شور تبسم سے زخم دل ہوں ہرے
کبھی اس اجڑے ہوئے باغ میں بھی آئے بہار

ہم اور بیخودی لذت قفس طلبی
فراغ سیر ہے کسکو ہزار آئے بہار

مبارک اہل جنوں شوق چاک پیرہنی
شباب ہے کسی گل کا اور ابتدائے بہار

ترے شباب کے آگے جما نہ رنگ اے شوخ
نمود گلشن تصویر ہے ادائے بہار

جنوں بہانہ طلب ہے دل انقلاب پسند
ہم آشنائے خزاں ہیں نہ آشنائے بہار

ہماری گردش سر شورش آفرین جنوں
ہماری شورش دل وحشت آشنائے بہار

دکھائے شوخی نیرنگ کیا سماں دیکھیں
ہنسائے گل کو کہ بلبل کو خوں رلائے بہار

یہ کیا فسردگی ضعف کا تقاضا ہے
بڑھائے دل کو فضائے جنوں فضائے بہار

نہ دل رہا نہ طراوت رہی وہ داغوں کی
بہار میں بھی یہ رونا ہمیں کہ ہائے بہار

جفائے ضبط پھر آسان ہے کہ مشکل ہے
حریف ولولۂ شوق ہو وفائے بہار

بس اے نشاط اسیری کہیں خدا نکرے
کہ حوصلہ مری وحشت کا آزمائے بہار

تری نمود ہے یا محشر بلائے جنوں
ترا شباب ہے یا پیکر فضائے بہار

ہنسے نہ زخم دل اکدن ہجوم تنگی سے
ہمارے باغ میں خالی ہوئی نہ جائے بہار

ہوے رہا بھی تو کیا جائینگے پی گلگشت
بقدر شوق نہیں فرصت بقائے بہار

مجھے دماغ نہیں بوئے بے وفائی کا
خراب نکہت برباد ہے ہوائے بہار

بہت بعید ہے رغب اور پاس خودداری
نہ ابتدائے جنوں ہے نہ انتہائے بہار

دوئی سوزی ہے نازاں اتحادِ عشقِ کامل پر
دلِ مجنوں کا ہوتا ہے گماں لیلیٰ کی محمل پر

گراں لطفِ تپش ہے نازکی سے طبعِ قاتل پر
الٰہی رحم الٰہی رحم شوقِ رقصِ بسمل پر

نگاہیں پڑ رہی ہیں اُس جمالِ جلوہ مائل پر
یہ برقِ بے اماں دیکھیں گرے کس خرمنِ دل پر

مقابل آئنہ ہے اور جوشِ رشکِ معشوقی
ارے دیکھ آنچ آئے دل ترے مدِ مقابل پر

کرے تیغ آشنا ذوقِ ستم کیونکر نزاکت کو
مرا شوقِ شہادت لوٹ ہے تشویشِ قاتل پر

یہ نیرنگِ فروغِ آتشِ گل رنگ لائے گا
گرے گی ایک بجلی خرمنِ صبرِ عنادل پر

کہاں مجھ سا زمانے میں حریفِ عاقبت سوزی
کہ دل آیا اور آیا کس طرح اک دشمنِ دل پر

نہ چار آنسو بہائے تم نے اتنا بے اثر ٹھہرا
تمناؤں کا ماتم کشتۂ بیتابیٔ دل پر

یہ گلزارِ جوانی کون یارب محفل آرا ہے
بہارِ گلشنِ جنت بھی غش ہے رنگِ محفل پر

رسائی راس کیا آتی سرِ سودا طبیعت کو
مدارِ لذتِ آوارگی تھا شوقِ منزل پر

دلِ سہل آشنا ہے پائمالِ ذوقِ ناکامی
غلط کیوں حل مشکل کی ہو ہمت میری مشکل پر

غبارِ قیس کا برباد ہونا کام آئے گا
نگاہِ غیر کیوں پڑنے لگی لیلیٰ کی محمل پر

سیاہی اخترِ قسمت کی بھی کوتاہ وسعت ہے
بلائے عشق ہے موقوف اُس رخسار کے تل پر

فریبِ خودنمائی بھی خطابِ لن ترانی بھی
فدا ہے بے حجابی اس حجابِ نیم حائل پر

بہارِ فتنہ ساماں نے کیا رازِ جنوں افشا
مجھے وجد آگیا اے رعب گلبانگِ عنادل پر

دل کی حیرت دیکھئے اُس لعلِ بے تقریر پر
غنچۂ تصویر غش ہے غنچۂ تصویر پر

ناز ہے دل کو ہجومِ داغِ بے تاثیر پر
ہائے وہ بلبل کہ غش ہو گلشنِ تصویر پر

اللہ اللہ نازکی قاتل کی اور مشقِ ستم
لاکھ ذوقِ بزم قرباں لذتِ تعزیر پر

پنجۂ وحشت گلوگیر گریباں ہی رہا
صبر اب یارب پڑے دامانِ چرخِ پیر پر

شادیِ ناحق کشی عاشق کو وجد انگیز ہے
غش انا الحق گو ہے شورِ شہہائے دار و گیر پر

کوئی بتلائے کہ جز تقدیر ہے تدبیر کیا
بے سبب تقدیر ہنستی ہے مری تدبیر پر

تو نیاز عشق ہوں اے پاس ضبطِ غم معاف
بس نہیں چلتا ہجومِ آہ بے تاثیر پر

خانہ آشوبی سلامت تیری اے شورِ جنوں
خندہ زن ہے ذوقِ ویرانی مری تعمیر پر

کثرتِ دلہائے بسمل اور سرِ مژگانِ یار
ٹوٹے پڑتے ہیں ہدف اندازۂ نوکِ تیر پر

لذتِ شوریدگی ہے اور سر سودائیاہ
گردشِ گردوں نثار اس گردشِ تقدیر پر

محشر آرائے اثر ہونا قیامت ڈھائیگا
رحم او ظالم ہمارے نالۂ شبگیر پر

دلنشیں تر تجھسے بھی اے بت ہے خاموشی کا رنگ
دل مرا آ ہی گیا آخر تری تصویر پر

حد بھی ہے تاچند عذر امتحانِ تابِ درد
رحم او بیدرد رحم اب عاشقِ دلگیر پر

طنزِ طعنِ بیدلی تھی موجبِ افشائے راز
رعبؔ کو وجد آگیا اُس شوخ کی تقریر پر

خندۂ لب نمک فشاں دل کو فگار دیکھکر
شوخیِ غمزہ جاں ستاں جسم کو زار دیکھکر

جوش صفا کمال ہے حیرتیِ جمال ہے
دل کی طرف بھی اک نظر آئینہ یار دیکھکر

شورشِ دل فسردگی مردگیِ دماغ تھی
شکر کہ بڑھ گیا جنوں جوشِ بہار دیکھکر

تابِ نظر کا ادعا کیوں آرنی پکار اُٹھا
عذر کلیم کیا ہے اب جلوۂ یار دیکھکر

دشنہ فروشیِ نگاہ جوہرِ مرگ در بغل
اف وہ ادائے التفات مجھکو نزار دیکھکر

راہ میں ہے مٹا ہوا اک دل شورش آزما
عشق خرام دیکھکر فتنہ شعار دیکھکر

دور شراب میں رہے عشق و ہوس کا امتیاز
زحمتِ نشہ ساقیا ظرفِ خمار دیکھکر

ذوق نظر بجا مگر منظر دلکشا کہاں
دل نے کیا ہے یاد پھر عمر بلاکشی دراز
جانتے تھے کہ ایکدن اپنا بھی آشیاں نہیں
میرے دل شکستہ میں اُسکے خیال کا ہجوم
وحشت ہوا کشش فزا وحشت مضطرب نوید

چشم بصیرت آشنا لیل و نہار دیکھکر
سلسلۂ جنوں بڑھا زلف نگار دیکھکر
آہ سپہر سوز کو صاعقہ بار دیکھکر
جلوۂ حسن کو ہے ناز آئینہ زار دیکھکر
پائے خلش طلب بڑھا کثرت خار دیکھکر

رعب کا حال زار تھا عالم عبرت آفریں
آج تو وہ بھی رو دئے آخر کار دیکھکر

روئے رنگیں جلوہ ہے سر جوش تاثیر بہار
مصحف رخسار رنگیں ہے کہ تفسیر بہار
ہائے کس صورت سے انگیز جنوں کا ہو حریف
ننگ ہے دنیائے وحشت حوصلے بیتاب ہیں
ہاں ذرا شور تبسم پھر کہ زخم دل ہنسیں
صفحۂ گلشن کی رنگینی نہیں غیر از نمود
تازہ ہوں پھر داغ دل ہاں اے نسیم آہ سرد
زیست کا میری ہے کہ رہن جنس غم نقد شباب
مجھکو بھی رنگیں نوائی سے ہے ذوق اے باغباں
گوش گل راز آشنائے رنگ مستی ہی نہیں
سامنے اُس رخ کے یہ شور شکست رنگ گل
قطرہ قطرہ کچھ نہیں جز شور نیرنگ مآل

بے تصور پھر گئی آنکھوں میں تصویر بہار
اے بہار حسن صورت تو ہے تصویر بہار
گلشن تصویر ہے اک رنگ تصویر بہار
بس خدا کیواسطے اے جوش تاثیر بہار
کب تک آخر یہ چمن پامال تاخیر بہار
ورس ہے نیرنگ عبرت کا یہ تحریر بہار
اس چمن کے واسطے لازم ہے تدبیر بہار
اور متاع جوش وحشت وقف تسخیر بہار
مر گئے گھٹکر قفس میں ہم تو تقدیر بہار
ورنہ سوسن ہے زبان حال تقریر بہار
عذر بدتر از گنہ ہے طرز تقریر بہار
ماجرائے گریۂ شبنم ہے تقریر بہار

نیم بسمل ہو گیا یارب دل وحشی مزاج — یہ نسیم صبح کے جھونکے ہیں یا تیر بہار
سامنے نقشا یہ کس گل کا کھنچا اے چشم شوق — موج تحریک نظر گویا ہے زنجیر بہار

مرائیمی ۱۹۱۶ء [illegible] مولانا نجیب [illegible]

ہمصفیری کو دعائیں دو وہ ناموزوں سہی
رعب تم کر لائے موزوں تیر و شمشیر بہار

اُس نیند کے ماتے کو جگا شور مچا کر — اے نالۂ ہنگامہ فزا حشر بپا کر
نظارہ سراپا ہوئے تم جلوہ دکھا کر — آنکھوں سے نہاں رہتے ہو آنکھوں میں سما کر
اے تو سہی درد اُٹھکے ترے پاس بٹھاوے — بیدرد بھلا دیکھ تو محفل سے اُٹھا کر
میں عاشق دلدادہ ہوں مجبور وفا ہوں — مختار ہے تو دلکا وفا کر کہ جفا کر
زیب سر دامن تو ہے خون اہل وفا کا — کچھ رنگ نہ لائے کہیں رنگ اپنا جما کر
کہتی ہے مری یاس پذیری کہ خدا را — امید اجابت کو نہ ممنون دعا کر
کیا سچ ہے کہ رہتے ہو قریب رگ گردن — اور پھر نہیں ملتے ہو گلے سامنے آ کر
اب حشر کا اُٹھنا بھی ذرا اٹھکے دیکھو — جاتے ہو کہاں خاک نشینوں کو مٹا کر
کھلجائیگا پردہ مری رسوائی غم کا — یوں پردے میں بے پردہ ستمگر نہ رہا کر
اچھا نہسہی دست نگاریں سے کوئی پھول — تربت کو چمن مائۂ نقش کف پا کر
نالے نہوے سلسلہ جنبان اثر حیف — ہر چند پھرے عرش کی زنجیر ہلا کر
مقصود ہے ایجاد جفا عذر جفا سے — وہ کہتے ہیں ہم سنتے ہیں تو شرح وفا کر
کیوں مجھسے گلہ شورش پامالی دل کا — رفتار سے کہدے کہ قیامت نہ بپا کر
سر سبز نہو گا نہوا کوئی مداوا — بیمار ترے دیکھ چکے زہر بھی کھا کر
اُٹھوا نہ سیہ خانۂ زنجیر کی کڑیاں — رم شیوہ سودا کو نہ پابند بلا کر

کیا خوب سراغِ دلِ گم گشتہ نکالا
ہم کھوئے گئے آپ کسی کوچے میں جاکر

نظارہ گدازی میں کہاں لطف تجلی
محجوب ہے اک پردہ نشیں پردہ اُٹھاکر

روٹھیں نہ شبابِ ستم آرا کی اُمنگیں
اتنا تو نہ افسوس ہلاکِ شہدا کر

ہر ذرہ بیتاب ہے لبریز قیامت
دیکھو یہ تماشا بھی مری خاک اُڑا کر

بلبل کی فغاں ہے گل و شبنم کا فسانہ
کیا ہنستے ہو آشفتہ نواؤں کو رُلا کر

ترکش سے نکالی ہے زباں تیرِ ستم نے
اے دل دہنِ زخم کو آغوش کشا کر

گردش مری تمہیدِ سکونِ ابدی ہو
کونین سے کھو جاؤں نشاں آپ کا پاکر

عبرت نہ بشارت۔ مگر اے بیکسیِ ذوق
چشمِ نگراں کو رہے گوشِ شنوا کر

اللہ ترے خامے کی دشوار نگاری
مختار لکھا ہے ہمیں مجبور بنا کر

یا بیخودیِ شوق میں تھے اُس سے ہم آغوش
یا آپ سے جاتے رہے ہم آپ میں آکر

جو درد کا درماں نہ ہو تدبیر وہ کیا رعب
تقدیر ہے جو کچھ ہے دعا کر کہ دوا کر

[illegible]

خفا کردے ہمیں کو جان سے نطق آزما ہوکر
کوئی جادو جگائے چشمِ فتاں سرمہ سا ہوکر

رہے آشفتہ حرماں گرفتارِ بلا ہوکر
بڑھا طولِ اجل کا سلسلہ زلفِ رسا ہوکر

کھلا ہر زخمِ دل کیا آہ سوزاں سے ہرا ہوکر
مرے گلزارِ رنگیں میں سموم آئی صبا ہوکر

تغافل کی ادا سے مار ڈالا ہے زمانے کو
نزاکت پر ستم اب کسلئے تیغ آزما ہوکر

تبسم میں وہ طرزِ جنبشِ لب تھی قضا میری
ادائے جانستاں نے جان لی ہے جانفزا ہوکر

متاعِ وصل بھی سرمایۂ نام و نشاں ہمکو
سراغ اب کیا ملے کھوئے گئے تم سے جدا ہوکر

مبارک شوق خود بینی حجابِ خود نمائی میں
اُٹھا دے گا یہ پردہ رازِ فطرت برملا ہوکر

الٰہی کچھ تو امید اثر کی آبرو رہتی
مجھی پر آہ سوزاں آگ برساتی رہا ہوکر

کوئی فتنہ اُٹھائیں گے قیامت بنکے اُٹھینگے
سر رہ آج ہم بیٹھے ہیں تیرا نقش پا ہوکر

کہیں رسوا نکردے ضبط غم کو سامنے اُنکے
سکوں میرا تپش ہوکر خموشی التجا ہوکر

وہ مجبور تغافل ہیں مری بے اختیاری سے
کہ لب پر نالہ بھی آیا تو حرفِ مدعا ہوکر

نگاہیں دل بڑھاتی ہیں ادائیں جان لیتی ہیں
وہ امید آفریں ہوکر یہ مایوسی فزا ہوکر

شناسا غیر کا کیا ہو ترا پہچاننے والا
ہوے ہم آپ سے بیگانہ تیرے آشنا ہوکر

نیا نغمہ سنائے کوئی اہل بزم عبرت کو
خموشی میری ساز بینوائی کی صدا ہوکر

حریم ناز میں ہم بے نیاز رنج ہستی تھے
مقدر میں تماشا دیکھنا تھا کیا سے کیا ہوکر

دل تنگ آپ کا گھر ہے تو سمجھیں آپ گھر اپنا
کشائش کی طلب میں ہے ابھی یہ عقدہ وا ہوکر

کرے گا میری محویت کا عالم تجھپر آئینہ
ترا آئینہ محو جلوۂ حیرت فزا ہوکر

بھلا ہم اور تجھے رسوا کریں اے اعتبار غم
اُٹھائیں ناز ہستی بے نیاز ماسوا ہوکر

نظر کے سامنے اور صورتِ تارِ نظر پنہاں
یہ شانِ پردہ آرائی غضب ہے خود نما ہوکر

الٰہی میرے دردِ بے دوا کی بات رکھ لینا
کہ مرگِ ناگہاں آئی ہے امید شفا ہوکر

نہیں منت کش تاب بیاں شرح تپش ورنہ
یہ ساری شوخیاں رہجائیں تفسیر حیا ہوکر

ارے پیماں شکن لے کاروانِ زیست رخصت ہے
صدا آئی شکست دل کی آوازِ درا ہوکر

شب فرقت میں آخر آنیوالی تھی اجل آئی
مگر اک جانستاں انکا وعدۂ صبر آزما ہوکر

حریف امتحانِ تاب فرسا کون ہوتا ہے
جفا تیری رہیگی میری ممنون وفا ہوکر

بتوں نے دیر میں اتنا ستایا اے معاذ اللہ
کہ آخر رعب کعبے کو سدھارے پارسا ہوکر

۱۹ / جولائی ۱۹۰۶ء از زین صاحب جوش

ردیف (ض)

آہ اے حسن عمل فرط زیاں روز جزا
قصر جنت ہمیں ملتا ہے کسی گھر کے عیوض

غیرت عشق وہ کافر ہے کہ چھونے بھی نہ دے
سنگ اسود ترے دروازے کے پتھر کے عیوض

سختی عشق بتاں جھیلنے کو چاہئیے تھا
زیب پہلو کوئی پتھر دل مضطر کے عیوض

کیوں دل آزردہ ہو قاتل کی نزاکت کے شوق
چشمک ابرو کی ہے کافی مجھے خنجر کے عیوض

زار اتنا ہے کہ آج ایک شکن سی ہم کو
نظر آئی سر بستر ترے لاغر کے عیوض

اپنے در سے کوئی بیدرد جو اٹھواتا ہے
خود ہی دینا سے نہ اٹھ جائیے بستر کے عیوض

سوگ رکھوائے ترے حسن وفا نے اے رعب
ظلم کا تو نے حسینوں سے لیا مر کے عیوض

۱۷ / مئی ۱۹۰۵ء

ردیف (ل)

تنگ ہوں جی سے مجھے جاں ہے دو بھر قاتل
فیصلہ کر کہیں لے ہاتھ میں خنجر قاتل

سر فروشوں کا ہے مجمع ترے در پر قاتل
ہاں دکھا تیغ ادا کا کوئی جوہر قاتل

سخت جاں ہیں ہوں نزاکت سے بخوبی واقف
کچھ سمجھ بوجھ کے لے ہاتھ میں خنجر قاتل

امتحاں گاہ محبت میں نہیں غیر کو دخل
وہ نہیں ہیں جو کریں گے یہ مہم سر قاتل

کسکے پنجہ میں پھنسا دل جسے سب کہتے ہیں
شوخ سفاک جفا پیشہ ستمگر قاتل

کسکا سر تن سے اُتارا کہ فلک پر ہے دماغ
پاؤں رکھتا ہی نہیں آج زمیں پر قاتل

کشش شوق شہادت کا اثر دیکھ ذرا
کہ ہے میری ہی طرف دیدۂ جوہر قاتل

سخت جانی سے مری کھلگئی ساری قلعی
نوک کی اب نہیں لیتا ترا خنجر قاتل

کوئی غیرت سے گلا کاٹ کے مرجائے گا
غیر پر وار کرے سوچ سمجھکر قاتل

جور بیجا کے ہے سہنے کی مجھے بھی عادت
تو جو بیوجہ ستانے کا ہے خوگر قاتل

واہ وا ذبح کس انداز سے رک رک کے کیا
مر مٹی میری قضا تیری ادا پر قاتل

دیکھ اندھیر دم ذبح یہ اے حسرت دید
رخ چھپائے ہے تہ زلف معنبر قاتل

چھائی جاتی ہے جو ہر وار پہ اک مستی سی
خط شمشیر بھی کیا ہے خط ساغر قاتل

سر بسر میری خطا ہی نہیں کچھ اسکا قصور
قتل قاصد کو نکر پھر پیمبر قاتل

دیکھا آئینۂ رخ میں ترے ابرو کا جو عکس
نظر آیا ہمیں خنجر تہ خنجر قاتل

سخت جانی سے مری ہو کے دوچار آخرکار
کٹ گئی شرم سے شمشیر دو پیکر قاتل

پردہ ہٹنا تھا کہ دیدار طلب ٹوٹ پڑے
صبح محشر ہے ترا عارض انور قاتل

مجھسے ہر وقت کجی پر ہی رہی آمادہ
تری تلوار ہے یا میرا مقدر قاتل

جب گلا کاٹ چکا کہنے لگی حسرت دید
دم نزاکت کو ذرا لینے دے دم بھر قاتل

مکان نواب باقر علی خاں صاحب لکھنؤ [illegible] ۱۹۰۵ء

کاش خنجر کی طرح رعب دم دعوی خوں
خود لپٹ جائے گلے سے سر محشر قاتل

[illegible]

یہ جو دل میں ہے ترے تیر کا پیکاں قاتل
تجھسے بڑھکر ہے مری جانکا خواہاں قاتل

نوک میں کم نہیں تجھسے ترا پیکاں قاتل
بنگیا دل میں مرے آتے ہی ارماں قاتل

تکتے ہی پاس سے میری نہ لڑے آنکھ تری
ہاتھ سے چھٹ نہ پڑے خنجر براں قاتل

بیگناہی سے ہے کیا شوق شہادت کو گلہ
قتل کر کے مجھے ہوتا نہ پشیماں قاتل

دیکھ دامن کو ذرا خون کے چھینٹوں سے بچا
ذبح کا سیکھ طریقہ مرے ناداں قاتل

شوق کا خون نکر میں ترے ہوٹوں کے نثار | کہدے منھ سے بھی زنگا ہونگی طرح ہاں قاتل
نفع کیا قتل سے جب وار ہوا تنا اوچھا | نازکی پر دہنِ زخم ہے خنداں قاتل
تیغ باندھی ہے کمر سے جو پئے مشقِ ستم | قتل کر قتل مجھے میں ترے قرباں قاتل
فیصلہ کر کہیں انکے تن وجانکا اُٹھکر | سر بکف بیٹھے ہیں کچھ بے سروساماں قاتل
چیر کر سینہ مرا دیکھ تو کیوں ہے یہ خلش | دل میں ارماں ہے کوئی یا ترا پیکاں قاتل
سامنے آتے ہیں جلوہ نما بدر و ہلال | روبرو تیغ کے تیرا رخ تاباں قاتل
پاس اگر زانوِ نازک کا نہو تا دم ذبح | ہم دکھاتے اثر شورش پنہاں قاتل
ستم آرائی سے ہے پردہ نشینی محجوب | تیغ کیوں یوں سر مجمع ہوئی عریاں قاتل
زہر غم نے خجل آبِ دم خنجر سے کیا | نذر بیداد کروں کیا تن بیجاں قاتل
رنگ لایا اثر جذب محبت پسِ قتل | آپ بھی پہلوِ بسمل میں ہے رقصاں قاتل
کیا سبکدوش کیا سر تھا وبال گردن | سرگرانی کو نہ بھولے گا یہ احساں قاتل
خود پکارینگے ترے دست نگاریں سر حشر | خون ناحق بھی رہا ہے کہیں پنہاں قاتل
اسکے پانی سے جو سیراب ہوے جان آئی | تیرا خنجر ہے ہمیں چشمۂ حیواں قاتل
جان لیکر نہ سلامت کوئی خود گم نکلا | ترا کوچہ ہے عجب بھول بھلیاں قاتل
شکوہ بیوجہ کشی سے ہے گرانجانی کو | کی نہ اتنی سی بھی مشکل مری آساں قاتل
کٹ کے رہجائیں گے گل شرم سے پیشِ بلبل | کیوں ہوا عازم گلگشت گلستاں قاتل
جسطرف دیکھیے کشتے ہی نظر آتے ہیں | ترا کوچہ ہے کہ ہے گنج شہیداں قاتل
مرحبا کی لب ہر گور سے نکلی آواز | کبھی گذرا جو سوِ گور غریباں قاتل
ظلم ہے داد ستم بوالہوسوں سے چاہے | کاٹ کر آہ سرِ کشتۂ حرماں قاتل

حوصلہ شوق شہادت کا نہ نکلا افسوس
ہوگیا یہ بھی ترے وصل کا ارماں قاتل

رعب کے قتل کا راز اور چھپائے سے چھپے
رنگ لائیگا یہ خونِ سرداماں قاتل

شب وصل اُنکا حجاب اول اول
وہ شوخی بھرا اجتناب اول اول

وہ ہمدم مرا اضطراب اول اول
وہ اُس شوخ کا اجتناب اول اول

یہ کہتی ہے اب دل سے حرماں نصیبی
بہت رہ چکے کامیاب اول اول

خیال شبِ وصل تک اب نہیں ہے
نظر آتے تھے ایسے خواب اول اول

نہ آخر دکھاتا اثر جذب کب تک
رہا خوب اُنھیں اجتناب اول اول

لکھا میری تقدیر کا ورنہ قاصد
وہ لکھتے تھے خط کا جواب اول اول

خجل ہیں کہ ہم کیوں نہ دنیا سے اُٹھے
اُٹھا کر تمھارا اعتاب اول اول

وہ شرم اب کہاں آئینہ دیکھکر تم
ہوا کرتے تھے آب آب اول اول

عذابِ جہنم کی غایت سمجھیے
فراق بتاں کے عذاب اول اول

نہ بندے اُس بت کے اے شیخ آخر
بگڑتے تھے کیا کیا جناب اول اول

مساوات اب ہوگئی یاد گیسو
بہت دل کو تھا پیچ وتاب اول اول

مرا عشق ہے قابل داد جسنے
تمھیں کو کیا انتخاب اول اول

سنبھلنے تو دیتی نظارے کو حیرت
یہ مصرع نہیں ملا

کسیکے غش آنے کا کچھ دھیان کرتے
اُلٹتے وہ کم کم نقاب اول اول

لگا کر دل اے رعب دی جان آخر
سمجھنا تھا خانہ خراب اول اول

ردیف (م)

کب تک جدا رہیں کسی رشکِ قمر سے ہم — کب تک کریں گلہ فلک کینہ ور سے ہم

نوعِ بشر کی پاتے ہیں ترکیب شر سے ہم — رکھیں امید خیر بھلا کس بشر سے ہم

دکھلائے اسقدر تو گراں خاطری اثر — مر کے بھی اُٹھ سکیں نہ کسی بت کے در سے ہم

غربت میں پا کے زارِ صبا نے کیا سلوک — پہونچے وطن میں پیشتر اپنی خبر سے ہم

بخت سیاہ کا جو بڑھا یوہیں سلسلہ — لپٹیں گے مثل زلف کسیکی کمر سے ہم

بیٹھے ہیں اس غرض سے کہ ہو جائیں پس کے خاک — اُٹھیں گے فتنہ بنکے تری رہگذر سے ہم

غیروں کے کہنے سننے سے آیا تمھیں خیال — درگذرے ایسے لطف و کرم کی نظر سے ہم

دل کو ہجوم عشق نے گھیرا شبِ وصال — حسرت یہ پوچھتی تھی کہ نکلیں کدھر سے ہم

پھوٹی ہوئی ازل ہی سے قسمت ہے کیا کریں — سر پھوڑیں خاک جا کے کسی سنگِ در سے ہم

قربان بدگمانیِ دل پر ہے جذب شوق — پہلے پہونچ چکے ہیں کہیں نامہ بر سے ہم

کوچہ کو تیرے عرصۂ محشر بنائیں گے — اک روز نالہ ہائے قیامت اثر سے ہم

گم گشتگی ہماری ہے منظورِ اہلِ دید — پنہاں بہ شکل تارِ نظر ہیں نظر سے ہم

وصف جبینِ روشن جاناں کی فکر ہے — مضموں کوئی اُڑائیں بیاضِ سحر سے ہم

دیکھیں گے کسطرح اُنھیں بیتاب سچ تو ہے — محجوب کسقدر رہیں دعا کے اثر سے ہم

پاتے ہیں رعب بزم سخن میں مقام صدر
فیض جلال مستند و معتبر سے ہم

گل شرم سے ہو شمع جو ہو انجمن میں تم — مرجھائیں گل حیا سے اگر ہو چمن میں تم

آہیں رہیں جو یوں ہیں شرر زا جنابِ دل
کہدو سوالِ وصل پہ اکبار منہ سے ہاں
بولے غزال چشم جو میں نے کہا انھیں
اے دل بتائیں نسخۂ اکسیر ہم تمھیں
کب سے تلاش کرتے ہو اے منکر و نکیر
ہم مر چکے تھے آنکھ کے ملتے ہی جی اُٹھے
محشر خرامیاں یہ عنادل کے سامنے
ہر اک مکاں کی رونق و زینت ہے اک مکیں
ہر دم غضب ہے جعد معنبر کا کھولنا
کیوں بجلیاں گراتے ہو ہنس ہنس کے پیش گل
جاتے ہو سیر گل کو پہنکر لباسِ سرخ
کہتے ہیں اپنی جان تمھیں سارے اہلِ دل
میں رکھو کے جوہرِ دل خوں گشتہ کیا کروں
میلے لباس پر بھی قیامت کا حسن ہے
ساغر بکف چلے ہوئے شغل میکشی
کب تک برنگ طائرِ بسمل جنابِ دل
مجھ منکسر کا ہے دل صد چاک کس لئے

آگ ایکدن لگاؤ گے چرخِ کہن میں تم
اتنی سی بات رکھے ہوئے ہو دہن میں تم
شاخیں نکالتے ہو عبث کیوں سخن میں تم
ہو جاؤ خاک یاد بتِ سیمتن میں تم
کس ناتواں کو ڈھونڈھ رہے ہو کفن میں تم
اعجاز رکھتے ہو نگہ سحر فن میں تم
کچھ گل کترنے والے ہو شاید چمن میں تم
ہم دشت میں ادھر ہیں اُدھر انجمن میں تم
نافے کا خوں کرو گے گیسو دن ختن میں تم
آئے ہو شاید آگ لگانے چمن میں تم
قاتل زمانے بھر کے ہو اس بانکپن میں تم
اک معجزہ دکھاتے ہو آوا گون میں تم
جڑ والو اس عقیق کو بھی نورتن میں تم
رکھتے ہو ایک آن ہر اک پیرہن میں تم
لالہ کو داغ دوگے پہونچکر چمن میں تم
تڑپو گے یاد قاتل ناوک فگن میں تم
کنگھی کرو نہ زلف شکن در شکن میں تم

کس برق وش سے آنکھ ملائی سفر میں رعب
کچھ بیقرار سے ہو مریجاں وطن میں تم

دشت میں جانِ حزیں نذرِ قضا کرتے ہیں ہم
حق ترا اے گردشِ قسمت ادا کرتے ہیں ہم

زہر کھانیکو ہیں تدبیرِ شفا کرتے ہیں ہم
آج دردِ دل کو ممنونِ دوا کرتے ہیں ہم

تم ہمیں دشنام دیتے ہو دعا کرتے ہیں ہم
کیوں برا مانو بھلا اچھا بُرا کرتے ہیں ہم

سوزِ بیتابی کو برقِ ماسوا کرتے ہیں ہم
اے دلِ وارفتہ تیرا ہی کہا کرتے ہیں ہم

نامرادی میں کمالِ سعی بیحاصل نپوچھ
اعتبارِ نالہ ہائے نارسا کرتے ہیں ہم

جا دلِ خود سر بلا سے ہو بلا گردانِ زلف
اب کنارہ تجھسے کافر ماجرا کرتے ہیں ہم

او بت اس بیداد پر اک آہ کتنی بات تھی
کچھ تو ہے جو اسقدر خوفِ خدا کرتے ہیں ہم

پھر کرشمہ کچھ دکھانا چاہتی ہے دل کو یاس
پھر امید وعدۂ صبر آزما کرتے ہیں ہم

کھو گئے خود اُف ری محویت تلاشِ یار کی
یعنی اکثر جستجو اپنی کیا کرتے ہیں ہم

اے نگاہِ ناز کب تک جان و دل بیتابِ برق
دیکھو ادھر بھی اب کہ عرضِ مدعا کرتے ہیں ہم

زخم دامن دار ہیں خمیازہ کش بہرِ نمک
زہرخندِ ضبط کو شور آشنا کرتے ہیں ہم

قہر ہے اے لطفِ ایذا یوں تڑپنا بعد ذبح
اک جفا جو کو پشیمانِ جفا کرتے ہیں ہم

بات رکھ لیں محشر آشوبی کی اچھا یوں سہی
دل کو پامالِ خرامِ حشر زا کرتے ہیں ہم

شوخیِ پرسش مسلّم لیکن اے پاسِ ادب
ضبط بیجا کرتے ہیں کتنا بجا کرتے ہیں ہم

شاہدِ حسنِ ازل ہے طالبِ عشقِ ابد
ابتدا کو مایہ دارِ انتہا کرتے ہیں ہم

جوہرِ حیرانیِ دل عرضِ مشقِ جلوہ ہے
آئنہ اک نذرِ حسنِ خود نما کرتے ہیں ہم

کیوں نہ اُس در پر تڑپکر حشر برپا کیجئے
انتظارِ انقلابِ دہر کیا کرتے ہیں ہم

ناز ہمت بے نیازِ جلوۂ کونین ہے
ان کرشموں کی طرف کب اعتنا کرتے ہیں ہم

جھوٹے وعدے کی خوشی میں آپ سے جاتے رہے
راتدن اب منتظر اپنے رہا کرتے ہیں ہم

کسقدر وضع خموشی ہے نوا پرداز غم
ہائے چشم سرمہ آگیں کو خفا کرتے ہیں ہم

لذت تعزیر کا حق ہے سزاوار خطا
کچھ خطا کرتے نہیں بیجد خطا کرتے ہیں ہم

اُف رے لطف ہمکلامی امتیاز اتنا نہیں
وصف گیسو یا تمنائے بلا کرتے ہیں ہم

کر چکی مایوس چتون وبیکا غمزہ جواب
کس مزے کی چھیڑ ہے پھر التجا کرتے ہیں ہم

شوق بیداد آفرینی ذوق خونریزی غلط
ناز کی پر اُنکی کیا کیا افترا کرتے ہیں ہم

ذرہ ذرہ ہے تجلی زار خورشید جمال
واہ کس عالم میں چشم شوق وا کرتے ہیں ہم

حیف اُس دل کو کہ تھا ردگردۂ ارباب دیر
محرم راز حریم کبریا کرتے ہیں ہم

اُنکا انداز تغافل ہے نوا ایجاد جفا
تازہ پھر آئین حرمانِ وفا کرتے ہیں ہم

مرگ ہستی تھا طلسم فرصتِ موہوم زیست
مٹکے اے ذوق فنا کسبِ بقا کرتے ہیں ہم

بیخودی آئینۂ حیرت ہے فرصت مفت شوق
بزم میں نظارہ اک بیدید کا کرتے ہیں ہم

پا بہ تمکیں ہو حریف ذوق بیتابی محال
مژدہ جوش درداب محشر بپا کرتے ہیں ہم

شیوہ ہائے جانستاں انکا ہائے انداز طلب
لے ستمگر دل کو پہلو سے جدا کرتے ہیں ہم

پھر نوائے حق سے شور آگیں ہوں اجزائے فضا
پھر تپش کو زخمۂ سازِ آنا کرتے ہیں ہم

حیف اگر آئینۂ دل سے نہو جلوہ دوچار
بس اسی امید پر مشق صفا کرتے ہیں ہم

اے ادائے ناز تیری بے نیازی دیکھکر
جان کو شرمندۂ ناز قضا کرتے ہیں ہم

رعب شعر و شاعری علوم شغل ہجر ہے
چند نالے ہیں کہ موزوں کر لیا کرتے ہیں ہم

کیا جیتے جی اُٹھیں گے ترے آستاں سے ہم
ہاں تو اُٹھائے گا تو اُٹھینگے جہاں سے ہم

ہوں سرخروئے سجدہ ترے آستاں سے ہم
فرصت طلب بس اتنے ہیں عمرِ رواں سے ہم

غماز راز عشق ہے وہ غمزۂ نہاں
اے ضبط بے محل تجھے لائیں کہاں سے ہم

مشقِ ستم ہو کیسلئے مایوس بعد قتل
سے جی اُٹھے تری نگہ جانستاں سے ہم

تاب آزمائے ضبط ہے وہ شوخی نگاہ
اے عشق ڈر رہے تھے کسی امتحاں سے ہم

مرہون مشتِ خس نہوئی سست ہمتی
کچھ منفعل ہیں برق سے کچھ آشیاں سے ہم

ہو خاک اپنی اور ترے کوچے کی سرزمیں
رکھتے ہیں اک امید ابھی آسماں سے ہم

ممکن جو ہو تو فرصت راحت کا اک نفس
بدلیں ہزار زندگی جاوداں سے ہم

اے شورشِ جنوں وہی سامانِ عافیت
باز آئے شیوۂ خرد و نکتہ داں سے ہم

تیری گلی کو صحن گلستاں بنائیں گے
رنگین نگاری مژۂ خونچکاں سے ہم

اک اک نگاہ شوق ہے طومارِ عرضِ حال
کہنے کو چپ ہیں کچھ نہیں کہتے زباں سے ہم

سودائے غم کی نذر ہوئی سب متاعِ شوق
راحت میں ہیں کشاکش سود و زیاں سے ہم

طرح صلائے جلوہ سرِ طور کیا ضرور
بس اس لئے کہ بے نیاز ہیں کون و مکاں سے ہم

اُس رہگذر میں کاش یہ فتنہ ہو پائمال
تنگ آئے ہیں بہت دلِ محشر نشاں سے ہم

ذوق نوا رسائی منزل کا ہے کفیل
بیخود ہیں نالۂ جرسِ کارواں سے ہم

اک پیکر جمود ہے افسردگی سے اب
دلکو کبھی ملاتے تھے برق تپاں سے ہم

مقصود سوز غم تھا یہی گلشنِ خلیل؟
جلتے ہیں اپنے نالۂ آذر فشاں سے ہم

حسن نمود پیشہ ہے شوق آزما ہنوز
ہے ہے شباب رفتہ کو لائیں کہاں سے ہم

غم ہے زیادہ حوصلۂ اعتبار سے
فارغ ہیں پردہ داری رازِ نہاں سے ہم

سامان برق و شعلہ ہوا سوز اضطراب
بارے خجل نہیں ہوس آشیاں سے ہم

تحریک ہر نفس میں ہے اظہار دردِ دل
واقف ہیں خوب رعب کی طرز بیاں سے ہم

۱۳۱۹ھ سن
مشاعرہ حیدرآباد دکن
بیرون لال دروازہ
۱۹۰۲ء

ردیف (ن)

مصرع طرح
ز احسانت دل خندانکہ میداری غبار از من
۵۳۶ بند مصرع

دل وجاں بردہ بربودہ صبر و قرار از من
بگو دیگر چہ میخواہی کنوں اے عشقِ یار از من

چناں بے اعتبارم نزدآں کافر کہ پیشِ او
خدارا اگر خدا گویم ندارد اعتبار از من

سرے دارد سرم با نرگس مستانۂ ساقی
نخواہد رفت تا صبحِ قیامت ایں خمار از من

بنازم ایں دلال و غنج را کاں دلبرِ خود بیں
در آغوشِ تصور نیز می گیرد کنار از من

کدامی جلوہ ام بنمود و نمود از گوشۂ بامے
کہ سر زد نعرۂ اِنّی انا بے اختیار از من

ندارم کار با دوشیزگانِ گلشنِ جنت
کہ دل بردست از پہلو یکے غدار از من

پریشانی ازاں زلف پریشاں عاریت دارم
نباشد کس پریشاں روزتر در روزگار از من

ہوائے باغ داری داغہائے دل تماشا کن
بیا بنگر کہ گل کردست زیبا نوبہار از من

مرا بر حال خود بگذار و بگذر از من اے واعظ
ندارم با تو من کارے ترا خود گو چہ کار از من

مپرس از گردشِ طالع چہ گویم وہ چہ برگشتہ
دل از من چرخ از من دوستاں از من نگار از من

بشوق ضرب شمشیرت سرم بار یست بر گردن
خدارا ہاں خدارا دست ای قاتل بدار از من

۱۳۱۹ھ مشاعرہ [illegible] حسین [illegible]

مرت گردم چہ بودے گاہے از بانا ز میگفتی
بگو آخر چہ داری آرزو اے رعب زار از من

پتھر وہ دل ہے جسمیں کسی بت کا غم نہیں
پھوٹی ہوئی وہ آنکھ ہے ہر دم جو نم نہیں

کسدن سرِ نیاز کیا ہمنے خم نہیں
کی تیغ ظلم آپ نے کسدم علم نہیں

آنکھوں کا کب خیال تری ایصنم نہیں
کب دل کو شوق صید غزالِ حرم نہیں

وہ خار کونسا ہے جو لیتا قدم نہیں
کیا دشت میں ہیں آبلہ پا محترم نہیں

کسدن نئی جفائیں انوکھے ستم نہیں
ایجاں یہی جفا و ستم ہیں تو ہم نہیں

پیغام مرگ ہے تری تیغ دودم نہیں
ظالم غضب ہے قہر ہے طرز ستم نہیں

غم دیجے رنج دیجے کوئی رنج و غم نہیں
شکوہ زبان پر آپ کا لائیں وہ ہم نہیں

ہاں دیکھو مسکراتے ہو کہکر صنم نہیں
اقرار سے تمہارا یہ انکار کم نہیں

دیتا کب ایک پردہ نشین دلکو غم نہیں
کب شکوہ ہاے دردِ نہاں کرتے ہم نہیں

کیوں اُسکے بام کو نہ کہوں چوتھا آسماں
علیے سے کچھ وہ غیرتِ خورشید کم نہیں

اک گونہ ربط شیخ کو ہے میکشوں سے بھی
کیونکر کہوں جناب کا دم مغتنم نہیں

آنکھیں ہیں تیری تفرقہ پرداز انجمن
دو شخص ملکے بیٹھتے اک جا بہم نہیں

دو رخ میں جلوہ گر ہیں گلِ گلشنِ جناں
کوئے رقیب میں ترے نقش قدم نہیں

کیوں توڑتا ہے او بتِ پیماں شکن بھلا
مجھ منکسر کا دل تری جھوٹی قسم نہیں

معلوم ہے ہمیں ترے عشق دہن کی راہ
کہتا ہے کون جادۂ ملک عدم نہیں

بنت العنب کی حرمت صحبت کا ذکر کیا
دیر مغاں ہے شیخ یہ بیت الحرم نہیں

اغیار قتل گاہ میں بلوائے جاتے ہیں
اے بخت کیا کسیکے گنہگار ہم نہیں

چلتا رہیگا دور فلک تک اسیطرح
ہم میکشوں کا جام ہے یہ جام جم نہیں

واعظ بتوں میں جلوہ جو ہمکو نظر پڑا
اسطرح وہ بیاں ہو کہ کچھ کیف و کم نہیں

اُس مو کمر کا وصف دہن کیا رقم کروں
عنقا کے پر کا ہائے میسر قلم نہیں

ٹوٹے گا توڑ کر تری تیغ دودم کا دم
مجھ سخت جان کا دم ہے یہ تیری قسم نہیں

کہتے ہیں رند شیخ کے منہ سے لگا کے جام
ہاں پی کبھی جا شراب ہے کمبخت سم نہیں

اک دو قدم چلے تھے کہ فتنہ اُٹھا دیا
ٹھوکر بھی آپ کی قمِ علیے سے کم نہیں

پیدا ہوا دہن ترے انکار وصل سے
لائی خبر عدم کی تری اے صنم نہیں

اے وائے شوق کہتی ہے اُس ناز کی سے تیغ
اس سخت جاں کے قتل کا مجھ میں تو دم نہیں

محفلمیں اُنکی کھیل کے جاتے ہیں جان پہ
دیکھیں رقیب آج نہیں ہے کہ ہم نہیں

کہتا ہے جذب دل کہ کسی شوخ کا وصال
دشوار اسقدر نہیں چنداں اہم نہیں

رفتار ناز یار کے میں لکھ رہا ہوں وصف
اک حشر کا ہے شور صریر قلم نہیں

افسوس کشت غم تجھے سینچوں میں کسطرح
انسو برائے نام بھی آنکھوں میں نم نہیں

فرقت میں کون کون نہیں اپنا غمگسار
اندوہ و غم نہیں ہے کہ رنج والم نہیں

لیں بل کی شانۂ دل صد چاک سے مرے
ایسے تو تیرے گیسوے پر پیچ وخم نہیں

مہلت جناب دل ہوئی جاتی ہے دیکھئے
یا در داب کا نہیں یا آج ہم نہیں

کیوں شیخ سچ بتاؤ خدا کی قسم تمھیں
کعبے میں جو کبھی تھے وہی یہ صنم نہیں

اے غم گھر ایک پردہ نشیں کا ہے میرا دل
جمتا یہاں ترا نظر آتا قدم نہیں

قہر و عتاب میں بھی ہم پا رہے ہیں لطف
اچھا نہیں سہی جو نگاہِ کرم نہیں

اے دل نہ موڑے آنکھ بھلا وہ غزال چشم
کیونکہ کہوں طبیعت آہو میں رم نہیں

مجھ سخت جاں سے نزع میں کہنا وہ بعد قتل
خنجر میں دم نہیں ہے تو تجھمیں بھی دم نہیں

کالے کے باندھ دینے کا لکھتا ہوں اک فسوں
اشعار وصف زلف میں کرتا رقم نہیں

رضواں سے ہم اُلجھ گئے دھوکا جو یہ ہوا
اُس حور وش کا کوچہ ہے خلدِ ارم نہیں

سیدھا کرونگا میں فلک کجروش کو آج
آہوں کے تیر یا نہیں یا اُسکا خم نہیں

بھر لائے اشک آنکھ میں مجھ بادہ کش کے بعد
کہتا ہے جام بادہ کہ افسوس جم نہیں

کب دل میں ایک بت کے دہن کا نہیں خیال
کسدم نظر میں نقشۂ ملک عدم نہیں

ہمّت سے کر رہی ہیں خجل ناتوانیاں
سائل اجل ہے جانکی ورمجھمیں دم نہیں

اے مدعی عطائے خدا ہے سخنوری
موروثہ مال خال واب وجد وعم نہیں

[illegible]

مرجاؤ رعب ہجر میں جینے سے فائدہ
کچھ تمنے زہر کھانے کی کھائی قسم نہیں

[illegible]

فرقت میں سیر گل کی خوشی غم سے کم نہیں
ہنسنا گلوں کا گریۂ شبنم سے کم نہیں

انس اے غزال چشم ترا رم سے کم نہیں
دشمن بھی کم نصیبوں میں کچھ ہے کم نہیں

تم سنگدل اگر ہو صنم ہم ہیں سخت جاں
کب تم سے کم ہیں ہم بھی جو تم ہم سے کم نہیں

نکلی ہے جان اُس لب نوشیں کی یاد میں
کچھ شہد بھی ہمارے لئے سم سے کم نہیں

اے غفلت آشنا مرے حق میں شبِ فراق
تیرا خیال مونس و ہمدم سے کم نہیں

قاتل کا اپنے ہاتھ سے یہ خون پونچھنا
ہم زخمیوں کے واسطے مرہم سے کم نہیں

دیکھیگا اے فلک دل سوزاں کے داغ کیا
ہر ایک تیرے نیّر اعظم سے کم نہیں

عشاق کا نہ چوتھے فلک پر ہو کیوں دماغ
وہ رشک مہر عیسیٰ مریم سے کم نہیں

مجھ سادہ دل کے واسطے اے شوخ سادہ رو
پیمان سست وعدۂ محکم سے کم نہیں

نظّارہ تیرے رخ کا ہے کیا مایۂ نشاط
غمگیں بھی تیری بزم میں خُرّم سے کم نہیں

اے چرخ مجھ ستائے ہوئے پر یہ جور وظلم
کیا تو بھی میرے ظالم اظلم سے کم نہیں

اُس بت کے عشق میں ہے مجھے زندگی عذاب
کچھ سوز ہجر نار جہنم سے کم نہیں

لاحول بھیج نام نہ لے اُسکا اے پری
موذی رقیب دیو مجسّم سے کم نہیں

جب دیکھئے ہے چاہنے والوں سے اک بگاڑ
اُنکا مزاج کاکلِ برہم سے کم نہیں

زندہ ہوں ایک غیرت عیسیٰ کے ہجر میں
تارِ نفس بھی رشتۂ مریم سے کم نہیں

اس دل وہی سے جو ہے غرض جانتا ہوں میں
او جانستاں ولا سے ترے دم سے کم نہیں

یکساں ہر اک سے ربط ہے اُس پر غرور کو
اغیار سے زیادہ نہیں ہم سے کم نہیں

کس کشتۂ نگاہ کا لایا ہے سوگ رنگ
ایجاں صفِ مژہ صفِ ماتم سے کم نہیں

ایک ایک بھولے پن میں ادائیں ہیں سیکڑوں
طفلی تری شباب کے عالم سے کم نہیں

یہ تیغ مجرموں کے لئے ہے تو وہ کمند
زلف اُنکی بھی تو ابروے پُر خم سے کم نہیں

بیمار غم سے اُس لب جاں بخش کا ہے قول
اعجاز میرا عیسی مریمؑ سے کم نہیں

اک گندمی صنم کا خطا وار عشق ہوں
میرا گناہ لغزش آدم سے کم نہیں

ہیں عاشقانِ کعبۂ رخ اُسکے تشنہ لب
چاہ ذقن بھی آپ کا زمزم سے کم نہیں

اے شیخ سادہ دل مرا جام شراب دیکھ
تو ہے سکندر آج تو میں جم سے کم نہیں

ہمدم برنگ شمع گلستاں میں صبح وصل
ہنسنا ہمارا گریۂ شبنم سے کم نہیں

دشمن سے وہ گلے ملے قربان بخت کے
ہمکو تو ہائے عید محرم سے کم نہیں

تن تن کے سبکو سینے کا دکھلاتے ہیں اُبھار
محفل میں اُنکی غیر بھی محرم سے کم نہیں

اے غیرت مسیح ترے بزم ناز میں
خاموشی اپنی روزۂ مریم سے کم نہیں

عاشق وہ ہیں کہ خلد میں حوروں کو دل دیا
موت اپنی بھی حیات کے عالم سے کم نہیں

اے بخل عام تیرے تصدق سے آج کل
جو ہے زر اکریم وہ حاتم سے کم نہیں

نکلا ہوں جسکے کوچہ سے ہے گندمی وہ شوخ
میں اپنے جد امجد آدم سے کم نہیں

۲۶ مارچ ۱۹۰۲ء مشاعرہ [illegible]

کیجے سوال وصل نہ پیش کیا ہے رعب
بڑھکر سے بڑھکر اُنکی ہے ہاں کم سے کم نہیں

کیوں طور پر ہے طول سوال و جواب میں
موسٰے خبر بھی ہے کہ ہو کس سے خطاب میں

ہمنے سوال بوسہ کیا اضطراب میں
بوسہ نہیں تو گالی ہی تم دو جواب میں

اے شیخ تو بھی آ کبھی بزم شراب میں
کمبخت ہو بھی جا کہیں داخل ثواب میں

اللہ ری حیا کہ جو آئے بھی خواب میں
چہرہ کو وہ چھپائے ہوئے تھے نقاب میں

فریاد کی جو عرصۂ روز حساب میں
ہو کر خجل ہم اُن سے پڑے کس عذاب میں

ہم پھر سوال وصل کریں اضطراب میں
تم پھر نہیں نہیں کہو یو نہیں جواب میں

اُس چشم نیم خواب کا ہے نصف شب خیال
اب آنکھیں اپنی خواب ندیکھیں گی خواب میں

پروا ہماری اُس بت بے پیر کو کہاں
مست مے غرور ہے ظالم شباب میں

پوچھے نہ کچھ بھی غیر سے دربان آپ کا
اور حکم اندر آنے کا ہے میرے باب میں

قربان ایسے پردہ نشیں کے کہ رات کو
یوں بے نقاب سامنے آجائے خواب میں

تھی چلبلاہٹ اُنکی شب وصل بھی وہی
آغوش میں بھی میرے تھے ایک اضطراب میں

کیا ٹکڑے ٹکڑے ہائے کیا بے وفا نے دل
میرے ہی خط کو پھاڑ کے بھیجا جواب میں

جانے بھی دیجئے کہیں ذکرِ سوال وصل
اک بات تھی کہ کہہ گئے ہم اضطراب میں

جو وصفِ بیت ابروئے جاناں میں شعر ہے
میں نے لکھا اُسے سخنِ انتخاب میں

ہمدم خیال خواب بھی خواب وخیال ہے
کمخواب پوش جب سے وہ دیکھا ہے خواب میں

اُس گلبدن کے پھول سے رخسار کا عرق
دکھلا گیا بہارِ گلِ تر گلاب میں

فرقت میں ہائے رونق بزم طرب کہاں
درد اک بھرا ہے نالۂ چنگ و رباب میں

انکار وصل کیجئے پھر جان لیجئے
ہم جان دیں گے آج نہیں کے جواب میں

اُس زلف کا خیال ہے کیا کیا وبالِ جاں
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

ہاں کے سوال بوسہ پر اے شوخ گالیاں
پاتا ہوں لطف کا میں مزا اُس عتاب میں

کیتا ہے تو سہی ہمیں آئینہ دے ذرا
دکھلائیں اک حسیں تجھے تیرے جواب میں

کرتے ہیں رند آپ کو یاد اے جناب شیخ
تشریف لائیے کبھی بزمِ شراب میں

ہر تار زلف کا دلِ سوزاں کو ہے خیال
ڈورے ہزاروں دیکھئے ہیں اک کباب میں

وہ شعلہ رو نقاب میں بھی بے نقاب ہے
حسنِ نقاب سوز چھپے کیا نقاب میں

ہم ہوں کہ غیر کوئی کرے وصل کا سوال
اُنکی زبان پر ایک نہیں ہے جواب میں

کس روز غیر پر نہیں ظالم نگاہِ لطف
کس دن نہیں ہم آتے ہیں تیرے عتاب میں

زاہد جنا ہے حور سے بھی بڑھکے اک حسیں
کرتے ہیں ہم کہیں غلطی انتخاب میں

مرنے سے پہلے تھوڑی سی پی کر تو دیکھ شیخ
آبِ بقا کا خاص اثر ہے شراب میں

دیکھیں بُری نظر سے نہ اغیار بد نظر
مکھڑا چھپاؤ تم سرِ محفل نقاب میں

بے پردگی کا لطف شب وصل کیا کہے
وہ چشم شوخ پردۂ شرم و حجاب میں

دے ایک بت ہمیں عوض حور روز حشر
یہ التجا کریں گے خدا کی جناب میں

ملکِ عدم کی ساری حقیقت ہے مندرج
اُس بت کے نقطۂ دہنِ لاجواب میں

چاند ایسے رخ کو چاند کی لگ جائے گی نظر
سوئیں نہ بام پر وہ شبِ ماہتاب میں

اُسکی خبر بجائے جواب خط آئے گی
یہ تھا نصیب قاصد ناکامیاب میں

ساقی کی چشم مست دکھاتی ہے عکس سے
جامِ شراب اک ہمیں جامِ شراب میں

نیند اپنی اُڑ گئی صفتِ سایہ پر ہی
اک غیرت پری سے لگی آنکھ خواب میں

جامِ بلور میں نظر آئی شراب سرخ
آتش دکھائی سحر سے ساقی نے آب میں

کیا جانے کیا رقیب نے اُنکو پڑھا دیا
میرا ہی نامہ بھیجا ہے واپس جواب میں

ہاں جوش سیل اشک ندامت مدد کر آج
روز جزا ہے نار سقر التہاب میں

ہم بھی نگاہ شوق کی تیزی دکھائیں گے
یونہیں سہی چھپائیے منہ کو نقاب میں

کیا خوف رعب پرسش روز شمار کا
میرا شمار کیا ہے میں ہوں کس حساب میں

اک گل سے دل کو عشق ہوا ہے شباب میں
کیا خوب گل نیا یہ کھلا ہے شباب میں

آئی بلا سر اپنا پھرا ہے شباب میں
سودا کسیکی گیسوؤں کا ہے شباب میں

خونریز سر بسر وہ بنا ہے شباب میں
جو دیکھئے وہ بانکی ادا ہے شباب میں

طفلی ہی میں وہ شوخ تھا اک فتنۂ زماں
پتلا بلا کا اب تو بنا ہے شباب میں

اے شیخ قول پیر مغاں ہے کہ میکشی
پیری میں نا روا ہے روا ہے شباب میں

انگیا کسی پہن کے ہوئے اور ہی کچھ آپ
کھنچنے کو تجھسے کسنے کہا ہے شباب میں

مسکن ہے تیرا سایۂ دیوار اے پری
دیوانگی اک اپنی ادا ہے شباب میں

کہتے ہیں نزع میں سر بالیں وہ بیٹھکر
ہونا ہے کوئی یوں بھی اٹھا ہے شباب میں

جب دیکھئے حسینوں سے اک چھیڑ چھاڑ ہے
سیج پہ چھپئے تو کیا ہی مزا ہے شباب میں

جوبن ابھار پر ہے قیامت کا ہے اٹھان
کرنے کو کوئی حشر بپا ہے شباب میں

کہتی ہے انکی شرم سے شوخی یہ بار بار
آنچل سے منہ چھپانا برا ہے شباب میں

لیں ہنسے اپنے ہاتھ سے مول اشکباریاں
دل ایک شمعرو کو دیا ہے شباب میں

اللہ رے چودھویں برس اسکا کمال حسن
اک چودھویں کا چاند بنا ہے شباب میں

لپکا تمہاری دید کا آنکھوں کو پڑ گیا
حافظ ہمارے دلکا خدا ہے شباب میں

جوبن نہ لوٹ لیں یہ کسی روز دیکھنا
غیروں سے تمسے ربط بڑھا ہے شباب میں

کہنا کسیکا دیکھ کے وہ مجھکو جاں بلب
کہئے ارادہ خیر ہے کیا ہے شباب میں

رندونسے دختِ رز کو کرے محتسب جدا
اک تاک جھانک میں بھی مزا ہے شباب میں

طالب ہیں ایک پردہ نشیں سے وصال کے
آنکھونپر اپنی پردہ پڑا ہے شباب میں

آنچل بہت سنبھالنے والے ہمیں بتا
جوبن کہیں چھپائے چھپا ہے شباب میں

حورونکا انتظار کہاں تک بقول داغ
مٹّی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

جن عاشقی کا رعب کے سر پر سوار ہے
دیوانہ اک پری کا ہوا ہے شباب میں

کچھ دیر قیام اپنا ہے اِس دار فنا میں
اے وائے کہ ٹھہرے بھی تو کس کہنہ سرا میں

پورے ہیں اگر آپ تو ہوں جور و جفا میں
پلہ ہے ہمارا ابھی گراں مہر و وفا میں

تاثیر نہیں عہدِ بتاں ہو شب و روز بامیں
نالوں میں نہ آہوں میں فغاں میں نہ بکا میں

کہتے ہیں کہ دیکھیں تو اثر آہِ رسا میں
تھمے سے کلیجے کو ذرا ہیلے وہ تھا میں

دم نکلا ہے یا دلب اعجاز نما میں
دیں غسل مجھے حضرت خضر آبِ بقا میں

اے شوخ کوئی ربط بھی آنکھوں میں حیا میں
یہ مست گرفتار ہیں کیوں زہد و ریا میں

کیوں خون نہو خشک دمِ عرضِ تمنّا
جوہر ہے قضا کا تری شمشیر ادا میں

لپٹا ہے غبار اُس سے یہ کس خاک شدہ کا
کچھ گرد نظر آتی ہے دامانِ قبا میں

خورشید صفت گُم ہے نشاں نقش قدم کا
اللہ رے مری گرم روی راہِ فنا میں

تقسیم ہوئی روز ازل ساری درازی
میری شب فرقت میں تری زلف رسا میں

میں زار کسی گل کی گلی میں صفت خار
کھٹکا ہی کیا دیدۂ نقش کفِ پا میں

اُن مست نگاہوں سے کہو فیصلہ کر دیں
کچھ بحث شب وصل ہے شوخی و حیا میں

غربت میں شب و روز تصور ہے وطن کا
پھرتی ہیں نظر میں وہی صبحیں وہی شامیں

بے جان لئے ہنسنے تو ٹلتے نہیں دیکھا
ایجان ادا آپکی شاید ہے قضا میں

ایسا ہی جو لاغر مجھے ہونا تھا الٰہی
ہونا تھا کوئی تار کسی تنگ قبا میں

صورت نہ سحر کی نظر آئی کبھی یا رب
کیا طول مری عمر کا ہے شام بلا میں

دے اور کہیں جا کے ڈھئی اے شب فرقت
تو پھنس گئی کاہیکو مرے ساتھ بلا میں

موے کمر یار سے کیوں دیجیے تشبیہ
سرخاب کا کچھ پر تو نہیں بالِ ہما میں

آنکھوں میں کھٹکتا ہی رہا ہمقفسوں کی
میں زار عجب خار ہوں گلزار فنا میں

اے وعدہ فراموش تو اچھا ہے مسیحا
بیمار ترا مر گیا امید شفا میں

شوخی تری آنکھوں کی یہ کہتی ہے شب وصل
مجھکو نہ قرار آئے گا آغوش حیا میں

ہر بات فقط دل سے ہوا کرتی ہے ہمدم
تاثیر کہاں عاشق بیدل کی دعا میں

ہمتو بخدا دیکھتے ہیں اے بت گلرو
فیض دم عیسیٰ ترے دامن کی ہوا میں

لاتی ہے شمیم ایک گل مہر لقا کی
لگجائے کہیں آگ نہ دامانِ صبا میں

طول اور سیاہی میں نہیں فرق سرمو
ایجاں ترے گیسو میں مری شام بلا میں

کہتے ہیں کہ ہم بادہ کشوں سے نہ اُلجھے
اے شیخ بگڑ جائیں گے پھر آپ ذرا میں

زینت بھی ہے اور کھیل بھی اللہ ری طفلی
رنگتے ہیں لباس اپنا وہ خونِ شہدا میں

اُس نرگس مستانہ میں جادو ہے کہ اعجاز
لے لیتے ہیں دل اک نگہ ہوشربا میں

کیا جوش کشش ہے کہ کبوتر کو نہیں بار
نامہ مرا کس شوق سے اُڑتا ہے ہوا میں

یوں چوری کا الزام لگایا کرو اے رعب
دیکھا بھی ہے دل تمنے کفِ دزد حنا میں

کس طرح عزیز اُس سے کروں جان بھلا میں
کہتی ہے قضا ہوں کسی ظالم کی ادا میں

کوچے سے جو اُس غیرت لیلیٰ کے چلا میں — بازیچۂ طفلاں صفت قیس ہوا میں

جی میں ہے دکھاؤں اثر آہ و بکا میں — اُس کوچہ میں اب جا کے کروں حشر بپا میں

ہاں وحشت دل دشت نوردی کا ہے اب لطف — پر خار ہے صحرائے جنوں آبلہ پا میں

اک بام پر آتا ہے نظر طور کا جلوہ — للہ مجھے کوئی سنبھالے کہ چلا میں

میں نے کہا اے بت نظر رحم ہو مجھ پر — جھنجلا کے وہ بولا کہ نہیں تیرا خدا میں

گو خوگر آزار ہوں اے بانی بیداد — اب قہر میں بھی لطف کا پاتا ہوں مزا میں

ہوتا ہوں جو شاکی میں کبھی درد نہاں کا — وہ شوخ یہ کہتا ہے کہ دیکھوں تو ذرا میں

میں آہ جو کرتا ہوں تو کہتا ہے وہ بیباک — ہاں دل میں کہاں درد ہے دیکھوں تو ذرا میں

میں دیر نشیں کعبہ نشیں حضرت شیخ آپ — اے قبلۂ حاجات کجا آپ کجا میں

ہاں پردہ دری کی مجھے تہمت نہ لگانا — اے پردہ نشیں لے ترے کوچے سے چلا میں

دبتا ہے حیا سے کہیں اُبھرا ہوا جوبن — تم لاکھ چھپایا کرو کچھ دیکھ چکا میں

کچھ بھی نہیں معلوم کہ پہلے سحر وصل — پہلو سے اُٹھا کوئی کہ دنیا سے اُٹھا میں

پاس اپنے بٹھا غیر کو پہلو میں جگہ دے — لے خوش ہو ستمگر تری محفل سے چلا میں

گمنام مجھے کہکے کیا کرتے ہیں سب یاد — دنیا میں بھی نام و نشاں چھوڑ گیا میں

اے غیرت گلشن چمنستان جہاں میں — تو گل ہے تو ہوں بلبل آشفتہ نوا میں

اتنا تو بتا دے مجھے اے بیخودی شوق — کس گھر کی طرف آپ سے آپ اُٹھکے چلا میں

تو نے مجھے اُٹھکر کسی محفل میں بٹھایا — اے درد تری جان کو دیتا ہوں دعا میں

اندھیر شب غم کی سیاہی نے کیا کیا — ڈھونڈا ملک الموت نے لیکن نہ ملا میں

یوں یاس سے کہتا ہے مرا نخل تمنا — کمبخت ترے ہاتھ سے پھولا نہ پھلا میں

غیرونکی یہ طاقت کہ مجھے آنے سے روکیں — یون ہی تو ضرور آپکے کوچہ سے گیا مَیں

مجھ رند سے اے حضرت شیخ آپ کو کیا کام — دل میں تو ذرا سوچیے کیا آپ ہیں کیا مَیں

محفل میں نظر جب وہ بتِ سادہ رُخ آیا — حیرت اسے کہتے ہیں کہ آئینہ بنا مَیں

کیا کیا نہ ترے عشق میں اے بانیٔ بیداد — رسوا ہوا بدنام ہوا خوار ہوا مَیں

بتلا تو سہی اے صنمِ سنگدل آخر — سر پھوڑوں کہاں جاکے ترے در کے سوا مَیں

فریاد کروں حشر میں کیا خاک الٰہی — قاتل کا گنہگار محبت بھی تو تھا مَیں

کہنا نہ سنا عشق سے کیا کیا نہ کیا منع — اب حضرت دل آپ پشیمان ہیں یا مَیں

دیوانے نے لیلےٰ کا بہت شکوہ کیا رعبؔ
مجنوں سے جو اک روز قضا کار ملا مَیں

کسی کے گھر سے ہم بے آبرو ہوکر نکلتے ہیں — یہ کینے کب اے گردونِ دوں پرور نکلتے ہیں

وہ بزم غیر میں جا نیکو بن ٹھنکر نکلتے ہیں — مری بگڑی ہوئی تقدیر کے جوہر نکلتے ہیں

تلاش یار میں جب گھر سے ہم باہر نکلتے ہیں — بناکر بیخودیِ شوق کو رہبر نکلتے ہیں

نکلنے دے گرانجانی اگر کچھ پر نکلتے ہیں — قفس سے ہم نہ جیتے جی نہ مرنے پر نکلتے ہیں

گلی سے اُنکی جب ہم با دلِ مضطر نکلتے ہیں — تو کیا گھبرا کے اپنے گھر سے وہ باہر نکلتے ہیں

مری تقدیر کے بل حد سے یہ باہر نکلتے ہیں — کہ تیرے گیسوئے پر پیچ کے ہمسر نکلتے ہیں

شرارت سے لگا کر جسکو وہ ٹھوکر نکلتے ہیں — ہزاروں اُس لحد سے فتنۂ محشر نکلتے ہیں

سرشک افشانیوں نے ایک بھی آنسو نہیں چھوڑا — جگر دل دونوں اب تو خوں ہو ہو کر نکلتے ہیں

تصور ہے دم گریہ جو اُن ترچھی نگاہوں کا — بجائے اشک آنکھوں سے مرے نشتر نکلتے ہیں

رگ دل ہیں رگ جاں میں خلش ہے اُنکے مژگاں کی — ترے نشتر سے بھی فصّاد یہ نشتر نکلتے ہیں

لیے جاتے ہیں ہمکو حضرت دل اُنکے کوچہ میں
جنھیں سمجھے تھے رہزن اب وہی رہبر نکلتے ہیں

نزاکت نے نہیں دی ہے اجازت خیر ہو یارب
مُجھ ایسے سخت جاں پر لیکے وہ خنجر نکلتے ہیں

تپش کا تیری کوئی برق وش محو تماشا ہے
ترے ارمان اتنے اے دل مضطر نکلتے ہیں

فلک کے بھی جو حصے میں نہ آئے ہیں نہ آئینگے
وہ میری گردشِ تقدیر میں چکّر نکلتے ہیں

وہ بت مجھ سخت جاں کی قبر کھدواتا ہے یوں کہکر
مرے دروازے کے قابل یہاں پتھر نکلتے ہیں

بجا ہے جانکا جانا ہے ہمدم دل کا آجانا
اُنھیں کو جانستاں کہتے ہیں جو دلبر نکلتے ہیں

بہار آئی ہے جذبِ شوق کوئی رنگ لائیگا
نئے کچھ گل کھلیں گے بلبلونکے پر نکلتے ہیں

دکھا جالا اک دستی بعد مرگ اے دست شوق اپنی
کہ وہ دامن اُٹھائے قبر سے بجکر نکلتے ہیں

قیامت کی طرح آتے ہیں وہ گور غریباں میں
نکلتے ہیں تو شکلِ فتنۂ محشر نکلتے ہیں

مبارک ہو چمن اے ہمصفیران چمن تمکو
برنگ خار تھے ہم زار اور لاغر نکلتے ہیں

اُڑاؤں لاکھ خاک دشت وحشت گرد باد آسا
مگر یوں بھی کہیں تقدیر کے چکّر نکلتے ہیں

لحاظ شوق بھی ہے وصل میں پاس نزاکت بھی
مرے دل سے مرے ارمان رہ رہ کر نکلتے ہیں

گماں شورِ قیامت کا ہے یارب سننے والونکو
یہ کس کوچے سے نالاں عاشقِ مضطر نکلتے ہیں

جھجک اُٹھا ہے قاتل مضطرب شوق شہادت سے
نگاہ یاس کے ارمان تہ خنجر نکلتے ہیں

جو دیکھا رعب کا تابوت جاتا ہے تو وہ بولے
جنازے ایسے میرے کوچے سے اکثر نکلتے ہیں

[illegible]

میں نشہ مست سرخوشی چشم دیدہ ہوں
یعنی خم اَلَست کا صہبا کشیدہ ہوں

جبں اے ہوائے کشمکش آیا داختلاط
میں وحشیِ رمیدہ ہوں اور آرمیدہ ہوں

محو تلاش یہ ہوں کہ اتنی خبر نہیں
کیا جستجو ہے کسلئے از خود رمیدہ ہوں

طرز ادائے شوق ہے ناکام اعتبار
آہِ اثر ندیدہ ہوں اشک چکیدہ ہوں

تاثیر محض ہو کے نگاہوں سے چھپ گیا
میں اُسکی بزم ناز میں رنگ پریدہ ہوں

نیرنگ پیچ و تاب ہوں سودائے زلف میں
یعنی بلاکشیدہ ہوں آفت رسیدہ ہوں

طول امل نہیں ہے راز مری طول زیست کا
کتنی شب فراق کا محنت کشیدہ ہوں

میں اور وانمائی حیرت نہیں نہیں
آئینۂ طلب ہوں کہ از خود رمیدہ ہوں

کہتا ہے میرا ذوق غم اندوزی ابد
پامال حسرتِ غم نا آفریدہ ہوں

حیرت نے کر دیا تری تصویر کا جواب
یعنی اب اپنے آپ سے بھی میں کشیدہ ہوں

وارفتگی میں گرمیِ ہنگامہ سوز ہے
محفل میں اسطرح ہوں کہ خلوت گزیدہ ہوں

شرمندۂ اثر ہوں نہ منت پذیر ذوق
حرف نگفتہ ہوں سخن ناشنیدہ ہوں

میں درس آگہی ہوں پئے رہروانِ شوق
گم کردہ کارواں ہوں غریبِ جریدہ ہوں

اُس رہگذر میں اُڑکے پکارا مرا غبار
آشوب گاہ حشر کا میں شوردیدہ ہوں

اے رعب تو ہے اور محیطِ ظرف آزمائے عشق
ساغر کشیدہ میں نہیں لذت چشیدہ ہوں

بڑی حسرت سے فرقت میں مریضِ ناتواں اُنکے
فلک کو دیکھ لیتے ہیں زمیں کو دیکھ لیتے ہیں

آئینہ زارِ جوشِ تماشا ہے ہر کہیں
شوخی دکھائے جلوۂ حیرت اثر کہیں

گرم تپش ہو بلبل بے بال و پر کہیں
بجلی گرے تو خانۂ صیاد پر کہیں

مخفی ہے راز ابھی کہی عمر دراز کا
کہد و لبِ حیات فزا سے کہ مر کہیں

تیرے نیاز مند ہیں اور ذوق جور ناز
یہ راز کھل نجائے ترے ناز پر کہیں

وہ سنگ در ہے سجدہ فروز جبینِ غیر
اب سر بھی پھوڑئیے تو کس امید پر کہیں

ہر ذرہ اُس گلی کا ہے لبریز انقلاب
لب تک تو آئے نالۂ محشر اثر کہیں

خوگر ہوئے ہیں جور تغافل کے اہلِ درد
ظالم کوئی نیا ستم ایجاد کر کہیں

رخصت طلب وہ جانِ قیامت ہے صبحِ وصل
محشر بپا کرائے فلکِ فتنہ گر کہیں

جلوہ بھی اک کرشمۂ حیرت ہے یا نصیب
دیکھے تو چشمِ شوق مجھے آنکھ بھر کہیں

رسوائے پاس ضبط ہوں اب آشیانکی خیر
آہِ شرر فشاں نہو گرم اثر کہیں

عمرت دراز اے شب غم کیا ترے لئے
دورِ سپہر کو نہیں ملتی سحر کہیں

خلوت ہو انجمن ہو ہم اور لذتِ عتاب
چھپتا نہیں چھپائے سے ذوقِ نظر کہیں

اچھا نہیں سہی وہ تبسم نمک فشاں
شور آفریں ہو خندۂ زخم جگر کہیں

محویت تلاش نے آخر یہ کھو دیا
پائی نہ تیرے بیخبروں کی خبر کہیں

بیتاب جوش جلوہ ہے وہ حسن خودنما
دھوکا نہ آج دے مجھے تاب نظر کہیں

منظر بہت بلند ہے چشمِ غیور کا
پڑتی ہے بامِ طور پر اپنی نظر کہیں

محو طلب کو فرصتِ ہستی کا کیا خیال
منزل سے دل لگاتے ہیں اہلِ سفر کہیں

فتنے تھے کب سے حشر خرامی کے منتظر
پامال میرا دل ہو سرِ رہگذر کہیں

بے لطفیِ شباب کا رعب اسقدر گلہ
جینا وبال ہے تو مری جان مر کہیں

ذوقِ ایذا کچھ سوا پایا دلِ افگار میں
عالمِ لذت نہاں ہے زخم دامن دار میں

وقف جور ضبط ہے سرجوشیِ اظہارِ غم
گریہ ہے بیتاب کیا کیا چشمِ سحر آثار میں

وعدۂ شب دلفریب اتنا کہ خود گم کر گیا
انتظار اپنا ہے ہمکو انتظارِ یار میں

مائۂ کلفت تصور ہے خیالِ خواب کا
کیوں کھٹکتا ہے یہ کانٹا دیدۂ بیدار میں

اللہ اللہ التفات کم بھی تھا کیا جانفزا / جان کیسی آ گئی اک جان سے بیزار میں

چشم تر دیکھو حریف طعن کم جوشی نہیں / شور دریا ہے ہمارے ساغر سرشار میں

خیر یوں ہی ملگئی گردوں سے جانکاوی کی داد / لطف حرمان ابد ہے کوشش بیکار میں

شوخی بے اعتنائی کیوں امید افزا ہوئی / لیجئے پھر درد سا اٹھا دل افگار میں

لو نوید پرسش پنہاں نے کھوئے سارے لطف
رعب کیا خوش تھے ہجوم حسرت آزار میں

انیس دل ہم اک بیدرد کا غم کر کے اٹھے ہیں / جہاں سے درد کا ساماں فراہم کر کے اٹھے ہیں

خجل محفل میں پاس وضع کو ہم کر کے اٹھے ہیں / کسی غیر آشنا سے شکوۂ غم کر کے اٹھے ہیں

یہاں کے رہنے والے شور محشر پر نہ چونکیں گے / ترے کوچے سے وہ شور و فغاں باہم کر کے اٹھے ہیں

غضب ہے قہر ہے کیوں بیٹھ جائیں وائے مستو نکلے / کہ وہ محفل سے لطف کیف مے کم کر کے اٹھے ہیں

یہ ہم تصریح مطلب کر کے اٹھے اف رہی خاموشی / کہ گویا انسے عرض حرف مبہم کر کے اٹھے ہیں

وہ ہو بیٹھے خفا شوق جفا سے نازکی دیکھا / مرحبا بن آپ قصد قتل عالم کر کے اٹھے ہیں

اٹھے ہیں بے پیے کیا بزم صہبا سے کہ ساغر کو / وہ رشک چشم اشک آلودہ جم کر کے اٹھے ہیں

بھلا سنتا ہے کب محفل میں درد دل وہ بے پروا / کلیجا تھام کر بیٹھے فغاں ہم کر کے اٹھے ہیں

مرے جاتے ہیں ہم دنیا سے اٹھکر پشیماں ہیں / سیکھو ہائے کیا رسوائے عالم کر کے اٹھے ہیں

لگائیں غیر بیٹھے قہقہے غیرت نکیوں آتی / ہم انکی بزم سے فریاد پیہم کر کے اٹھے ہیں

سحر ہوتے ہی ہیں دنیا سے اٹھا ہوں شب وعدہ / وہ پہلو سے اٹھے ہیں اور مرا غم کر کے اٹھے ہیں

اٹھے ہیں بزم مے سے ہم نشست اعدا کے ہونیکو / تسرا اب خوش مزہ میرے لئے سم کر کے اٹھے ہیں

خموشی میں سنا یا بیٹھکر ہنسے وہ غمنامہ / کہ وہ بھی سر مگیں آنکھوں کو پرنم کر کے اٹھے ہیں

۱۱ ماہ صیام ۱۳۱۹ ہجری نواب محمد بیگ صاحب	بٹھا کر درد نے اُس بزم میں رسوا کیا ہمکو متاعِ ضبط و قفِ چشمِ پرنم کر کے اُٹھے ہیں	رعب کیا سیہ کار ہے جیب دل کو وہ ...

ماٰلِ عشق ہم حرمانِ شوقِ دل سمجھتے ہیں
تیرا سب ماحصل اے سعی بیجا صل سمجھتے ہیں

کسی تیغِ نگاہِ ناز کا بسمل سمجھتے ہیں
تری طرزِ تپش کو کچھ ہمیں اے دل سمجھتے ہیں

دکھائی فیض از خود رفتگی نے شانِ یکرنگی
تغافل جنکی خو ہے وہ مجھے غافل سمجھتے ہیں

خوشا تیغ آزمائی کی ادا اُن سخت جانوں پر
قضا کو جو شہیدِ شوخیِ قاتل سمجھتے ہیں

ہمیں او بے نشاں راہِ طلب میں تیری مٹ جانا
یہ نیرنگِ فریبِ دوریِ منزل سمجھتے ہیں

رہائی پائی قیدِ کلفتِ اسبابِ ہستی سے
ترے دیوانے کو ہم ایک ہی عاقل سمجھتے ہیں

سلامت اشکباری چھیڑئیے کیوں داستانِ غم
سمجھنے والے سارا ماجرا اے دل سمجھتے ہیں

ترے ابرو کا بل نکلے تو کھل جائے گرہ دل کی
اسیکو ہمتو اپنا عقدۂ مشکل سمجھتے ہیں

تڑپتا ہے کچھ اس انداز سے بسمل سرِ مقتل
تماشا دیکھنے والے تجھے قاتل سمجھتے ہیں

ترے لذت کش آزار ہیں یہ خو گرِ ایذا
وفورِ درد کو درمانِ دردِ دل سمجھتے ہیں

گراؤ ناز سے تم ہنسکے بجلی خرمنِ دل پر
یہی ہم مزرعِ اُمید کا حاصل سمجھتے ہیں

سوال دید ہے حسرت نگاہی چشمِ گریاں کی
وہ اے طرزِ خموشی مطلبِ سائل سمجھتے ہیں

ادا فہم ستم ہیں کیوں نہ خود کاٹیں گلا اپنا
اشارے تیرے ہم اے ابروِ قاتل سمجھتے ہیں

وہ خوش ہوتے ہیں کیا گلشن میں غنچوں کے چٹکنے سے
اگر انداز آوازِ شکستِ دل سمجھتے ہیں

۱۳ ماہ صیام ۱۳۱۹ ہجری نواب محمد حسین صاحب تخلص	وہ تڑپاتے ہیں دل میں چٹکیاں لیکے شوخی سے مری بیتابیوں کو گرمیٔ محفل سمجھتے ہیں	

دل مہجور میں وہ حور وش دل اُسکی خلوت میں
وہ اک جنت ہے دوزخ میں یہ اک دوزخ ہے جنت میں

غنیمت ہے چمکنا میرے داغِ دل کا فرقت میں
یہی اک شمع روشن ہے شبستانِ محبت میں

سرِ محشر جو گرمِ فتنہ خیزی ہو خرام اُس کا
تو سب فتنے ابھی چھپ جائیں دامانِ قیامت میں

نوید اے معصیت کاری کہ جوش آیا برابر کا
ادھر اشکِ ندامت میں اُدھر دریائے رحمت میں

سکوں کبھی ہے رم وحشت خیالِ دشت پیما سے
سفر کا رنگ پیدا ہے مری طرزِ اقامت میں

ہزاروں عکس ایک آئینہ اک عکس آئینے لاکھوں
کہیں کثرت ہے وحدت میں کہیں وحدت ہے کثرت میں

ہوائے ہرزہ گردی خندہ زن ہے دیکھکر کیا کیا
خیال آرائیاں صبحِ وطن کی شامِ غربت میں

تجلی آشنا تیرا ہے اک تصویرِ محویت
تماشائی کو سکتہ ہے تو آئینہ ہے حیرت میں

گلے پر میرے خنجر چلگیا بے منتِ قاتل
رگِ گردن کھنچی یوں خود بخود شوقِ شہادت میں

کہاں معنی شناس ایسا کہ سمجھے دیکھکر صورت
مرا عشق مجازی ہی وہی کچھ ہے حقیقت میں

ہوا شوقِ ستم کا خوں کہ خنجر اُٹھ نہیں سکتا
تڑپتی ہیں اُمنگیں اُنکی آغوشِ نزاکت میں

نمِ ابرِ فنا ہے آب و رنگِ گلشنِ ہستی
ہم آئے سیر کو بھی کس تماشاگاہِ عبرت میں

نمکداں لا ادھر قاتل کہ پھر شورِ تبسم سے
جما ہی لی وہاں زخم نے ذوقِ اذیت میں

نہیں حوروں سے مطلب اُسکے دیوانوں کو اے رضواں
تری جنت کی جانب بھی نکل آئے ہیں وحشت میں

نتیجہ کیسا اے حرماں نصیبی شغلِ فرقت ہے
فغانِ شوق اثر میں ہے دعا حرصِ اجابت میں

ادھر یہ پاسِ خود داری کہ میرا عجز و طینت ہے
اُدھر طرزِ تغافل وہ کہ داخل اُنکی عادت میں

خدا کا شکر ہے سنگِ درِ اُس بت کا جبیں اپنی
اب آئندہ جناب رعب جو لکھا ہو قسمت میں

ترا جلوہ ہے محویت فزا غیروں کی محفل میں
جوابِ مرگ جیسے خوابِ راحت چشمِ غافل میں

وصال آساں ہے لیکن بدگمانی سے ہوں مشکل میں
وہ عالم آشنا دل میں ہے دل ہے اُسکی محفل میں

پڑا ہے جوشِ رشکِ عشق یارب کیسی مشکل میں
کہ جو ہے قیس کے دل میں وہی لیلے ہے محمل میں

تپاں ہیں آرزوئیں میرے بسمل خانۂ دل میں
بعینہ جیسے پروانوں کا عالم تیری محفل میں

تنِ بسمل سراپا مایۂ شوقِ شہادت تھا
رہا ہر قطرۂ خوں بنکے جوہر تیغِ قاتل میں

خدارا پاسِ عشق بدگمان اے شوخیِ لیلےٰ
کہ رنگِ اضطرابِ قیس ہے آغوشِ محمل میں

شکست جزو جزوِ آئنہ شوقِ تماشا ہے
تماشا آکے دیکھو میرے حسرت خانۂ دل میں

دلِ بیتاب سوزِ رشکِ دشمن کی شکایت کیوں
ارے اک شمع یہ بھی جل رہی ہے تیری محفل میں

امید بستہ موقوفِ نگاہِ ناز ہے یعنی
کشادِ دل کی آسانی پڑی ہے ایک مشکل میں

کہاں دریائے مقصد وقفِ طولِ آرزو ہے دل
فنا ہوگا یہ قطرہ وسعتِ دامانِ ساحل میں

کوئی مجھسا نہو بے اعتبارِ رشکِ بیتابی
خلش بڑھ بڑھ کے کہتی ہے کہ تیر اترے ہے دل میں

نویدِ لذتِ آوارگی کیا راحت افزا ہے
مری منزل فراموشی نشاطِ قطعِ منزل میں

نکلوایا مجھے آخر کو جوشِ عرضِ مطلب نے
خموشی تھی یہ فریادِ آفریں اس بت کی محفل میں

مرا شوقِ شہادت وجہ رنجِ ناز کی کیوں ہو
روانی تیغ کی ہے جنبشِ ابروے قاتل میں

مدارِ زیست ہے مشغولِ تدبیرِ عبث رہنا
کہ حرمانِ ابد مضمر ہے میری سعیِ کامل میں

مدد اے جوشِ وحشت تازہ رہ پیمائے الفت ہوں
وفورِ شوق سے گھبرا گیا ہوں پہلی منزل میں

چپ ان آنکھوں کی ایما فہم طرزِ سرمہ سائی ہیں
اشارہ پائیں کہنے کا تو پھر کیا کیا نہیں دل میں

ابد گردش ہے حیرانِ طلسمِ جادۂ الفت
یہاں منزل ہے گم آشوب گاہِ قطعِ منزل میں

خدا کے واسطے اے ضبط ایذا کیا قیامت ہے
کہ قاتل مضطرب ہے انتظارِ رقصِ بسمل میں

نہ دیکھو یوں نگاہِ تیز سے تم آئنہ دیکھو
کہ کھنچ جانے کی بھی خو ہے ادھر مد مقابل میں

ذرا اک وار اے ترکِ تیغ کم نگاہی کا
ابھی کچھ حوصلہ باقی ہے تیرے نیم بسمل میں

دکھا جلوہ کہ دعویٰ رعب کی ہستی کا مٹ جائے
کیا ہے جمع کچھ خرمن امید برق حاصل میں

وہ ادائیں بھی تو یارب جی کی خواہاں ہوگئیں
جو مری قسمت سے وقف لطف پنہاں ہوگئیں

اُف وہ شرمیلی نگاہیں دشمن جاں ہوگئیں
شوخیاں جوش تپش کی ورد پنہاں ہوگئیں

سوز دل کی گرمیاں اُبھریں کہ پنہاں ہوگئیں
میری آہیں شمع کا دود پریشاں ہوگئیں

ضعف کیسا جو تڑپنے کی امنگیں دل میں تھیں
وہ ہلاک جنبش لبہائے خنداں ہوگئیں

خود مری بیچارگی ہے چارہ سازی کی کفیل
درد نے جو لذتیں بخشیں وہ درماں ہوگئیں

غم غلط کرتی ہیں کچھ آنکھوں کی رنگیں کاریاں
دم جہاں گھٹنے لگا خونابہ افشاں ہوگئیں

تیرہ سامانی پریشاں طالعی آشفتگی
یہ بلائیں ہیں کہ ملکر شام ہجراں ہوگئیں

لذت مشکل پسندی نے مٹا دیں کلفتیں
جسقدر دشواریاں تھیں کتنی آساں ہوگئیں

کب مری سرگشتگی تھی اسقدر ساماں طلب
ہائے کیوں رخ پر ترے زلفیں پریشاں ہوگئیں

اے خوشا راحت کہ میں ہوں اور میری بیکسی
حد سے بے سامانیاں گذریں تو ساماں ہوگئیں

دیکھ ادھر! کافر نگاہی کی وہ شوخی کیا ہوئی
شرم کیوں؟ کب سے تری آنکھیں مسلماں ہوگئیں

تو رہے آباد تیرے دم سے اے نیرنگ شوق
کتنی دنیائیں تھیں حسرت کی کہ ویراں ہوگئیں

تو نے او جلوہ فروز آئینہ دیکھا ہی نہیں
کیوں تماشا میری آنکھوں کا کہ حیراں ہوگئیں

دامن صحرا حریف پنجۂ وحشت نتھا
ساری چاکدستیاں نذر گریباں ہوگئیں

ضبط شوق خانہ ویراں خود ہے سامان جنوں
خاک اُڑانے کی تمنائیں بیاباں ہوگئیں

چارۂ وحشت ہوئی گم کردہ سامانی مجھے
بڑھ گئیں دلتنگیاں اتنی کہ زنداں ہوگئیں

دل نہ اب دلکا لہو اے مقتضائے جوش غم
چند بوندیں تھیں کہ نذر چشم گریاں ہوگئیں

میری جانبازی تھی ظالم سزاوار دیت
جانستانی کی ادائیں کیوں پشیماں ہو گئیں

جلوۂ نظارہ فرسا نے کچھ الٹی تھی نقاب
بڑھتے ہی سمٹیں نگاہیں یہ کہ مژگاں ہو گئیں

اُف کمال ضعف پر یہ آتش پنہاں کا جوش
ٹھنڈی سانسیں جسقدر تھیں آہ سوزاں ہو گئیں

قطرہ ہائے اشک رنگیں نے دکھائی کیا بہار
میری پلکیں اے عجب اک گلچیں کا داماں ہو گئیں

اب کیا رہا ہے زندگی مستعار میں
خوش کس امید پر ہوں غم روزگار میں

کروٹ جو لی تو جان تھی جسم زار میں
تکلیف کچھ اجل کو نہ دی ہجر یار میں

لو پھر نگاہ تیز ہوئی لالہ کار زخم
لو پھر بہار آئی دل داغدار میں

یہ کسکے جھوٹے وعدے کی لذت نے کھو دیا
ہم اپنے منتظر ہیں شب انتظار میں

پرواز رنگ باغ ہوئی کسکے بوئے گل
باد نسیم کے نفس مشکبار میں

سعی عمل ہمیشہ رہی بے مآل کار
مجبوریاں بھری ہیں مرے اختیار میں

حشر آفرینیوں میں ہے گویا مرا غبار
وہ گرد جو تباں ہے تری رہگذار میں

اُس گردش نگاہ کی نیرنگ کاریاں
چھپتی ہیں کوئی پردہ لیلیٰ و نہار میں

یا شوق مضطرب مرے دل میں سکوں پذیر
یا کیف مے تری نگہ شرمسار میں

مٹنا ہمارا سہل ہے اُٹھنا محال ہے
بیٹھے ہیں نقش پا کی طرح کوئے یار میں

سب کچھ ہوں میں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
ہر چند کچھ نہیں نگہ اعتبار میں

ہر گردش نگاہ ہے میخانہ آفریں
اُف تیری چشم مست کا عالم خمار میں

ہاں اپنی خاک اُڑائیے پردہ اُٹھائیے
دنیائیں ہیں نہاں اسی مشت غبار میں

مجھسے شکایتیں ہیں مرے اضطراب کی
کیا تیری شوخیاں ہیں ترے اختیار میں

وہ غمزدہ رعب پھر کہیں تاب آزما نہو
چٹکی یہ کسنے لی دل امید وار میں

وہ جو خود بیں ہیں تو اک آئنہ اچھا دیکھیں
اپنے حیران تماشا کا تماشا دیکھیں

جسکو آوارۂ سر کوچۂ تقوی دیکھیں
آنکھ اُٹھا کر کبھی وہ اُسکو نہ اصلا دیکھیں

پوچھنے والے ترے حسن کی کیفیت کے
کیوں نہ محویت ارباب تماشا دیکھیں

اک وہ آنکھیں کہ رہیں محو رخ لالہ و گل
اک وہ نظریں کہ جمالِ چمن آرا دیکھیں

خود نمائی ہے خریدار متاعِ حیرت
بوالہوس کیوں تجھے اور آئنہ سیما دیکھیں

تاب نظارہ نے دیکھا نہیں آئینہ ابھی
پردہ اُس رخ سے جو اُٹھے تو تماشا دیکھیں

کچھ نمک بھی ہو تو پھر لطف ہے ورنہ کب تک
اے لب زخم ترا خندۂ بیجا دیکھیں

ہمکو بھی ضبط کا دعوی ہے بلا سے کچھ ہو
ہاں ادائے نگہ حوصلہ فرسا دیکھیں

جل رہے ہیں کہ ٹھکانے نہ لگا خرمن زیست
آہ بے صرفہ کو تا چند شرر زا دیکھیں

سامنے سے نہ ہٹائیں وہ ابھی آئینہ
عکس کو اپنے ذرا محو تماشا دیکھیں

خرمن آرزوے دید ہے اک حاصل عمر
ہاں کرشمہ کوئی اے برق تجلی دیکھیں

ہمتو خاموش بحسرت نگراں ہیں کاش
وہ ذرا دلکشی عرض تمنا دیکھیں

حیف وہ غیرت الفت کہ نہیں جینے دے
ساتھ اپنے بھی جو ظالم تجھے تنہا دیکھیں

ابتو دل ہی نہیں رند کو ایمان کیسا
شوخی شیوۂ کافر نظری کیا دیکھیں

سر محفل یہ تڑپنا تو نہ دیکھا تھا کبھی
غیر کو آج کس انداز سے دیکھا دیکھیں

ششجہت کیا کہ نکل آئے ہیں کونین سے دور
لیچلے کسطرف اب شورش سودا دیکھیں

پردہ پوشی کہیں اب اے اجل آخر کب تک
لوگ اک پردہ نشیں کا مجھے رسوا دیکھیں

ایک وہ خاک کہ میدانِ قیامت میں اُڑے — ایک وہ حشر کہ اُس کوچے میں ہم یاد رکھیں
شہرِ دل سے کہیں بہتر گھر آبادِ سرِ شک — مری آنکھوں میں پھریں وہ نئی دنیا دیکھیں

ہر طرف دیکھنے والے دمِ زینتِ سرِ بزم
اک نظر رعب کے جانب بھی خدارا دیکھیں

غمِ انجام دورِ جام نہیں — گردشِ چرخ بھی مدام نہیں
شوخیِ جلوہ میں کلام نہیں — طور لیکن کسی کا بام نہیں
ساقی اک شوخ لالہ فام نہیں — کون کہتا ہے مے حرام نہیں
گردشِ چرخ ہے حریفِ طلب — ساقیا اب بھی دورِ جام نہیں
تیغِ قاتل کو کہتے ہیں خونریز — غمزۂ جانستاں کا نام نہیں
کعبہ ہاں ہاں خدا کا گھر زاہد — ان بتوں کا مگر مقام نہیں
ہم نہیں طالبِ سکوں اے چرخ — حیف اگر گردش مدام نہیں
درد سے ضعف کر رہا ہے خجل — بیقراری کو بھی قیام نہیں
غم میں ہستی کا دقیقۂ موہوم — روزِ محشر ہے جسکی شام نہیں
گردشِ چشم ہی سہی ساقی — نشہ موقوف دورِ جام نہیں
پیچ و تابِ خیالِ صید میں ہیں — دانہ اپنا رہینِ دام نہیں
تیرا جلوہ ہے برقِ غوغا سوز — اب وہ ہنگامہ زیرِ بام نہیں
جورِ گردوں کا محوِ تحسیں ہوں — مقصدِ نالہ انتقام نہیں
مجھسے محفل میں ہمکلام ہیں وہ — یوں سمجھیں کہ ہمکلام نہیں
اُف ادائے تبسمِ پنہاں — ناتمامی میں بھی تمام نہیں

ہائے یہ اشک آبگوں اے چشم
جیسے دل میں لہو کا نام نہیں

غمزہ بیتاب دشنہ آرائی
ناز کہتا ہے قتل عام نہیں

سرخوش ضبط اشک ہیں آنکھیں
بادہ اپنا حریف جام نہیں

کچھ تمنا کرے خدا نکرے
تیرے ناکام کا یہ کام نہیں

تیرہ روزی سے تیرہ روزی ہے
صبح و شام اپنی صبح و شام نہیں

کیا کہا رعب کون ہے کیا خوب
کسی گمنام کا یہ نام نہیں

[illegible]

سوا التفات ایک ترے اجتناب میں
کیوں لطف کے مزے نہ اٹھاؤں عتاب میں

شوخی ہجوم شرم سے ہے پیچ و تاب میں
اف بیحجابیوں کی ادائیں حجاب میں

اچھا سوال قتل سہی اضطراب میں
خاموش کیوں ہے شوخی رد جواب میں

کیوں خود تڑپ نجاؤں کہ قدرت نے بھر دیا
رنگ اُنگلی شوخیوں کا مرے اضطراب میں

ممکن برائے امن کہاں گوشۂ پناہ
فتنوں کا دور ہے ترے عہد شباب میں

کب دیکھتا ہوں طور کا جلوہ عیاں سہی
تو کھپ گیا مری نگہ انتخاب میں

برباد ہو کے بھی ترے سودائیانِ زلف
مانند گرد باد رہے پیچ و تاب میں

جوش محیط گریہ ہے پابند قید ضبط
گردش یہاں بھنور کو نہ موج اضطراب میں

مطلب یہاں کچھ اور ہے عرضِ سوال سے
کافی ہے عذر بیدہنی گو جواب میں

ہر حال میں ہے حیرت نظارہ پردہ دار
تم رخ چھپاؤ یا نہ چھپاؤ نقاب میں

اللہ میرا خانۂ دل اور ترا خیال
آباد بس یہ گھر ہے جہانِ خراب میں

فرقت میں نیند آنے کا الزام دیگئے
لو وعدہ کر گئے وہ کہ آئیں گے خواب میں

ساقی تری نظر کے کرشمے ہیں ورنہ ہم
مستی کا رنگ دیکھے ہوئے ہیں شراب میں

قول و قسم غلط پئے اخفائے رازِ غم
کیوں اپنے غمگسار کو ڈالوں عذاب میں

یہ فتنہ انقلاب دو عالم کو کم نہیں
کیوں رنج اٹھائے حشر تمہارے شباب میں

اللہ تیرے جلوۂ آشوب زا کی شان
موسیٰ کا ذکر کیا کہ ہے طور اضطراب میں

اک زلف کا ہے دھیان بس اے خواہش سکوں
راحت سے کر رہا ہوں بسر پیچ و تاب میں

افسانہ زیست کا نہیں کچھ یاد بعد مرگ
اتنا خیال ہے کبھی جاگے تھے خواب میں

اپنی تلاش ہے کہیں ملتا نہیں پتا
یارب کدھر نکل گئے ہم اضطراب میں

کہتے ہیں رعب مضطرب الحال مر گیا
اے چرخ دیر کس لئے اب انقلاب میں

جان بھی جائے تو مرنے کی تمنا نکریں
ہم کبھی درد کو مشتاق مداوا نکریں

لاکھ ستائیں مگر شکوہ تمہارا نکریں
تمکو شرمندہ کریں جور سے حاشا نکریں

ذوق آزار سے وابستہ ہے اُمید حیات
یہی اچھا کہ وہ بیمار کو اچھا نکریں

ایک شوخی کے کرشمے ہیں کہ خونریز ہیں
اک تغافل کی ادائیں ہیں کہ پروا نکریں

رقص بسمل کا تماشا ہے اگر مد نظر
اسقدر آپ مجھے خوگرِ ایذا نکریں

ناز کو ضبط ہے منظور تو شوخی کو تپش
کیا کریں اے خلش درد نہاں کیا نکریں

امتحان تاب نظر کا یہ قیامت کیسی
آپ موسیٰ سے بھی کیوں وعدۂ فردا نکریں

یک بیک اُنکی نظر ہمسے پھری یا قسمت
اب بھی شکوہ ترا اے مرگِ مفاجا نکریں

آستاں پر ترے مقبول نہیں سجدۂ شوق
کیا کریں سر کو جو ہم ہدیۂ سودا نکریں

تازہ منظر ہے کوئی ذوق نظر کو منظور
میری آنکھیں مجھے محجوب تماشا نکریں

دیکھ سکتا ہوں کہیں رنگ پریدہ اُنکا
مجھکو وہ منفعل عرض تمنا نکریں

جوشش غم دیدۂ بے نم سے خفا ہے لیکن
نکیا ضبط کو ہمنے کبھی رسوا نکریں

وصل موہوم کے مژدہ کو ہے اک نذر حقیر
ورنہ اے غم کبھی ہم جان کی پروا نکریں

خوش ہوں کیا اُنکی عنایت سے کہ ڈرتا ہوں کہیں
دل کو مایوس غم حوصلہ فرسا نکریں

جلوۂ مرگ ہے تحریک نظر پر موقوف
حیف اگر اتنی بھی زحمت وہ گوارا نکریں

ناز کا حوصلہ کچھ پست ہوا جاتا ہے
شوق سے ظلم کریں وہ مگر اتنا نکریں

غیرت حسن کا ہر شیوہ ہے دشوار پسند
دیکھیے رعب کو تا چند وہ رسوا نکریں

ناتواں تیرے تڑپنے سے تو معذور نہیں
درد دل آج نہیں یا دلِ رنجور نہیں

مانع جلوہ نقابِ رخِ پُر نور نہیں
شعلہ فانوس میں ظاہر ہے کہ مستور نہیں

دلِ خودسر کو تری زلف نجانے اپنا
ایک مختار یہ دیوانہ ہے مجبور نہیں

شب کا کچھ واقعہ جھک جھک کے بیاں کرتی ہے
ورنہ بیمار تری نرگس مخمور نہیں

ناتواں میں ہوں سبکدست مرا جذب رسا
آپکے پاس پہونچ جاؤں تو کچھ دور نہیں

سرفروشوں سے تغافل بھی روا ہے شاید
قتل ناحق کا ترے عہد میں دستور نہیں

قوت حوصلہ شرط آپکے جلوے کے لئے
تاب نظارہ کا یہ قول کہ منظور نہیں

لطف میخانہ کہاں انجمن خلد سہی
صاف کہدوں مے اطہر مئے انگور نہیں

ضعف سے تاب تپش بھی نہیں اے تیر نگاہ
یعنی آغوش کشا اب دل مہجور نہیں

توگرا شوق سے بجلی کوئی اے جلوۂ یار
خرمن دل تو ہمارا ہے اگر طور نہیں

ستم ضبط سہی خوئے ستم کیوں یہ ستم
ہم بھی مختار نہیں آپ بھی مجبور نہیں

میری کم حوصلگی نے مجھے بدنام کیا | ورنہ اتنا تو ستمگار وہ مشہور نہیں
ضبط سے شکوہ ہے رسوائی غم کو یعنی | آج خوننابہ فشاں دیدۂ ناسور نہیں
جلوہ آنکھوں میں ہے اور دوست ہے آنکھوں سے نہاں | پاس بھی میرے نہیں مجھ سے اگر دور نہیں

تیرے خنجر میں رگ دیدۂ جوہر سے عیاں
حیف اگر رعبؔ کا خوں قاتل مغرور نہیں

ہجوم داغ سے کب سینہ لالہ زار نہیں | خزاں کا ہو جسے کھٹکا یہ وہ بہار نہیں
حریف راز نہاں ظرف راز دار نہیں | خوشی یہ غم کو مبارک کہ غمگسار نہیں
کرینگے زیست کو مجبور مرگ ہم اکدن | یہ کوئی دل تو نہیں جسپر اختیار نہیں
بجز اُمید یہاں اور کیا ہے اجل مراد | اُمیدوار محبت اُمیدوار نہیں
کسیکی بزم میں یہ پاس تمکنت کا ستم | تڑپ رہا ہے مرا دل کہ بیقرار نہیں
نشاط مرگ سے اندوہ زیست مٹ نسکا | سرور نشہ باندازۂ خمار نہیں
وہ ایک جلوہ تمہارا کہ پردہ سوز حجاب | اور ایک راز ہمارا کہ آشکار نہیں
خرام ناز ہے یوں بے نیاز فتنہ گری | کسیکے کوچے میں جیسے مرا مزار نہیں
بس اک فسردہ دل ہے۔ بہار ہو کہ خزاں | وہ ہم نہیں کہ وہ نیرنگ روزگار نہیں
اداشناسی عفو و کرم ہے قابل داد | گناہگار تمہارا گناہگار نہیں
پسند مشکل و دلبستگی قیامت ہے | حریف حوصلہ سعی کشود کار نہیں
کھلی ہوئی ہے حقیقت ہماری ہستی کی | تمہارا عہد وفا ہے کہ اُستوار نہیں
بھلا نیاز اجل ہم کرینگے جان عزیز | غم فراق نہیں؟ آرزوے یار نہیں
کشاد چشم ہے محروم ناز کم نگہی | تمہاری شرم کو شوخی کا اعتبار نہیں

تپش ہے درپئے ہنگامہ آفرینی حشر
فریب وعدہ کی لذت نے کردیا بیخود

ترے مریض کو مرنا بھی سازگار نہیں
ہزار شکر کہ تکلیف انتظار نہیں

سرگرست داوری عو [illegible] گلشتہ از شاخ گردان
ارائے گرلب [illegible] مولانا وحشت

جنون رعب ہے پامال جور بے خبری
بہار میں بھی یہ دیوانہ ہوشیار نہیں

[illegible] سرودہ [illegible] شباب حال [illegible]

یہ بہائے قتل سے بسمل ہوں گویا سر بسر دل ہوں
سر مقتل جواب شوخی انداز قاتل ہوں

تری محفل میں میں آئنہ دار حیرت دل ہوں
ارے مغرور خود بینی ترا ضد مقابل ہوں

عنایت خفتہ پائی کی خوشا ذوق تن آسانی
نہ وقف جادہ پیمائی نہ رہن شوق منزل ہوں

تری یاد حیات افزا ہے مجھکو مایۂ ہستی
بھلا پھر میں کہاں تجھسے اگر اک لحظہ غافل ہوں

ہوائے شوخ رنگی کیوں فروغ تازہ گرمی کیا
کہ میں افسردہ برگ گل ہوں مردہ شمع محفل ہوں

مری تاریخ ہستی بالقلم تفسیر عبرت ہے
سراسر شرح ناکامی سراپا حسرت دل ہوں

بھلا اتنا تو شوق نفع ہو گرم زیانکاری
کہ خود خرمن پکارے مایہ دار برق حاصل ہوں

حجاب مدعا ہے سہل گیری ننگ ہستی کی
خود اپنا پردہ حائل ہوں نہیں خود اپنی مشکل ہوں

فروغ جلوہ ہستی ہے مجھکو رقص بیتابی
وہ ذرہ ہوں کہ خورشید درخشاں کے مقابل ہوں

ملا قید جنوں میں واہ کیا لطف ہم آہنگی
تکلف برطرف پامال فریاد سلاسل ہوں

خطا تقدیر سے کسدن ہوئی حرمان مقصد میں
مگر میں ہوں کہ نیرنگ آزمائے سعی باطل ہوں

حباب موج کی صورت کھلی آنکھیں تلاطم میں
محیط آوارہ ہوں ناآشنائے عیش ساحل ہوں

کہا کیا تم نے تو ورسے اُٹھا دینے کے قابل ہے
اُٹھا دینے کے قابل یا مٹا دینے کے قابل ہوں

گداز درد خاموشی نہیں جز شرح سوز غم
تری محفل میں گویا بے زبان شمع محفل ہوں

قیامت تک رہیگا ایک ہی رنگ تپش قایم
کہ میں اک شوخئ نازک روش خنجر کا بسمل ہوں

سنیں ذوق آشنائے غم فغان بے صدا میری
شکست رنگ کی آواز ہوں ٹوٹا ہوا دل ہوں

کہیں صورت نگر میری حقیقت جان سکتے ہیں
کہوں کیا معنی دشوار ہوں مضمون مشکل ہوں

بھلا یہ رقص دلکش اس سے پہلے کسنے دیکھا تھا
وہ بسمل ہوں کہ خود عذر آفرین جور قاتل ہوں

کوئی سمجھے تو لبریز نوا ہے عرض خاموشی
نم اشک ندامت ہوں نگاہ چشم سائل ہوں

تری محفل میں شمع کشتہ کی قسمت ملی مجھکو
اٹھا اٹھنے کے لائق ہیں چلا جانے کے قابل ہوں

نگذرا آپ سے کھویا مجھے خود ناشناسی نے
اگر کوسوں دور ہوں منزل سے اور نزدیک منزل ہوں

کمال اہل فن کیوں شکوہ سنج رشک ہو میرا
کمال نقص میں اے عیب آخر میں بھی کامل ہوں

وہ دیکھکر مجھے در پر کسیکا فرمانا
ترا بھی گھر کہیں خانہ خراب ہے کہ نہیں

ہمیں ضرور ہے عشق اک حسین سے ای ناصح
پھر آپ جانئے آخر شباب ہے کہ نہیں

اگرچہ پردہ نشینوں سے عشق رکھتا ہے
مگر خدا کی قسم اے عیب زانیوں میں نہیں

کلام اپنا وہ آتش زا ہے عیب شاہ آبادی
کہ حاسد خاک ہو ہو جاتے ہیں سنکر یہ جلتے ہیں

اس انجمن سے جو اٹھتے ہی درد اٹھتا ہے
تو بیٹھ جاتے ہیں اور دل کو تھام لیتے ہیں

کسیکا دھیان کبھی نالہ گاہ بنتا ہی
ہم اپنے دل سے یہ دو تین کام لیتے ہیں

یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا
ہم آج پہلے پہل تجھسے جام لیتے ہیں

وہ دیکھتے ہی جو دیتے ہیں زیر لب دشنام
تو جانتا ہوں کہ میرا سلام لیتے ہیں

جو پوچھتا ہوں کہ دل سے ہیں دوست کسکے آپ
تو مسکرا کے وہ دشمن کا نام لیتے ہیں

السلام اے مریم اعجاز را روح الامیں
خاک بنر کو ہے فیضت عیسی گیم دو تشیں

منزل گور کی سمت اہل سفر جاتے ہیں
رخصت اے کشمکش زیست گذر جاتے ہیں

گر ز غربت حرف رانی ظاہر است از پیکرم
ور ز حیرت دم نہ فی پیداست از تصویر من

نقاب رخ ہے اٹھنے کو چمکنے کو ہے اک تجلی
سنبھل اے طاقت دیدار وہ جلوہ دکھاتے ہیں

(ردیف) (و)

ظلم پر چرخ ہے تیار اگر ہونے دو
وصل کی شب کی جو ہوتی ہے سحر ہونے دو

خاک اڑائیگا بہت قبر پر آکر واللہ
مرے مرنیکی تو اس بت کو خبر ہونے دو

ناوک انداز ہوئی جب نگہ ناز اسکی
دل پکارا کہ مجھے سینہ سپر ہونے دو

وصل کے لوٹتے ہیں ہم کبھی تصور میں مزے
وہ عدو سے ہیں اگر شیر و شکر ہونے دو

دل میں عشق آتا ہے رخصت ہو تم اے صبر و شکیب
اب تمناؤں سے آباد یہ گھر ہونے دو

سحر وصل ہے تم نام نہ لو رخصت کا
پہلے صاحب مرا دنیا سے سفر ہونے دو

میں نہ باز آؤنگا نظارہ جاناں سے کبھی
جمع ہیں بزم میں غماز اگر ہونے دو

سر جھکانا تہ شمشیر کوئی کھیل نہیں
پہلے میرا سا رقیبوں کا جگر ہونے دو

تم نہ کچھ رنج کرو گھر کو سدھارو اپنے
حال میرا ہے اگر نوع دگر ہونے دو

ہوکے بیتاب ادھر خود ہی چلے آؤگے
ٹھہرو ٹھہرو مرے نالوں میں اثر ہونے دو

دونوں زلفیں رخ روشن کو چھپالیں شب وصل
ایسا اندھیر نہ اے رشک قمر ہونے دو

ایک تقدیر جو یاور نہیں تو کچھ بھی نہیں
یوں کسی میں ہیں اگر لاکھ ہنر ہونے دو

صلح کل اپنا تو مذہب ہے نہیں جنگ سے کام
خیر اگر ہے کوئی آمادۂ شر ہونے دو

[illegible]

خانۂ یار ہے دل غیر سے خالی رکھو
رعب کینہ کا بھی اسمیں نہ گذر ہونے دو

اے صنم پہلو میں دل ہو دل میں تیرا گھر نہو
حیف اُس پہلو میں کیوں دل کی جگہ پتھر نہو

کہتے ہیں لازم ہے عاشق کو بہت مضطر نہو
کون اتنا کہہ سکے اُنسے بھلا کیونکر نہو

ہوں وہ ناکامِ شہادت سر بکف جاؤں اگر
پاس اُس قاتل کے میرے قتل کو خنجر نہو

کہہ رہی ہے گل سے بلبل کی پریشاں طالعی
دیکھوں تو کیونکر ترا اک اک ورق ابتر نہو

وصف لکھوں کس طرح اُس مصحفِ رخسار کا
جب قلم کے واسطے جبریلؑ کا شہپر نہو

جس قدر اغیار ہیں انصاف سے فرمائیے
کونسا انمیں بشر ہے جو سراسر شر نہو

شیخ کعبے میں رہے جاکر برہمن دیر میں
ہائے اے بت تیرے در پر اور مرا بستر نہو

حضرت موسیٰ کوئی کوٹھے پر آئے تو بھی
میرا ذمہ طور ہے جلوہ اگر بڑھکر نہو

میکشو ہمت کرو دیکھو یہ بات اچھی نہیں
گردشِ گردوں رہے اور دورۂ ساغر نہو

آپ پر ہم جان دیں اور آپ چاہیں غیر کو
آپ ہی کہیئے کہ پھر کیوں زندگی دوبھر نہو

ہو وفا تجھمیں اگر واللہ پھر تو اے صنم
کوئی کعبے کے بتوں میں بھی ترا ہمسر نہو

مجھسے فرماتے ہیں ظلم اپنی تو عادت ہوگئی
تم نہیں ہو جور اُٹھانیکے اگر خوگر نہو

اک قیامت کی ہے برپا شور نے جس حشر کے
وہ کہیں اُس فتنۂ دوراں کی توٹھوکر نہو

دل ہی کیا وہ دل نہو جس دلمیں اک دلبر کا درد
آنکھ ہی وہ آنکھ کیا جو آنکھ ہر دم تر نہو

موسم گل فصل لالہ صحن گلشن روز ابر
آج کیوں رندوں میں دورِ بادۂ احمر نہو

بے طرح او بت جبیں سائی کی ٹھہری دیکھئے
عاشقونکے سر نہوں یا تیرا سنگِ در نہو

خط کسی کاغذ پہ اُس پردہ نشیں کو کیا لکھوں
جب تلک سر رشتۂ مریم پئے مسطر نہو

آنکھ جادو آفریں ہے زلف افسون جنون
دل ترا دیوانہ کیونکر اے پری پیکر نہو

کیا خطا دلبر کی کیا چرخ ستمگر کا قصور
ہمنشیں جب کوئی قابو اپنے ہی پر نہو

میری حیرت کی ہے یہ تصویر اے آئینہ رو
ورنہ تیرا روزن دیوار یوں ششدر نہو

رعب اتیرے عشق میں مرجائے او گل حیف ہے
آج اُسکی قبر پر پھولوں کی بھی چادر نہو

نہیں زیر زمیں بھی چین ہم آفت کے ماروںکو
قیامت ہے کہ وہ ٹھکرا کے چلتے ہیں مزاروںکو

سمجھتا کیا ہے شیخ خام طینت بادہ خواروںکو
ابھی دیکھا نہیں کمبخت نے ان بخیہ کاروںکو

سر محفل عدو سے وصل کا اقرار کرتے ہو
سمجھتے ہم بھی ہیں چشم سخنگو کے اشاروںکو

مٹے راہِ طلب میں یہ کہ نقش پا کی صورت ہیں
ستائیگا فلک کیا خاک اب ہم خاکساروںکو

اشارہ چاہئے ابرو کا حاجت کیا ہے خنجر کی
تمھارے سر فروشوںکو تمھارے جاں نثاروںکو

ہمیں معلوم ہے شب کو جہاں چھپ چھپ کے جاتے ہو
خبر ہر روز کی اے یار ملجاتی ہے یاروںکو

ترے جامہ دری کا دست وحشت واہ کیا کہنا
کیا ہی ایک میرے جیب اور دامن کے تاروںکو

بگڑتا کیا اگر دم بھر عیادت کو چلے جاتے
تسلی تم زرا دے آتے اپنے بیقراروںکو

تہِ خنجر تو رکھا سر ہمیں نے ورنہ اے قاتل
ترا جاں باز دیکھا ایک دو کو کیا ہزاروںکو

علاقہ دیر سے رکھے برہمن کا نے بندہ
جو دیکھے شیخ بھی اے بت ترے زنّار داروںکو

بہانہ بوسہ دینے کا ہے ایجاں مانگتے ہو دل
سمجھتا خوب ہوں میں بھی تمھارے استعاروںکو

فلک بھی زخمی تیغ جفا کرتا ہے یا قسمت
ہم ایسے خستہ جانوںکو ہم ایسے دل فگاروںکو

مزا اے میکشو آئیگا دختِ رز کی صحبت میں
پکڑ لاؤ کہیں سے ایک دو پرہیزگاروںکو

جبھی تیری نرگس مستونکے متوالے ہیں الساقی
وہ دیوانوں سے بڑھکر جانتے ہیں ہوشیاروںکو

ابھی تو دیکھئے کیا کیا جوانی رنگ لائیگی
سنا ہے رعب صاحب چاہتے ہیں گلعذاروں کو

اپنے سودائی کو تم کہکے اُٹھاتے کیوں ہو
حشر میں اور نیا حشر یہ ڈھاتے کیوں ہو

جان اک چشمک ابرو کے ہے قبضہ میں مری
تم مرے قتل کو تلوار اُٹھاتے کیوں ہو

اُنکا کہنا وہ دم نزع کہ آنے سے مرے
تم میں جان آئی تو پھر جان سے جاتے کیوں ہو

مجلس وعظ نہیں محفلِ رنداں اے شیخ
تم جو آتے ہو یہاں راگ یہ لاتے کیوں ہو

کشتۂ ناز کی تربت کو نہ ٹھکرا کے چلو
ایک سوتے ہوئے فتنے کو جگاتے کیوں ہو

سخت سرکش ہے دبے گا نہ یہ اُبھرا جوبن
کچھ بھی حاصل ہے دوپٹے سے چھپاتے کیوں ہو

ہوش میں پا کے مجھے اُنکا یہ کہنا شب وصل
تم جو بیخود ہو تو پھر آپ میں آتے کیوں ہو

جور مشہور نہ ہو جائے کہیں مردم میں
دل چرا کر مری جاں آنکھ چراتے کیوں ہو

تم رقیبوں سے بگڑ جاؤ نہ مانونگا کبھی
مجھکو اے جان سر بزم بناتے کیوں ہو

مر گیا عشق کا اک نام ڈبونے والا
ماتم غیر میں تم اشک بہاتے کیوں ہو

نہیں دیتے ہو جو بوسہ عوض دل تو نہ دو
گالیاں مفت میں تم ہمکو سناتے کیوں ہو

عشق نہیں جال یہ دم باز نے پھیلایا ہے
غیر کو لخلخۂ زلف سونگھاتے کیوں ہو

جان من کوئی چڑھائے تمھیں نظروں میں
آنکھیں ہر ایک سے اس طرح لڑاتے کیوں ہو

ہمکو محفل سے اُٹھانا جو نہیں مد نظر
اپنے پہلو میں رقیبوں کو بٹھاتے کیوں ہو

خیر ہے گل تو کھلایا نہیں دشمن نے کوئی
قبر پہ آج ہری پھول چڑھاتے کیوں ہو

اپنے کشتوں کے مزاروں کو نہ ٹھکرا کے چلو
مٹنے والوں کے نشاں تک بھی مٹاتے کیوں ہو

کہہ دو کچھ منہ سے بھی اُترے ہوئے چہرے کی طرح
اُسکے پہلو میں تھے شب مجھسے چھپاتے کیوں ہو

نزع میں یاد کے مجھے ہائے کسیکا کہنا | تم وفا دوست ہو پھر آنکھ پھراتے کیوں ہو

رعب تم چاہتے ہو ہجر کی شب مر جاتا | غم کسیکا جو نہیں زہر تو کھاتے کیوں ہو

(۱۷ جون سنہ ۱۹۱۰ء ... نواب باقر علیخاں صاحب ... مطلع)

(بھری بزم میں ... تماشا دیکھتے جاؤ)

تماشا سوزی برق تجلا دیکھتے جاؤ | ابھی غش کھا کے گر پڑتے ہیں موسےٰ دیکھتے جاؤ

دل بیتاب کا ایجاں تڑپنا دیکھتے جاؤ | تماشا اک ذرا برق تپاں کا دیکھتے جاؤ

بنی آئینہ ہر چشم تماشا دیکھتے جاؤ | تحیر خیزی حسن خود آرا دیکھتے جاؤ

دم وصل انکی شرمیلی نگاہیں دلسے کہتی ہیں | ہوا جاتا ہے اب خون تمنا دیکھتے جاؤ

جب آئے ہو تو بیٹھو اور بھی دم بھر سر بالیں | کسی ناشاد کا دنیا سے اٹھنا دیکھتے جاؤ

لب جاں بخش کی خیرات صدقہ بیمار آنکھوں کا | مریض ہجر کو اے رشک عیسی دیکھتے جاؤ

بہت بڑھ بڑھ کے یکتائی کا دعوی کر رہے ہو تم | مقابل آئینہ آنے دو اچھا دیکھتے جاؤ

کسی کوچے سے مجھکو لیچلا ہے جانب صحرا | جنوں کی خاک بزی کا تقاضا دیکھتے جاؤ

خبر آنیکی سنکر انکے شادی مرگ ہو جانا | مری تقدیر کا بننا بگڑنا دیکھتے جاؤ

بہت کچھ راہ دیکھی موت کی بیمار فرقت نے | چکاتا ہے خود اپنا آج جھگڑا دیکھتے جاؤ

جنازہ دھوم سے اٹھنے کو ہے اک مرنیوالیکا | چلو آئے تو ہو یہ بھی تماشا دیکھتے جاؤ

وہ گستاخانہ میرا گھورنا انکو سر محفل | بدل کر ناز سے آنکھ انکا کہنا دیکھتے جاؤ

قسم ہے ابروئے پرخم کی سیدھا کر کے چھوڑونگا | لگے پھر بل کی لینے مجھسے اعدا دیکھتے جاؤ

رہا یوہیں بتوں کا دھیان اگر دلکو تو کچھ دنمیں | ہوا جاتا ہے یہ کعبہ کلیسا دیکھتے جاؤ

کسی مست خرام ناز سے حسرت یہ کہتی ہے | نگاہ شوق کا صدقہ خدارا دیکھتے جاؤ

لڑکپن میں غضب ڈھاتا ہے جو آفت کا پرکالہ | جوانی میں وہ کیا کچھ قہر ہوگا دیکھتے جاؤ

پھر اگر آنکھ ایک آشہ رو کا بوسہ رخ پر — یہ کہنا - بس نہیں ہم منھ تمہارا دیکھتے جاؤ
لگہ اب ہو شوق وصل کی چالاک دستی کا — تمنا خیزی طرز دل آرا دیکھتے جاؤ
مرے پھولوں میں ہنسکر کردیا ثابت کہ قاتل ہو — تم اپنی چلبلاہٹ کا تقاضا دیکھتے جاؤ
جمال حیرت افزا کی تمنا اے جناب دل — محال اندیشی شوق تماشا دیکھتے جاؤ

شہ چھائی ہائے رجب اچھی طرح خاک اُنکے کوچے کی
سبکدستی پائے دشت پیما دیکھتے جاؤ

غزل

چند نیم بہجر یار مژدۂ وصل یار کو؟ — جان بلبم ز انتظار طاقت انتظار کو؟
حال تباہ تا کجا نالہ و آہ تا کجا؟ — روز سیاہ تا کجا مہر رخ نگار کو؟
رنج و عذاب تا بکے سینہ کباب تا بکے — چشم پر آب تا بکے راحت جان زار کو؟
ساحت باغ دلکشا بزم نشاط جانفزا — ساغر و بادہ غم زدا ساقی غمگسار کو؟
از گل و لالہ و سمن فصل بہار جوشزن — باغ ہمہ چمن چمن زمزمۂ ہزار کو؟
باد بہار می وزد جان کنمش فدا سزد — رنگ نشاط می زند مژدۂ از بہار کو؟
اے مہ مہربان من روح من و روان من — مضطرب است جان من صبر کجا؟ قرار کو؟
جان سقیم ساقی تو پازدہ فراق تو — خاصہ در اشتیاق تو ورخور اعتبار کو؟

رجب کمین غلام تو مست شراب جام تو
وہ کہ جہد ز دام تو ناوک دل شکار کو

غزل

تاب غم خمار کو؟ بادۂ خوشگوار کو؟ — ساغر غم فشار کو ساقی غمگسار کو؟
صدمۂ ہجر دردزا درد فراق جانگزا؟ — شوق وصال غم فزا ذوق وصال یار کو؟
بزم نہ جوش میکشاں خوش چمنے ہست گلفشاں — بہر نشاط سر خوشاں ساقی گلعذار کو؟

قدر سخن نسفتنی سوز نہاں نگفتنی
راز در دل نہفتنی محرم و راز دار کو؟

یاس توئی امید دل روے تو کام دید دل
دیدن تست عید دل عید طرب نگار کو؟

اے بت باوفاے من دلبر خوش اداے من
من ز تو دور واے من خنجر آبدار کو؟

بو کہ ز اعتناے تو دست دہد لقاے تو
ورنہ بما سواے تو رعب ترا قرار کو؟

رنگ رخ اُڑ کے کہیں پردہ در راز نہو
خامشی بڑھکے سراپردۂ آواز نہو

دل جو تڑپے بھی تو بے پردہ ترا راز نہو
یہ ہے وہ ساز کہ ٹوٹے بھی تو آواز نہو

کب ہو دنیاے دل آشوبگہ فتنۂ شوق
محشر آراے تغافل جو ترا ناز نہو

ہاے بیمار کی پرسان ہو اور جنبش چشم
پھر بھی مجبور ترشح کوئی اعجاز نہو

دل سمجھتا ہے کہ تو اور جواب ارنی
رشک کہتا ہے کہ ظالم تری آواز نہو

کھل ہی جائے گا مرے غم میں وہ جوڑا اک دن
کیا مرے دل کی گرہ ہے کہ کبھی باز نہو

فتنۂ شور قیامت کا مدار آشوب
حیف اگر تیری جوانی کا سر آغاز نہو

اب نہ وہ دل ہے نہ وہ کشمکش بیم و امید
بیکسی یوں بھی کہیں خانہ برانداز نہو

لذت درد نہاں دل کو مبارک لیکن
پردے پردے ہی میں بے پردہ ترا راز نہو

جان وہ کیا کہ نہو گرم گداز تپ و تاب
دل وہ کیا سوز محبت سے جو ساز نہو

کاش تو ہو مرا دشمن کہ تری گردش چشم
چرخ کجباز نہو طالع ناساز نہو

شہرۂ جوشش پنہاں کسے منظور مگر
رنگ رخ میرا کہیں مائل پرواز نہو

جادۂ صفت نظر رعب ادھر لاول صاف
آہ ایسے میں جو تو آئینہ پرداز نہو

جوشِ حیرت نے بنایا ہے تماشا مجھکو
اک نظر دیکھ تو اے آئنہ سیما مجھکو

تو بھی ڈھونڈھے تو نپائے کہیں اصلا مجھکو
جستجو نے تری کونین سے کھویا مجھکو

یاد ہے جنبشِ لب کی وہ ادائے دلکش
مار ڈالے نہ کہیں معجزۂ عیسیٰ مجھکو

ہرزہ گردی سے ہے آوارہ مزاجی محبوب
کھو دیا اے طلب انگیزیِ سودا مجھکو

بیکسی چاہتی تھی ہجر میں احساں کرنا
آپ کے غم نے نچھوڑا کبھی تنہا مجھکو

اُسکی شوخی سے سنوں طعنۂ افسردہ دلی
ضبطِ الفت نے کیا اور بھی رسوا مجھکو

عدم آباد میں حاصل تھا فراغِ خاطر
عشقِ بے مشغلہ نے ڈھونڈھ نکالا مجھکو

دہنِ غنچہ ملا ہے تو زبانِ سوسن
بات اُس بزم میں آتی نہیں گویا مجھکو

اُف ترے جلوے کی وسعت طلبی کا نیرنگ
ایک حسرتکدۂ تنگ ہے دنیا مجھکو

غیر عبرت نہیں جولانِ تصور کا مآل
کیوں بصیرت نے دیا دیدۂ بینا مجھکو

شکلِ آئینہ سراپا ہوں خوشا محویت
کاش دیکھے بھی کوئی دیکھنے والا مجھکو

دشمنو پر ترے ایفا کا گماں آج نہ کل
مژدۂ مرگ تو ہو وعدۂ فردا مجھکو

ضبط ہنگامہ فزائی ابھی اے جوشِ تپش
حشر کرنا ہے کسی کوچے میں برپا مجھکو

اب سوئے شہر نہ لیجائے تقاضائے جنوں
اپنے دامن میں چھپالے کہیں صحرا مجھکو

مجھ پہ اترانے کی حاجت نہیں اے حسنِ غیور
جان اک پیکرِ خاموش تمنا مجھکو

کھو کے ڈھونڈھا کرو اب تم کہیں ملسکتا ہوں
کیوں نگاہِ غلط انداز سے دیکھا مجھکو

ہاں مٹا دے کہ ترے عہد کے چہرے کا ہی داغ
میں ہوں تصویرِ وفا چاہیے مٹنا مجھکو

سوزِ رشکِ شجر و سنگ سے جلنا کب تک
پھونکدے پھونکدے اے برقِ تجلا مجھکو

گردِ ہستی میں ہے پوشیدہ جہانِ خورشید
ذرے ذرے میں نظر آتی ہے دنیا مجھکو

شور ہستی نے کیا خواب عدم سے بیدار
کیا مقدر نے دکھایا ہے تماشا مجھکو

خود سر راہ طلب گم ہوں تجسس کس کا
کھو گئی دلکشی نقش کف پا مجھکو

تجھسے اے فیض ازل کونسی نعمت مانگوں
خیر ملجائے غم حوصلہ فرسا مجھکو

کیا کہوں راز نہاں اک حرم ناز کا تھا
کر دیا فطرت بیظرف نے رسوا مجھکو

میں وہ ناداں کہ نہیں اپنی حقیقت کی شناخت
اہل دل جانتے ہیں تیرا شناسا مجھکو

حیف اگر عذر کرے غمزۂ دشوار پسند
رعب کہتا ہے کہ مرنا ہے گوارا مجھکو

وہ بیخود تیرا محو دید اے آئینہ سیما ہو
کہ شکل آئنہ اک دیدۂ حیراں سراپا ہو

اڑا اے قیس خاک اپنی ادھر محو تماشا ہو
تعجب کیا ہے دیوانے اسی پردے میں لیلی ہو

کہاں یہ لذت آباد دوام یاس کی راحت
قیامت تک مرا دل ہو مری حسرت کی دنیا ہو

کیا ہے جمع کچھ خرمن نظرہائے پریشاں کا
کبھی شاید ادھر بھی ملتفت برق تجلی ہو

مزا پایا ہے وہ غم میں کہ گردوں سے یہ کہتا ہوں
غم امروز ہو میرے لئے جو رنج فردا ہو

یہ رنگ جلوہ فرمائی یہ طرز چہرہ آرائی
خدارا سچ کہو تم کسکے نیرنگ تمنا ہو

فروغ جاوداں اسکے لئے ہے جو ترے در پہ
بشکل مہر یکسر اک جبین سجدہ فرسا ہو

سر شورش اثر کو راحت اندوز گریباں رکھ
عجب کیا بند ہو کر دیدۂ غفلت نظر وا ہو

نقاب آزردہ طلعت کیوں ہے روشن نگاہ قامت کیا
تجلی وہ کہ ظاہر ہو قیامت وہ کہ برپا ہو

عذاب یاس و آشوب تمنا آہ کیا کہئے
مشیت نے یہی چاہا کہ دنیا مجھکو عقبی ہو

کرشمہ اک ذرا آشوب کافر ماجرائی کا
متاع عقل و دیں پامال غارت ہو تو اچھا ہو

بجھے دل کو ہوائے نالۂ بے صرفہ کیوں چھیڑے
یہ برق خرمن تاثیر کیوں گرم تقاضا ہو

نمود اک دم کی کیا بحر حوادث کے تلاطم میں
ارے غافل حباب آسا سراپا چشم بینا ہو

رم وحشت بس اپنے آپ سے ایجاد وسعت ہے
نہیں تنگ اسقدر صحرا جو گام جادہ پیما ہو

تجلی سرمہ بخش چشم سنگ و نخل کیا معنی؟
ہمارا خرمن دل ہو یہ برق بے محابا ہو

مرا سر یکقلم سجدہ ہوا اور سجدہ ترے در کا
مری ہستی سراپا درد ہو اور درد تیرا ہو

[illegible]

دعا دیتا ہے گردوں میرے بے تاثیر نالونکو
سلامت تا قیامت رعب کے سچے ہوا خواہو!

[illegible]

شورش ایجاد اگر آگہی بیداد نہو
عرصۂ تنگ فضا محشر فریاد نہو

کون کہتا ہے خموشی سخن ایجاد نہو
بات اتنی ہے فقط شکوۂ بیداد نہو

دلنوازی میں تری یار ہے کیا کم لیکن
دل ہی قسمت سے ملا وہ کہ کبھی شاد نہو

تیرا پامال خرام اور رہے محروم عروج
کیا یہ ممکن ہے کہ مٹی مری برباد نہو

زندگی اپنی کس اُمید سے وابستہ کرے
خود فراموش ترا وہ کہ تجھے یاد نہو

خرمن ہوش پراگندہ فراہم کر لوں
برق نظارہ ابھی حسن خداداد نہو

عالم آشوبی نیرنگ قیامت کیا ہے
تیری شوخی تو کہیں اوستم ایجاد نہو

غم ہستی کی تلافی ہے اجل پر موقوف
اور اگر مر گئے بھی خوش آپکا ناشاد نہو

بات پوچھے نہ صبا مُنھ نہ لگائے صرصر
کیوں مری خاک ترے کوچے میں برباد نہو

میرا جولانگہہ وحشت رہے ویرانہ مرا
یہ گھر آباد جبھی تک ہے کہ آباد نہو

کم نگاہی تری کیوں وقف عتاب نہاں
چور وہ کیا کہ تقاضا گر فریاد نہو

پائمالی کی تمنا میں پڑا ہوں سر راہ
ڈر ہے یہ بھی کوئی تقدیر کی افتاد نہو

رخصت شرح وفا ہے سر محشر لیکن
کہیں دن بھر میں اگر ختم یہ روداد نہو

کیوں خفا موج تبسم سے ہو وہ لعل خوش آب
خامشی میری اگر تشنۂ فریاد نہو

واہ وہ ضبط تقاضا کہ نہ بھولے عاشق
آہ وہ وعدۂ فردا کہ تجھے یاد نہو

منظر جلوہ ہے گستاخی حیرت سے بلند
جوش نظارہ یہاں آئینہ ایجاد نہو

تو نے خوش ہو کے کہا بندۂ ناشاد اپنا
رعب کیوں پھر غم کونین سے آزاد نہو

کیا ہی کھنچے ہیں مجھسے وہ اتنا جو کہدیا
یوسف کے ایک مدمقابل تمھیں تو ہو

پردہ میں دلکی لیلی پردہ نشین ہے کون
محمل یہ ہے تو صاحب محمل تمھیں تو ہو

اٹھکر اڑائے جاتے ہو کیوں عاشقوں کے رنگ
سب کہہ رہے ہیں رونق محفل تمھیں تو ہو

عیادت کرنے والونکو گمان تار بستر ہو
مریض الفت موئے کمر اتنا تو لاغر ہو

ابھی ہم اک شکن سی دیکھ آئے ہیں سر بستر
وہ شاید اے مسیحا دم ترا بیمار لاغر ہو

نکیوں شاعر ہوں ہم اے رعب جب استاد فن اپنا
جلال ایسا سخن دان و سخن سنج و سخنور ہو

ردیف (لا)

اے رعب آنکھ کھول کے فصل بہار دیکھ
نقش و نگار ہستی ناپائدار دیکھ

ردیف (ی)

۱۴۰ اشعار اور چار متفرق مصرع

اے جذب عشق کیا گلہ اس رشک حور سے
شرمندگی ہے خود ہمیں اپنے قصور سے

واعظ نہیں ہے ڈر ہمیں روز نشور سے
امید مغفرت ہے خدائے غفور سے

وجد آگیا جو نغمۂ شور نشور سے
عشاق جھومتے ہوئے نکلے قبور سے

فرمائیے کہ ضبط ہو نالہ تو کسطرح
میں تنگ ہوں حضور دلِ ناصبور سے

عاشق سبھی ہیں حضرتِ زاہد خطا معاف
کیوں قبلہ آپکو نہیں کیا عشق حور سے

بیٹھے رقیب بزم میں یوں آپ کے قریب
دیکھوں میں کسطرح یہ ستم ہائے دور سے

دھوکا ہوا کہ ہے کسی پازیب کا یہ شور
اکبار چونک اُٹھے ہم آوازِ صور سے

اوبنجبر میں اسکے سوا اور کیا کہوں
سمجھے خدا اتجھ ایسے بتِ پُرغرور سے

بھولے جو اک نظر میں وہ سب لن ترانیاں
کسنے جھلک دکھائی یہ موسیٰ کو طور سے

کیا ذکر ہجر وصل میں جانے بھی دیجئے
مجھکو نہیں ہے کوئی شکایت حضور سے

پیتا ہوں ہجر یار میں ہمدم لہو کے گھونٹ
کیا کام مجھکو ساغر عیش و سرور سے

اُس بت کی زلف و رخ میں ہے یوں ربط جسطرح
اسلام کو ہے کفر سے ظلمت کو نور سے

واعظ سمجھ حرام نہ مے کو کہ روز حشر
محروم تو رہیگا شرابِ طہور سے

رہیگا آجکل کے فقیروں سے رعب دور
دنیا کو لوٹتے ہیں یہ کمبخت زور سے

پیماں بھی ہے قسم بھی ہے قول و قرار بھی
یہ سب سہی پر آپ کا کچھ اعتبار بھی

تنگی بھی اسکی راحت جاں ہے فشار بھی
آغوشِ یار ہے مجھے کنجِ مزار بھی

ہمدم نپوچھ ہجر میں کیا حال ہے مرا
کچھ آرزو و شوق بھی ہے انتظار بھی

یہ کیا کہ غیر ہی کو تہ تیغ وہ کرے
قاتل کے مجرموں میں ہے اپنا شمار بھی

شب بھر رہے ہیں رونق بزم رقیب آپ
اُترا ہے چہرہ آنکھوں میں ہے کچھ خمار بھی

اُنکو ہمیں سے ملتی ہے جور و جفا کی داد
ٹھہراتے ہیں ہمیں کو وہ تقصیروار بھی

دیکھیں شب فراق ہو کسکی دعا قبول
مضطر ہے جان بھی یہ دلِ بیقرار بھی

یار و نہیں کی بسر کبھی تنہا رہا نہ میں
غم اُسکا میرے ساتھ ہے زیرِ مزار بھی

کیا کیا ہوے ہیں عشق میں کیا کیا نہ ہونگے ہم
بدنام بھی ذلیل بھی رسوا بھی خوار بھی

پرہیز ایسے وقت میں زاہد حرام ہے
گلزار بھی ہے مے بھی ہے وہ گلعذار بھی

کیا پوچھتے ہو بوسہ سرِ بزم کیوں لیا
دل پر بھلا کسیکو ہے کچھ اختیار بھی

مرنے کے بعد وہ مری مٹی میں ہیں شریک
ایکاش آج دل سے نکالیں غبار بھی

مجھ دل جلے پر آنچ تک آئی نہ ہجر میں
آہیں ہزار بار ہوئیں شعلہ بار بھی

دکھلا رہا ہے سینۂ پُرداغ اک سماں
اپنے جنوں کے ساتھ ہے جوشِ بہار بھی

یوہیں رہا جو ظلم تمھارا تو کیا عجب
ہو جائے رازِ عشق نہاں آشکار بھی

رندوں کو کیا ڈراتا ہے واعظ زباں سنبھال
ہے کوئی چیز رحمتِ پروردگار بھی

سچ ہے بُری گھڑی کا بھی ساتھی نہیں کوئی
بیمار بھی ہوں خود ہی میں تیماردار بھی

اُٹھتا ہے کس سے منتِ دستِ جنوں کا بار
رکھتے نہیں ہیں جیب میں ہم ایک تار بھی

مجبور دستِ شوق کو کرتی ہے وصل میں
شوخیِ چشم بھی نگہِ شرمسار بھی

کھلتا ہے جھوٹ سچ ابھی قاتل کے روبرو
ہم بھی ہیں آج مدعیِ نابکار بھی

خاک اُس گلی کی چھانتا پھرتا ہے رات دن
دیوانہ رعب اگر ہے تو ہے ہوشیار بھی

وہ جانتا ہے پیر کیا دشمن ہے چرخ پیر بھی
بے اثر آہیں بھی نکلیں نالۂ شبگیر بھی

کچھ خطا کرتے تو دیتے تم انھیں تعزیر بھی
جانِ من عشاق کا کچھ جرم بھی تقصیر بھی

چین ابرو بھی نگاہِ ناز کی چشمک بھی ہے
پاس ہے اُس ناوک افگن کے کماں بھی تیر بھی

گر گیا سب کی نظر سے میں کسلیے عشق میں
ہاتھ سے دل کیا گیا جاتی رہی توقیر بھی

واہ کیا کہنا ترا اے نالۂ خارا گداز
ہو چلا ہے نرم دل اب وہ بتِ بے پیر بھی

آئینہ کی کیا حقیقت اے بتِ آئینہ رو
دیکھکر تجھکو تو حیران ہے تری تصویر بھی

بدگمانی نے کہا دل سے ہوئی جب انکو دیر
ہے شبِ وعدہ قیامت اسقدر تاخیر بھی

مجھکو آتا ہے نظر ہر رات اک یوسف لقا
یا الٰہی ہے کوئی اس خواب کی تعبیر بھی

عشق میں اک سیمتن کے نقدِ جاں ہمنے دیا
خاکِ تربت کو ہماری کہتے ہیں اکسیر بھی

نقشِ دیوار اے صنم ہیں دیکھکر صورت تری
ہم بھی تیرا آئینہ بھی خود تری تصویر بھی

مجھکو اے زاہد کسلیے عارض و خط کا ہے عشق
حافظِ قرآن بھی ہوں میں حافظِ تفسیر بھی

قتل کر سکتا ہے شوق انکو شہادت کا ہمیں
لڑ گئی اے سخت جانی اب تری تقدیر بھی

ہو چلا کچھ کچھ خیال اُس کو مرا شکرِ خدا
بے اثر آہوں میں اب پیدا ہوئی تاثیر بھی

رعب کو کس جرم پر کرتا ہے وہ سفاک قتل
دل کا آجانا ہے شاید داخلِ تقصیر بھی

وہ گل ہے فصلِ گل ہے مئے لالہ فام ہے
کیوں واعظ اب بھی پینے میں کوئی کلام ہے

کچھ خیر تو ہے کسلئے یہ ازدحام ہے
میرا لہو بہاؤ گے یا قتلِ عام ہے

جو ان بتوں کا روزِ ازل سے مقام ہے
کعبہ جناب شیخ اُسی گھر کا نام ہے

منظورِ امتحان ہے نظارہ بازوں کا
پردہ اُٹھا ہے رخصتِ دیدارِ عام ہے

قاتل بھلا عدو کا کہاں یہ جگر یہ دل
سر رکھنا زیرِ تیغ ہمارا ہی کام ہے

بولے وہ دستِ شوق بڑھا جب شبِ وصال
کچھ اور قصد ہے تو ہمارا سلام ہے

یہ کیوں کہوں کہ آپکا عاشق نہیں ہوں میں — اتنا گنہگار تو بیشک غلام ہے

وحشت سے تنگ میں ہوں رقیبوں کا اُنکو پاس — اک جا مجھے قرار نہ اُن کو قیام ہے

ادنیٰ سے تیرے جور کا شکوہ ہر ایک سے — یہ شان غیر کی ہے اُسیکا یہ کام ہے

واعظ ہمارے ساقی گلفام کو تو دیکھ — یہ کیا کہا کہ بادۂ گلگوں حرام ہے

کچھ اس روش کی تھی مرے قاتل کی چال ڈھال — محشر میں بھی یہ شور اُٹھا قتل عام ہے

آیا ہے خوب کوچۂ زلف آپ کو پسند — کیا اے جناب دل کوئی دلکش مقام ہے

کیوں تا ابد چلا نکرے میکشوں کا جام — اے دور چرخ یہ بھی کوئی جم کا جام ہے

اک شور ہے کہ آگیا مجنوں کا یادگار — جانے سے میرے نجد میں کیا دھوم دھام ہے

ایفائے عہد میں جو ہیں ایسے ہی پوچ آپ — بس ایک روز کام ہمارا تمام ہے

بنت العنب کو کہتا ہے واعظ برا بھلا — بے شرم کو حیا ہے نہ منھ میں لگام ہے

وحشت سے اب یہ ہے ترے مجنوں کی کیفیت — مشرق میں گر ہے صبح تو مغرب میں شام ہے

اے شیخ میرے سامنے چلتی ہے تیری کیا — میں رند پختہ کار ہوں تو نیم خام ہے

یہ دیکھکر ہوا تہ و بالا عدو کا دل — ہم محوِ دید ہیں کوئی بالائے بام ہے

کہتا وہ ہاں سے میرے تجاہل شعار کا
کیا رعب جو سنا ہے تمھارا ہی نام ہے

محبت میں جو یکتا عشق میں کامل نکلتا ہے — وہ دنیا میں تمھارا عاشق بیدل نکلتا ہے

جبیں پر چیں ہے ابرو تنی ہیں ہاتھ میں خنجر — الٰہی خیر گھر سے خشمگیں قاتل نکلتا ہے

نگاہِ حضرت پیر مغاں کا دیکھ لو اثر زاہد — کہ میخانے سے ہر ذی ہوش لا یعقل نکلتا ہے

نہیں رکھنے کی چشم خونفشاں سینہ میں کچھ باقی — کبھی ٹکڑا جگر کا گاہ لختِ دل نکلتا ہے

توقع وصل کی ہوتی ہے مانع جان دینے سے
جو کام آسان ہم سمجھے تھے وہ مشکل نکلتا ہے

یہ مانا ہمنے جل بجھتے ہیں عاشق مثل پروانہ
مگر ارمان کسکا یوں سرِ محفل نکلتا ہے

گرا ہے سر جو کٹکر پاؤں پر اُس ترک کے میرا
قدمبوسی کا ارمان اب دلِ بسمل نکلتا ہے

کوئی آغاز الفت ہی میں مرجائے تو بہتر ہے
کہ آخر سعی عاشق کا یہی حاصل نکلتا ہے

کہیں کیا حضرتِ زاہد جسے ہم سجدہ کرتے ہیں
خدا کی شان ہے وہ بت اسی قابل نکلتا ہے

وہ بیشک عاشقوں میں آپ کے ہے عاشق کامل
کہ جسکو دیکھتا ہوں رعب کا قائل نکلتا ہے

ہماری جان دمِ نزع کیا نکلتی ہے
کہ حسرتِ دلِ درد آشنا نکلتی ہے

وہ عندلیب ہوں ہوتا ہوں میں جو نغمہ سرا
تو صاف آہ و فغاں کی صدا نکلتی ہے

ادھر تو دیکھ لے او جانیوالے صبح وصال
یہ جان ہی تنِ بیجاں سے کیا نکلتی ہے

وہ ٹل بھی جائے یہ جاتی ہے جان ہی لیکر
قضا سے بڑھکے کسیکی ادا نکلتی ہے

جو دل لگاتے ہیں دیتے ہیں جان آخر کار
اس ابتدا کی یہی انتہا نکلتی ہے

ٹھہر ٹھہر کے وہ قاتل جو وار کرتا ہے
دہانِ زخم سے بھی مرحبا نکلتی ہے

یہ کہہ رہی ہے تری چشمِ شوخ خلوت میں
کہ آنیوالی ہے شوخی حیا نکلتی ہے

نشان اثر کا سرِ عرش تک نہیں ملتا
جو ڈھونڈھنے کو ہماری دعا نکلتی ہے

نکال تو ہی دلِ رعب سے ہوسکی چاہ
مرے نکالے سے کب اے خدا نکلتی ہے

جب انجمن میں مرا رشک حور ہوتا ہے
نگاہِ شوق سے کیا کیا قصور ہوتا ہے

نگہ کے سامنے سب کچھ ظہور ہوتا ہے
دوچار کب ترا حسنِ غیور ہوتا ہے

جب اپنے ہاتھ میں جام بلور ہوتا ہے | تو نور آنکھوں میں دلمیں سرور ہوتا ہے
شب وصال میں شرما کے رہگیا کوئی | کہا جو میں نے کہ اب کچھ قصور ہوتا ہے
میں بھولتا تھا گلہ جرم کیوں نہیں ہوتا | ضرور ہوتا ہے ہاں ہاں حضور ہوتا ہے
دیا یہ حضرت یعقوب نے سبق ہمکو | جمال دوست بھی آنکھوں کا نور ہوتا ہے
ذرا سی پیجے تو اے شیخ مردہ باطن دیکھ | ابھی ابھی تجھے کشف القبور ہوتا ہے
یہ کیسی پردہ نشینی ہے میرے پردہ نشیں | کہ ذکر تیرا بہت دور دور ہوتا ہے
ضرور کیجیے عاشق کو اپنے ہاتھ سے قتل | حضور عشق بڑا ہی قصور ہوتا ہے
فسانۂ شجر طور سے ہوا یہ عیاں | کہ نار میں بھی نہاں سرّ نور ہوتا ہے
نہیں یہ شور اذاں وقت صبح وصل اے دل | قیامت آنیکو ہے نفخ صور ہوتا ہے
ترا بہشت بھی واعظ ہے ایک میخانہ | سُنا ہے دور شراب طہور ہوتا ہے
مجھے وہ لکھتے ہیں خط بھی تو چھیڑنے کیلئے | سلام غیر کو بین السطور ہوتا ہے
پکار اُٹھتے ہیں مثل کلیم ہم اَرِنی | کبھی گذر جو سر کوہ طور ہوتا ہے
ہمارے میکدہ میں شیخ کیا نہیں ہوتا | شراب ہوتی ہے جام بلور ہوتا ہے
قصور تاب نظر کا ہے ورنہ بر سر بام | ہمیشہ جلوہ گر اک رشک حور ہوتا ہے
جو سنتے ہیں کسی پازیب کا لحد میں شور | تو ہمکو شبہۂ شور نشور ہوتا ہے

شراب رعب اگر پیجیے تو ابر کے دن | کہ جوش رحمت رب غفور ہوتا ہے

دل ہر گھڑی خیال دہان و کمر میں ہے | نقشہ کھنچا عدم کا ہماری نظر میں ہے
اے بیخودی برائے خدا تو ہی دے جواب | مہماں پکارتا ہے کوئی آج گھر میں ہے

کہتے ہیں لوگ حشر جسے مثل نقش پا
ہر ہر قدم بچھا وہ تری رہگذر میں ہے

دونوں کوئی گھڑی کے ہیں مہمان صبح وصل
باقی مجھی میں دم ہے نہ شمع سحر میں ہے

کہتا ہے یوں پکار کے وہ حسن بے نقاب
ہاں تاب دید دیدۂ نظارہ گر میں ہے

دست جنوں کے فیض سے رشتہ ملا ہوا
دامان وجیب عاشق شوریدہ سر میں ہے

یاد آیا کسکا ناوک دلدوز یا خدا
پہلو جو آج درد بدلتا جگر میں ہے

اُس سنگدل کا دل نہ پسیجیگا زینہار
کیوں اشک تر کا جوش مری چشم تر میں ہے

کرتا ہے قتل تیرا کن انکھیوں سے دیکھنا
تلوار کا اثر تری ترچھی نظر میں ہے

کیا خوب یہ سلوک کیا بیخودی نے آج
ہم آپ میں نہیں کوئی مہمان گھر میں ہے

جاتا ہوں جسطرف ہے غم عشق ہمرکاب
مجھکو حضر میں جینے راحت سفر میں ہے

اُس جنگجو نے بھیجا ہے بانکا جواب خط
خنجر بجائے نامہ کف نامہ بر میں ہے

کیوں ہو نہ مجھسے اُنس کہ دونو ہیں ہمصفیر
میری شب فراق فراق سحر میں ہے

اُس مہ کے گھر سے غیر نگوں فال کو نکال
یارب زحل یہ کسلئے برج قمر میں ہے

وابستہ ہے کمر سے تری رشتۂ فنا
پنہاں عدم ترے دہنِ مختصر میں ہے

گرتا ہے سجدہ رعب سا آزاد الصنم
یہ خاصکر خواص ترے سنگ در میں ہے

جان لی یاس نے تاثیر دوا سے پہلے
موت آئی ہمیں امید شفا سے پہلے

امتحانگاہ محبت میں نہ ٹھہرے اغیار
دیکھکر جور وجفا اُنکی وفا سے پہلے

مانگنا رو کے دعاؤنکا میں بھولا شب وصل
سجدہ اُس بت کو کیا شکر خدا سے پہلے

ملک الموت بھی منہ دیکھکے رہجائیں مرا
وہ مسیحا اگر آجائے قضا سے پہلے

سرخرو ہو گئے ہم آج حنا سے پہلے
بہر کے پابوسی قاتل کو گیا خون اپنا

جرم ثابت نہیں کرتا ہے سزا سے پہلے
مرا سفاک ہے ہو جو کشی کا خوگر

ذبح فرماتے ہیں وہ تیغ ادا سے پہلے
قتل عاشق کیلئے کھینچتے ہیں پھر تلوار

قیس کیا جائیگا مجھ آبلہ پا سے پہلے
پیشرو وادیِ پر خار جنوں کا میں ہوں

کچھ اثر تو ہی دکھا آہِ رسا سے پہلے
آج وہ غیر کے مہماں ہیں اے جذبۂ دل

صبحدم باغ میں جاتا ہوں صبا سے پہلے
شاید اُس گل کی جدائی میں بہل جائیگا

فیصلہ ملکے کریں روزِ جزا سے پہلے
کیا ہی اچھا ہو مری جان کہ ہم تم باہم

بے حجابی نے کیا کام حیا سے پہلے
اُنکی شوخی نے نکالے مرے ارماں شب وصل

پوچھ لینے دو مجھے دزدِ حنا سے پہلے
پھر بتاؤنگا دل گمشدہ کا تمکو پتا

اس ادا نے مجھے مارا ہے قضا سے پہلے
نزع میں دیکھکے منھ پھیر لیا ظالم نے

روئے ہم بلبلِ آشفتہ نوا سے پہلے
باغ میں جاکے کسی گل کا تصور جو بندھا

قتل کروائے جو عاشق کو خطا سے پہلے
عرض مطلب کوئی کیا ایسے جفا جو سے کرے

بے حجابانہ وہ اے رعبؔ ملے وصل کی رات
میری تقدیر کھلی بند قبا سے پہلے

شوخی بھی آنکھ میں ہے سرِ محفل حیا بھی ہے
میرا بھی پاس اُنکو ہے کچھ غیر کا بھی ہے

دلمیں بھی گھر ہے آنکھ سے میری جدا بھی ہے
بیگانہ بھی وہ شوخ ہے اور آشنا بھی ہے

آرام دل بھی ہجر میں ہے غم فزا بھی ہے
ارماں کسیکا درد بھی ہے اور دوا بھی ہے

انجام آخر اے شبِ غم کچھ ترا بھی ہے
کہتے ہیں ابتدا کیلئے انتہا بھی ہے

کہنا نہ ماننا دل خود سر خطا بھی ہے
تو اب کسیکی زلف میں آخر پھنسا بھی ہے

خنجر بکف وہ شوخ ہے بگڑا ہوا ابھی ہے | آج امتحاں مرا بھی ہے اغیار کا بھی ہے

کہتے ہیں دیکھکر وہ مجھے اپنی بزم میں | کیوں آئے کچھ غرض بھی ہے کچھ مدعا بھی ہے

پاتا ہے میرے دلمیں جگہ کون دیکھئے | ایمان بھی ہے وہ بتِ کافر ادا بھی ہے

پچھتائیے گا مجھسا وفادار کھوکے آپ | میرے ہی دم تک آپکی مشقِ جفا بھی ہے

بدلے حنا کے خون ہو قاتل کا دست بوس | آخر ہمارے قتل کی کچھ خونبہا بھی ہے

نیرنگیاں عجب ہیں تری اے خیالِ یار | درماں بھی تو ہے دردِ دلِ مبتلا بھی ہے

صحت مریضِ عشق کو ہوگی نہ جیتے جی | جب دم نکلگیا تو اُسیدم شفا بھی ہے

آئینہ دیکھتا ہے سرِ بام بیٹھکر | خودبیں وہ خودپسند بھی ہے خودنما بھی ہے

نازک مزاجیاں ہیں تری مانعِ فغاں | ضبط آشنا بھی دل مرا اور آشنا بھی ہے

کون امتحانِ قتل میں پورا ہو دیکھئے | ہم بھی ہیں آج مدعیِ ناسزا بھی ہے

میں کیا بتاؤں حضرتِ عشق آپکا لقب | آفت بھی ہے غضب بھی ہے قہرِ خدا بھی ہے

جاری ہیں کیوں زبانپر اسطرح گالیاں | مانگا ہے کس نے بوسہ کوئی ماجرا بھی ہے

لے جان کون دیکھئے دونوں میں وقتِ نزع | وہ خوش ادا بھی ہے سرِ بالیں قضا بھی ہے

دشمن ہے بیقرار انھیں کچھ خبر نہیں | نالہ مرا رسا بھی ہے اور نارسا بھی ہے

آوازِ بازگشت ہیں ہم رند و اعظا | جسنے ہمیں کہا ہے کچھ اُسنے سنا بھی ہے

پلہ گراں ستم کا رہیگا نہ میرے بعد | جب تک ہوں میں وہ شوخ جفا پر تلا بھی ہے

عاشق ہیں بحفاظتِ قاتل خدا سے ڈر | یہ جور یہ جفا یہ تعدی روا بھی ہے

چھیڑا ہے آ کے میکدہ میں زاہدوں کا ذکر | اے رغب تو تو رند بھی ہے پارسا بھی ہے

یہ کثرت دکھاتی ہے وحدت کسیکی
ہزار آئینے ایک صورت کسیکی

وہ ٹھکرائے کیا خاک تربت کسیکی
اجازت بھی دے جب نزاکت کسیکی

بنو لی حیا سے شرارت کسیکی
نہ نکلی شبِ وصل حسرت کسیکی

سُنا جب کہ ہے غیر حالت کسیکی
وہ اتنا ہی بولے کہ قسمت کسیکی

سرِ بزم ادھر اک نظر دیکھ لینا
نہیں یہ بھی کچھ کم عنایت کسیکی

بُرا تھا مرا حال ہنگامِ رحلت
گلے ملکے جب روئی حسرت کسیکی

ہوئی وصل کی صبح سوئے نہ کیونکر
کہ شب بھر کی جاگی ہے قسمت کسیکی

نظر حور پر ہم نہ ڈالیں گے زاہد
سمائی ہے آنکھوں میں صورت کسیکی

وہ فرماتے ہیں جب ستم پیشہ ہیں ہم
تو کیوں آئے ہمپر طبیعت کسیکی

یہ سر اور زانو اُس آئینہ رو کا
دمِ نزع چمکی ہے قسمت کسیکی

تری بزم میں کوئی کیا خاک آئے
نہ عزّت کسیکی نہ وقعت کسیکی

کہے کون اُس رشک عیسیٰ سے اتنا
تجھے بھی ہے لازم عیادت کسیکی

گھُلا کر نکر خوں مرے دل کو اے غم
کہ اس آئینے میں ہے صورت کسیکی

جو وہ رشک گل آئے گا فاتحہ کو
نہ پھولے سمائیگی تربت کسیکی

کہا جب نہ ملئے رقیبوں سے ایجان
وہ بولے تمھیں کیا طبیعت کسیکی

وہ کھولے ہوئے بال کوٹھے پر آئے
ضرور آئیگی آج شامت کسیکی

خمار شب وصل افسانہ خواں ہے
دمِ صبح سوئے گی قسمت کسیکی

جو ایسا ہی بیتاب رکھنا تھا دل کو
بنانا تھا یا رب شرارت کسیکی

خدا جانے کیا کیا بیاباں دکھائے
یہ سودا کسیکا یہ وحشت کسیکی

پس مرگ مٹی مجھے کوئی دیتا
نکلجاتی اتبو کدورت کسیکی

جو سچ پوچھئے آپ کیا جانیں ناصح
نہ آئے کسی پر طبیعت کسیکی

کرم کی نظر داورِ حشر ادھر بھی
ملے داد روزِ قیامت کسیکی

سرِ بزم غیروں سے ہنستا ہے وہ گل
کہیں رنگ لائے نہ غیرت کسیکی

پتا ہے یہ مشہور اُن کی گلی کا
بنی ہے وہاں ایک تربت کسیکی

نظر آئی اک حور کہتا ہے زاہد
کہیں دیکھ لی ہو نہ صورت کسیکی

جگہ غیر کی خانۂ دلمیں کب ہے
نکل کر کہاں جائے حسرت کسیکی

شب وصل کیا کہدیا ہے کمر نے
کہ روٹھی ہے مجھسے نزاکت کسیکی

پڑا ایسطرح بد زبانی کا لپکا
بگڑتی ہی جاتی ہے عادت کسیکی

پھرا اے شیخ رندوں میں تم راگ لائے
ابھی ہو چکی ہے بُری گت کسیکی

کسی زلف کی مانگ لائی سیاہی
بلائے شب تار فرقت کسیکی

شب وصل نکلی ہے کیا بے تحاشا
مرے دل سے گھبرا کے حسرت کسیکی

جو ہوتا ہے وہ سادہ رو محو تزئین
دکھاتی ہے آئینہ حیرت کسیکی

ذرا رعب صاحب کی صورت تو دیکھو
یہ شکل اور اُسیرِ محبت کسیکی

پھنسے رہئے زلفوں میں اے دل کسیکی
یہی ہے سزا آپکی خود سری کی

سرِ بزم سب سے ہنسی دل لگی کی
ہمیں سے فقط آپ نے بے رخی کی

عنایت ہے دیوانے پر اک پری کی
سراسیمہ گردی کی آوارگی کی

شبِ ہجر کچھ انتہا بھی ہے اے دل
تری بیقراری تری بیکلی کی

یہی مونس ہجر ہو خیر یا رب — مری کس مپرسی مری بیکسی کی
انھیں یوہیں مدت سے ہے ربط ہمسے — کبھی دوستی کی کبھی دشمنی کی
مسیحائے دوراں ہوئے آپ تو کیا — دوا اپنے بیمار کی بھی کبھی کی
تقاضائے صحرا کرے لاکھ وحشت — ہمیں چھاننا خاک اُنکی گلی کی
سبھی کچھ جوانی میں ہوتا ہے ناصح — خطا ہمنے کیا کی اگر عاشقی کی
ادا سے شب وصل کہنا کسیکا — کہو اب تو ہمنے تمھاری خوشی کی
عبث بھینسکے زلفوں میں برہم ہوا دل — سراسر خطا اسمیں ہے آپہی کی
فلک پیر اور نوجواں تیرا عاشق — نہ کیوں ٹھہرے ناجنس سے دشمنی کی
جو دیکھا کبھی شیخ کو رند بولے — تری شان یہ بھی ہے شکل آدمی کی
نہیں آیا اچھی طرح موسمِ گل — کہ ٹھہرائی ہمنے گریباں دری کی
تری جانستانی کے انداز انوکھے — نرالی ادائیں تری دلبری کی
نکوئی گلہ غیر کا ہے نہ اُن کا — مقدر نے کی اپنے جو کچھ بدی کی
سُنے کون رندوں میں واعظ کی باتیں — کہاں قدر بیوقت کی راگنی کی
ہمیں اک رہے موردِ قہر ظالم — نگاہِ غضب غیر پر بھی کبھی کی
نہ پوچھ اپنے بیمار فرقت کی حالت — کہ طاری ہے کیفیت اک جانکنی کی
کشیدہ ہر اک سے ہیں کیا غیر کیا ہم — طبیعت ہی اُنکی ہے خوگر کجی کی
ہوئے بھی وہ مہماں تو گھر میں نہ تھے ہم — عنایت رہی رات بھر بیخودی کی
رقیبوں سے باتیں ہیں کیا میٹھی میٹھی — ہمیں پر عنایت ہے کچھ روکھی پھیکی

مقطع: نہیں رعب کمبخت پر جن کا سایہ — محبت ہے دیوانے کو اک پری کی

جب ڈر یہ ہے کہ ہمکو نہ رسوا کرے کوئی
کیا خوب آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھا کرے کوئی
مضموں دہانِ یار کا باندھا کرے کوئی
کہتے ہو انتظار ہمارا کرے کوئی
یہ کج ترانیاں ارنی گوے طور سے
دیکھو تو لیکے آئنہ چہرہ اُتر گیا
بولے وہ سنکے عاشقِ شوریدہ سر کا حال
آنکھیں ملیں تو ہو ترے جلوہ کی چشمداشت
جاتی ہے جان ایک مریضِ فراق کی
لاکھوں دعائیں اُس لب جانبخش پر نثار
عیسیٰ سے تیری نرگسِ بیمار کا ہے قول
دم ٹوٹنے کو ہے خبر اُس دلشکن کو دے
پامال اپنے وحشی لاغر کو کر دیا
اللہ یہ بھی ہجر میں معشوق بنگئی
بے پردہ ہو کلیم وہ حسن نظارہ سوز
مجنوں کا جذب عشق سوے دشت لیچلا
مشتاق سب کھڑے ہیں قیامت میں صف بصف
بگڑا اپنے زلف سے دل خود سر تو مجھکو کیا
ہاں شوق سجدہ کہتی ہے اک بت کی رہگذر

کیوں راہ و رسم غیر سے پیدا کرے کوئی
رخ سے نقاب کسلئے اُلٹا کرے کوئی
ممکن نہیں کہ حل یہ معما کرے کوئی
اچھا جو تم نہ آؤ تو پھر کیا کرے کوئی
کیا خوب بند چشم تماشا کرے کوئی
اتنا بھی غم نہ مرگ عدو کا کرے کوئی
ناحق مجھے نہ خلق میں رسوا کرے کوئی
واں دے خدا تو تیری تمنا کرے کوئی
تمنے تو کہدیا ہے کہ پھر کیا کرے کوئی
ہر وقت شوق سے ہمیں کوسا کرے کوئی
میرے مریض عشق کو اچھا کرے کوئی
اسوقت ایک کام ہمارا کرے کوئی
اب کسکو خار دامنِ صحرا کرے کوئی
کب تک اجل کا راستہ دیکھا کرے کوئی
پھر دیکھیں تاب دید کا دعویٰ کرے کوئی
اے حسن پردہ داری لیلیٰ کرے کوئی
محشر خرام ناز سے برپا کرے کوئی
روٹھے ہوے کو اپنے منایا کرے کوئی
سر اپنا وقف نقش کفِ پا کرے کوئی

آخر بُھنڈکا یہ قصر کہن اے فلک ترا
تاچند ضبط آہ شررزا کرے کوئی

لے لیکے تن بادہ فروشوں سے پی ہے مے
تمپر جناب شیخ جو دعوی کرے کوئی

اے شوق نالہ خاطرِ نازک کا پاس کر
ایسا نہو کہ شکوہ بیجا کرے کوئی

انجام جب یہی ہے کہ غش کھا کے گر پڑے
کیوں آرزوے برقِ تجلا کرے کوئی

بولا جنوں یہ دامنِ یوسف کو دیکھکر
اب پارہ پارہ جیب زلیخا کرے کوئی

اچھا نہیں ہے شرم سے بت بنکے بیٹھنا
شوخی کا بھی تو وصل میں کہنا کرے کوئی

کہتی ہے بار بار مری تیرہ اختری
شکوہ نہ چرخ کا نہ کسی کا کرے کوئی

تم دو قدم نہ چلکے عیادت کو آسکو
یوں ایڑیاں پڑا ہوا رگڑا کرے کوئی

دل ناز پر ہے لوٹ بناوٹ ہی کیوں نہو
من من کے تمسے وصل میں جھگڑا کرے کوئی

یہ کیا کہا کہ رعب کی کیا قدر و منزلت
پیدا تو ایسا چاہنے والا کرے کوئی

جنگ عادت ہے کینہ جو تیری
مار ڈالیگی مجھکو خو تیری

دل میں او گل ہے آرزو تیری
یعنی اِس غنچے میں ہے بو تیری

لامکاں تک مجھے پھرا لائی
بے نشاں میرے جستجو تیری

لَنْ تَرَانِیْ کا شور ہے سرِ طور
اور ہے آواز ہو بہو تیری

سُنکے موسیٰ سے رات کی باتیں
آگئی یاد گفتگو تیری

تھہرے ہم نیازمندوں سے
بے نیازانہ گفتگو تیری

دل پسیجا نہ اُنکا اے دُرِ اشک
رہی کیا خاک آبرو تیری

پردۂ گوش تک کھنچ آیا دل
سُنکے پردے سے گفتگو تیری

حشر میں بھی وہی ہے رنگ مزاج — اُف رے جلاد خلق خو تیری
لوٹ جائیں کلیم اگر سُن لیں — پیاری پیاری یہ گفتگو تیری
اک نہ اکدن رہیگی کھو کے مجھے — لامکاں والے جستجو تیری
دو سبب ہیں مری تباہی کے — مری تقدیر اور خُو تیری
کچھ مشابہ ہے رنگ میں مانا — لائے گا گل کہاں سے بو تیری
رات کی داستان صحبتِ غیر — کہتی ہے چشم رازگو تیری
خوش ہوں برق آشیاں جلائے مرا — گرمیاں ہیں یہ شعلہ خو تیری
دم نکل جائے یہ اگر نکلے — جان ہے میری آرزو تیری
لوگ سب اپنی دھن میں ہیں مست — رعب ہے اور آرزو تیری

جنوں کا تھا یہ قول اکثر زلیخا کے گریبانسے — ملا دونگا ترا رشتہ کبھی یوسف کے دامانسے
گلہ ہے شوق کو دستِ جنونِ فتنہ سامانسے — ارے کمبخت اُلجھا تھا کسی ظالم کے دامانسے
خلش نے اسکی ربط اتنا بڑھایا او تغافل خو — کہ دل کو عشق ہے اب تجھسے بڑھکر تیرے پیکانسے
شکایت بے رخی کی کوئی کرتا ہے شبِ وعدہ — بتا اے بیخودی کیا کیجئے عذر اپنے مہمانسے
شرر زائی اگر یہ ہے تو گردونکا خدا حافظ — نہیں خیر اس پُرانی چھت کی اکدن آہِ سوزانسے
کسی سفاک غفلت آشنا کی یاد ابرو میں — ہم اپنا خود گلا کاٹینگے اے دل تیغ بُرّاں سے
بقدر شوق ہوتی کاش وسعت کوئے لیلیٰ کی — غرض کیا وحشتِ مجنوں کو تھی کوہ و بیابانسے
سخنور سیکھ لیں ادب سخنگوئی سخندانی — تری چشم سخنگو سے مری طبع سخندانسے
گلہ اے پاس غیرت سامنے غیرونکے اپنونکا — دل بیکس ہو کیونکر نالہ کش جور عزیزانسے

ازل سے دیکھتے ہیں ہم کہ مشقِ فتنہ خیزی میں
قیامت دو قدم پیچھے رہی رفتارِ جاناں سے

مرا دل وحشت آبادِ تمنا ہے بجا کہیے
خیالِ یار کی دامن کشی اس محشرستاں سے

ترا اقرار بھی رکھتا ہے اک انکار کا پہلو
نہیں سے ہے جو کچھ مطلب وہی مقصود ہاں سے

نمازِ عید قرباں - رخ بسوئے کعبۂ ابرو
وضو اے طفلِ دل کر پہلے آبِ چشمِ گریاں سے

یہی تھا مقتضائے عشق و حسن آگل کہ زینت ہو
جگر کو میرے داغوں سے جبیں کو تیری افشاں سے

عیاں ہے صاف اگر چشمِ حقیقت بیں ہو موسیٰ سے
نہاں ہے طور کا جلوہ ہر اک نخلِ گلستاں سے

قیامت ہے کسی پردہ نشیں کا پردہ در ہونا
سرشکِ چشم میں محجوب کیا کیا درِ نہاں سے

سوالِ بوسہ آکر رعب اور وہ بھی یوں سرِ محفل
نکلوائے گی اکدن ناصبوری بزمِ جاناں سے

نگاہِ لطف سے اغیار کامیاب رہے
ہم اُنکی بزم میں لذت کشِ عتاب رہے

اُلٹ ہی دیکھے کوئی دم میں تختۂ تربت
جو یوں ہیں قبر میں ہم محوِ اضطراب رہے

یہ دو ہی رونقِ دنیا ہیں رہتی دنیا تک
ہمارا عشق رہے آپ کا شباب رہے

اُلٹ بھی دو کہیں پردہ دکھا بھی دو جلوہ
بلا سے مجھکو نہ موسیٰ کی طرح تاب رہے

تجھے تو ننگ ہے اے حسن خود نما یہ حجاب
غضب ہے ہائے وہ رخ اور تہِ نقاب رہے

نہ پوچھ عشق میں کیونکر گذاری اے ہمدم
ذلیل و خوار رہے خستہ و خراب رہے

زہے نصیب کہ اُنکو مرا خیال تو ہے
یہ التفات ہے کیا کم کہ اجتناب رہے

ہزار عرضِ تمنا اور ایک خاموشی
سوال کے تو مطابق کوئی جواب رہے

پھرتے ہیں محوِ تلاش اک حورِ طلعت کیلئے
ہم نہیں جنت میں آئے حورِ جنت کیلئے

مل گئے ہیں خاک میں اک فتنہ قامت کیلئے
ہم قیامت بنکے اُٹھینگے قیامت کیلئے

آئے تھے دنیا میں خالی پاس اپنے کچھ نتھا
ایک سا دل لائے تھے وہ بھی نذر حسرت کیلئے

آج اُلٹیے پردۂ عارض کسے کل تک قرار
وعدۂ فردا اُٹھا رکھئے قیامت کیلئے

لاکھ بار ایسے مرض پر کیجئے صحت نثار
اے زہے قسمت کہ تم آئے عیادت کیلئے

لیچلے ہیں دل میں داغ حسرت صبح وطن
چاہئے کچھ ہدیہ آخر شام غربت کیلئے

چاہئیں کیا روز محشر دعوی خوں پر گواہ
شوخیاں قاتل کی کافی ہیں شہادت کیلئے

[illegible]

ہند میں تنگ آگئے ان کافر تونکے ظلم سے
رعب انصاری ہے اب آمادہ ہجرت کیلئے

ہم تو جب جانیں مریض عشق کو اچھا کریں
یہ نہیں مردے جلائے اور مسیحا ہو گئے

جنوں میں جیب کا میری جواب ہو جائے
فلک کا دامن اگر دستیاب ہو جائے

جو روبرو ہو مرے سبزہ رنگ کا لب لعل
حیا سے چشمۂ خضر آب آب ہو جائے

اُٹھائیں آنکھ جو حیراں نصیب نظارہ
نگاہ پھیل کے رخ پہ نقاب ہو جائے

[illegible]

لکھوں جو اُس رخ روشن کا وصف دیوانمیں
ورق ورق ورقِ آفتاب ہو جائے

جی میں ہے سوز دروں کے ہمزباں ہو جائیے
فرقت دلدار میں گرم فغاں ہو جائیے

دیکھ سکئے غیر کے پہلو میں کیوں تصویر یار
ہاں تصور سے بھی اپنے بدگماں ہو جائیے

ڈھونڈھ ہی آخر نکالیگا ہمیں باریک خیال
آپ چاہے چھپیے لاکھ پر دیکھیں نہاں ہو جائیے

جا بسو نچے اُڑکے اک دن کوچۂ دلدار میں
لاغری ہے شوق دل کے ہمعناں ہو جائیے

نقشہ اس موئے کمر کا کھینچکر دکھلائیے
یعنی اتنے غم سے گھلکر ناتواں ہو جائیے

همکناری کا اگر اُس تیر قامت سے ہے شوق
ہائے وہ ہم اور وہ یاروںکی بزم آرائیاں

قد خمیدہ ہجر میں شکل کماں ہوجایئے
کیوں نہ اے عیش گذشتہ نوحہ خواں ہوجایئے

۱۹۰۵ء

شوق پا بوسی میں اکثر میرے سرکا ہو یہ قول
اک بت غافل کا سنگ آستاں ہوجایئے

دل ہے سوزاں تپ ہجراں سے جگر جلتا ہے
یہ اِدھر اور وہ پہلو میں اُدھر جلتا ہے

کونسی شمع کا پروانہ ہے یارب خورشید
یوں جو چوبیس گھڑی آٹھ پہر جلتا ہے

سانس لینے میں نکلتا ہے دھواں سا ہر بار
دلِ مرا آتشِ پنہاں سے مگر جلتا ہے

آگ سی کچھ مرے پہلو میں لگی ہے شب ہجر
دل یہ جلتا ہے الٰہی کہ جگر جلتا ہے

میری آنکھوں میں جہاں تیرہ ہے صبح شب وصل
کیوں چراغ اب ترا اے شمع سحر جلتا ہے

یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا
داغ دل سے مرے طاؤس کا پَر جلتا ہے

جاگزیں خانۂ دل میں ہے کوئی پردہ نشیں
دیکھ اے سوز نہاں دیکھ یہ گھر جلتا ہے

جی کبوتر کا نہ لے گرمیِ مضمونِ تپش
جسمیں خط باندھتا ہوں وہی پر جلتا ہے

شعلہ ریزی ترے نالوں نے یہ کی اے بلبل
باغ میں چار طرف ہر گلِ تر جلتا ہے

شاعرہ ۶ جون ۱۹۰۵ء گنج مراد آباد حضرت جنوری صاحب
[illegible]

کونسی آگ جلاتی ہے کہ یارب ہر دم
رعبِ آشفتہ دل و خاک بسر جلتا ہے

ہے آرزو یاد جوانی ہر دم غربت میں مجھے
[illegible]

قسمت کی شکایت ہے نہ کچھ چرخ کہن کی
خود دل ہی نے ڈالی ہے بنا رنج و محن کی

ناوک فگن آنکھیں ہوئیں اُس صید فگن کی
اب خیر الٰہی ہو غزالانِ ختن کی

خاموش ہیں یوں سُنکے فغاں مرغ چمن کی
غنچوں نے یہ سیکھی ہے ادا کسکے دہن کی

کھلنے کو ہے گل کوئی کہ لائے وہ نیا رنگ
ہمراہ صبا ڈھونڈھی ہے گلگشت چمن کی

آواز سنا کر کلمہ اپنا پڑھایا
کیا بات ہے ادبیت ترے انداز سخن کی

روشن ہے نتیجہ کہ شب تار لحد میں
آتی ہے سپیدی ہی نظر صبح کفن کی

کیا خاک اُسے صحبت یاران وطن یاد
غربت ہی میں گذری ہو جس آوارہ وطن کی

ابرو بھی شمارونمیں اُن آنکھوں سے نہیں کم
تاثیر ہے صحبت میں عجب اہل سخن کی

بلبل کو اسیری سے یہ بیگانگی اچھی
قسمت تو ملی سبزۂ دیوار چمن کی

کیا کام کیا واہ تری تیغ دودم نے
اے ترک مٹی آج اذیت سر و تن کی

پھر جی میں ہے سیر عدم آباد کو چلئے
پھر آج مجھے فکر ہے مضمون دہن کی

عریانی وحشت کا تقاضا ہے پس مرگ
کسطرح مجھے عار گوارا ہو کفن کی

یہ سادہ مزاجی بھی ہے خونریز زمانہ
کیا بات ہے قاتل ترے بیساختہ پن کی

نوعمر اُٹھے عشق میں دنیا سے ہزاروں
بیداد اُٹھائی نہ گئی چرخ کہن کی

برہم ہو جو وہ زلف پریشاں تو خطا کیا
پھبتی شعرا نے کہی کیوں مشک ختن کی

غربت میں ہوں وہ ننگ وطن کیا کہوں اے رعب
گلیاں بھی تو پھرتی نہیں آنکھوں میں وطن کی

دل کو ہم رہن ہوائے زلف جاناں کر چکے
یعنی اس غنچے کو نذر سنبلستاں کر چکے

تیرے ہاتھوں پاس عشق اے چشم گریاں کر چکے
ضبط اک پردہ نشیں کا درد نہاں کر چکے

آج کیوں ملنے لگا شوق شہادت کا مزاج
سن لیا ہے قتل کا میرے وہ ساماں کر چکے

تملو اے یوسف خبر کیا حضرت یعقوب کی
دو نو آنکھیں وہ جواب چاہ کنعاں کر چکے

کوئی پاس وضع کی حد بھی تحمل تا کجا
ضبط نالہ ہم اب اے گردون گرداں کر چکے

میرے ماتم میں کھلا جوڑا خدا را باندھیے
روح کو میری بہت ایجاں پریشاں کر چکے

سر نہ پھوڑا ہائے سنگِ آستانِ یار سے
امتحانِ جذبِ شوقِ خانہ ویراں کر چکے

خاک بیزی تیرے کوچے کی ہے یاد اے حور وش
تیرے وحشی رخ سوئے گلزارِ رضواں کر چکے

کوشش بیکار سے اے عرضِ مطلب کیا غرض
جو نہیں سے آشنا ٹھہرے وہ لب ہاں کر چکے

کاش گھر کرنے نہ دیتے دلمیں او ناوک فگن
خود ہی تیرے تیر کو ہم جی کا خواہاں کر چکے

اُس گلی سے دور کیا آوارہ گردی کا مزا
کچھ تو کام آخر جنونِ فتنہ ساماں کر چکے

اے سیہ بختی مرے مرنے کی اب پہونچی خبر
غیر کے غم میں وہ گیسو جب پریشاں کر چکے

اُس دہن کو نقطۂ موہوم کہکر نکتہ رس
نفی کو اثبات سے دست و گریباں کر چکے

ہائے اے پائے برہنہ حسرتِ ذوقِ خلش
آبلوں سے بیرخی خارِ بیاباں کر چکے

کیا مسرت زا ہو ہمدم ذکرِ عیشِ روزِ وصل
ہم اُسے صرفِ خیالِ شامِ ہجراں کر چکے

کہتی ہے نازک خرامی مژدہ اے آشوبِ چشم
وہ گذر اب جانبِ گورِ غریباں کر چکے

پاس غیرت پر اگر غالب رہا جوشِ ملال
ہم رعب ضبطِ شکوہ جو بہ عزیزاں کر چکے

وہ زلفِ شب آرا رخِ محبوب سے سرکی
کام آگئی بے راہ روی آہ سحر کی

اک بے سبب آزار کی الفت میں بسر کی
مر مر کے غرض ہمنے شبِ زیست سحر کی

مرکر شبِ غم محوِ کفن ہیں سیہ اختر
لو آج نظر آئی سفیدی بھی سحر کی

وہ برق جلا اور جلانے کے ہے درپے
کیا بات مرے نالۂ واثر و نہ اثر کی

اب ہم شبِ غم کو یہ دعا دیتے ہیں ناچار
عمر اور زیادہ ہو ترے چار پہر کی

کہتی ہے مری گردشِ جاوید کی لذت
وہ زیست بھی کیا زیست کہ راحت سے بسر کی

کیا زخمِ دلِ غیر بھی آغوش کشا تھے
کھائے تو قسم ناوک اُس انداز نظر کی

بیدید کوئی تیر نگاہِ غلط انداز
کرتی ہے کھٹک میں جو کمی پھانس جگر کی

وحشت ہوئی کیوں ناز کش دشت نوردی
آشفتہ ہے ویرانہ ادائی مرے گھر کی

آنا کسے معلوم مگر جانے کی تیرے
اک درد نے اٹھکر دل خود گم کو خبر کی

دنداں ہیں ترے آبدہ نیم تبسم
آب آب ہوئی جاتی ہے آب آج گہر کی

انداز کشا و آئینہ دارِ طلبِ دید
کہتی ہے یہ کیا نرگس حیراں ترے در کی

آرام ابد بعد فنا کیا ہے بتادو دل
اک منزل موہوم ترے گرم سفر کی

ساغر کا وہی دور وہی حلقۂ زنداں
ہنگامہ فزائی نہ چلی دورِ قمر کی

اے گردش افلاک ترا رنگ ہے درکار
تصویر اتاریں گے کسی طرز نظر کی

ہو سرمہ کش دیدۂ آشوب قیامت
بیتاب ہے کیوں گرد ترے راہگذر کی

دلمیں مرے وہ درد کہ دشمن ہے دوا کا
لب پر مرے وہ آہ کہ شاکی ہے اثر کی

کونین کو حیراں صفا کیوں نکرے دل
تصویر اس آئینے میں ہے آئینہ گر کی

۱۹ء

رو کر عدم ضبط کے طعنے نسنو رعب
اسطرح بجھائے سے بجھی آگ جگر کی

قابو میں شب ہجر نہ دل ہے نہ جگر ہے
پہلو میں یہ بیتاب اِدھر ہے وہ اُدھر ہے

یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا
رسائی میرے نالوں کی فضائے لامکاں تک ہے

۹ء

یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا
بتائیں کیا تجھے زاہد جہاں تک ہے وہاں تک ہے

حافظ خدا ہی اب فلکِ فتنہ گر کا ہے
کچھ اور قصد آہِ قیامت اثر کا ہے

سارا سلوک جذب کے الٹے اثر کا ہے
شکوہ عبث ہمیں فلکِ فتنہ گر کا ہے

سر پھوڑنے کا قصد ہر آشفتہ سر کا ہے
حافظ خدا ہی آج ترے سنگِ در کا ہے

ظاہر ہے عشق وحسن کا آپسمیں ارتباط
میرا تنِ نزار جواب اُس کمر کا ہے

آشوب حشر کہتے ہیں جسکو وہ ہو نہو
فتنہ اُٹھا ہوا کوئی اُس رہگذر کا ہے

یہ ظلم دیکھئے وہ مجھے کوئے غیر میں
لیجاتے ہیں کہ راستہ یہ میرے گھر کا ہے

خود کہہ رہا ہوں واہ ری اے نازکی طبع
مضمون جو ذہن میں کسی نازک کمر کا ہے

اللہ کھو گیا ہوں یہ کسکی تلاش میں
اب انتظار خود مجھے اپنی خبر کا ہے

جسکا ذرا سا عکس تھی موسیٰ کی برق طور
منظر وہ میری چشم حقیقت نگر کا ہے

بگڑی ہوئی یہ کونسی تقدیر بنگئی
یہ بن سنور کے آج ارادہ کدھر کا ہے

اُس بیخبر نے دی خبر اے آرزوے مرگ
مہماں مریضِ ہجر ترا رات بھر کا ہے

کیونکر نہ بدگماں ہوں کہ لیتے ہیں مجھسے خط
کیوں رخ پھرا ہوا سا مرے نامہ بر کا ہے

محشر جو دیکھنا ہو تو ٹھکراتے جائیے
رستے میں مرقد آپ کے شوریدہ سر کا ہے

سیدھا ہوا نہ مجھسے کبھی چرخ کج مدار
کیا یہ بھی ہم ادا تری ترچھی نظر کا ہے

محشر میں اوس پڑ گئی نارِ جحیم پر
یہ بھی کرشمہ اک مرے دامانِ تر کا ہے

زاہد وہاں دکھا تو کوئی ایسا حور وش
مانا ترا بہشت جواب اُنکے گھر کا ہے

میدانِ حشر میں سر محشر آئی خبر
آنا قیامت آپ کے شوریدہ سر کا ہے

دو سرخ سرخ اشک گرے ہیں جو آنکھ سے
یہ لخت دل ہے اور وہ ٹکڑا جگر کا ہے

تجھسے زباں دراز کو کیوں چپ لگی ہے رعب
غم میریجان کس دہنِ مختصر کا ہے

لاکھ آغوش کشا تابِ نظر ہو جائے
پردہ وہ مہروش اُٹھے تو سحر ہو جائے

وہ نگوں بخت ہوں پیدا جو اثر ہو جائے
آہ سوزاں مرے خرمن کو شرر ہو جائے

صف اُلٹ جائے جہاں زیر و زبر ہو جائے
نگہِ تفرقہ زا تیری جدھر ہو جائے

غیر کے خط کی رسائی نہو اُن تک اے رشک
کاش یہ بھی مرے مرنیکی خبر ہو جائے

غیر سے آنکھ لڑائیں تو نہ آئے وسواس
میں نظر بھر کے جو دیکھوں تو نظر ہو جائے

بیکسی میری دکھائے اثر اے دردِ فراق
آپ سے آپ اُنھیں میری خبر ہو جائے

کام بنتا بھی بگڑ جائے یہ تقدیر اُلٹی
نفع تدبیر سے چاہوں تو ضرر ہو جائے

وعدۂ وصل وہ فرمائیں تو پھر رات کہاں
شام ہونے بھی نپائے کہ سحر ہو جائے

کچھ تو کام آئے یہ تارِ نظر اے دیدۂ شوق
زلف کیطرح ہم آغوش کمر ہو جائے

واکیا آہ فلک سا نے مری بابِ قبول
اتنو کمبخت دعا ہے نہ اثر ہو جائے

یادِ احباب چلو لیکے وطن سے اے رعب
کچھ تو غربت کیلئے زادِ سفر ہو جائے

نسیم صبح جو یوں عطر بار آتی ہے
گلی سے تیری یہ اے گلعذار آتی ہے

لحد میں جان بھی وقت فشار آتی ہے
کہ یادِ تنگیِ آغوشِ یار آتی ہے

نہ نیند مجھکو شبِ انتظار آتی ہے
نہ موت تجھکو دلِ بیقرار آتی ہے

خجل ہے شوق سے او شوخ بے حجابیِ وصل
یہ شرم آنکھ میں کیوں بار بار آتی ہے

شہید ہیں ترے اے رشکِ حور یا محبوب
کہ موت بھی جنھیں کر نیکو پیار آتی ہے

غمِ فراق ہے وہ دردِ جانگزا جسکو
دوائے مرگ بس اک سازگار آتی ہے

کوئی عدو سے نہیں لب بلب تو رہ رہکر
لبوں تک آج یہ کیوں جانِ زار آتی ہے

جنون نے دم نہ لیا تھا ابھی کہ پھر آ شوق
قیامت آتی ہے فصلِ بہار آتی ہے

شبِ فراق تو ذرا اور ہو دراز کہ آج
زبان پہ صفتِ زلفِ یار آتی ہے

گھٹا کی شکل میں دیکھو بڑھی ہوئی رندو
نویدِ رحمتِ آمرزگار آتی ہے

پسِ فنا تو بجھاتی نہ دل جلو نکا دل
نسیم کیوں سوئے شمعِ مزار آتی ہے

فسردہ ہو کے نہ دیکھا شگفتہ غنچۂ دل
خزاں کے بعد سنا ہے بہار آتی ہے

دلِ شکستہ میں آتا ہے ایک گل کا خیال
پھر اپنے اُجڑے چمن میں بہار آتی ہے

ہم اور لطف ہم آغوشیٔ عروس اجل
نوید وصل دم احتضار آتی ہے

مگر یہ رعب ہے نالاں کہ تیرے کوچے سے
صدائے نالۂ بے اختیار آتی ہے

خوب اے دل تو ہنسا اُنکی عنایت پر مجھے
ایک دن رونا ہے خوں ہر رنگ قسمت پر مجھے

کہہ رہا ہے یہ دلِ بیتاب اُنکے ہاتھ میں
صدقے کر کے پھینکدو اپنی شرارت پر مجھے

ساتھ غیروں کے نہیں لایا چراغ اک شمع رو
اب کبھی آیا ہے جلانے میری تربت پر مجھے

میرے اعمال اور اس قابل کہ ہو جائیں قبول
ناز جتنا ہو وہ کم ہے تیری رحمت پر مجھے

حسنِ انجام اس سے بہتر کیا ہو اے آغاز عشق
جان دینا خوب ہے ایک اچھی صورت پر مجھے

دوست دشمن آسمان بے مہر وہ ظالم خلاف
رحم آتا ہے دلِ بیکس کی حالت پر مجھے

او تلون دوست رہتی میرے ہی دل میں مقیم
اعتماد اتنا تو ہوتا تیری حسرت پر مجھے

میرا ویراں خانۂ دل اور ایسا میہماں
کیوں ترس آئے نہ ظالم تیری حسرت پر مجھے

غیر کی محفل میں وہ کھا کھا کے رہنا پیچ و تاب
میری غیرت پر اُنھیں اور اُنکی عادت پر مجھے

وہ حسیں اے غیرتِ عشق اور مجھ پر مہربانی
خود کہیں رشک آ نہ جائے اپنی قسمت پر مجھے

یاد آئیگی تری محشر خرامی روزِ حشر
دیکھنا غش فتنۂ شورِ قیامت پر مجھے

سخت جانی کا برا ہو یوں کہے قاتل سے شوق
جانے دے قرباں کر اپنی نزاکت پر مجھے

حرفِ مطلب سنکے وہ ہونا کسیکا خشمگیں
پیار آجانا کسیکی پیاری صورت پر مجھے

مضطرب ہے جلوہ گاہِ یار میں کیا تابِ دید
چاہتی ہے ہو تقدم آج حیرت پر مجھے

ہوگیا ہے کسقدر دل خوگرِ قہر و عتاب
اور کچھ ہوتا ہے شک اُنکی عنایت پر مجھے

کاش ہوتا اختیار اے مقتضائے حسن و عشق
اپنی شوخی پر اُنھیں اپنی طبیعت پر مجھے

دیدنی ہے خود فروشی حسن کی جسنے کیا
میرے دل پر اُنکو مائل اُنکی صورت پر مجھے

کیا ہوس کیا عشق دونوںکو مٹا یا کرکے قتل
اور عاید غیر کو شوقِ شہادت پر مجھے

ہاں اجازت ملگئی اُنکی تو اے پاسِ ادب
ہو مگر قدرت بھی جب عرضِ شکایت پر مجھے

رہگیا مُنھ دیکھکے عصیاں کا جوشِ انتقام
ناز ہے اے مغفرت اشکِ ندامت پر مجھے

کیا کروں اے جوش رشکِ اختلاطِ غیر حیف
اختیار اُنپر نہ قابو ہے طبیعت پر مجھے

کھنچ رہیگا یوں کوئی اسکا نہ تھا ہرگز یقیں
کیسے کیسے تھے گماں جذبِ محبت پر مجھے

غزل ۶۵

جاں بلب ہے اور کسی اُمید پر مرتا نہیں
رعب آتا ہے تعجب تیری حالت پر مجھے

دکھاتا ہے یہاں ہر جام کیفیت دو عالم کی
سمجھتے ہیں حقیقت بادہ کش کیا ساغرِ جم کی

درازی تمسے کرتی ہے بیاں میرے شبِ غم کی
گرہ ایک ایک کُھل کُھلکر تمھاری زلفِ پُرخم کی

ترے گیسو پریشاں ہیں خوشا قسمت مرے غم کی
اجل میری بلا گرداں ہے اس اندازِ ماتم کی

گرانباری نے بعد مرگ کیا تاثیر دکھلائی
نہ اُٹھی اُنکے درسے لاش اُنکے کشتۂ غم کی

اجازت ہی نہیں ہے ضبطِ رازِ عشق کی ورنہ
دکھا دیتے تمھیں دریا دلی ہم چشمِ پُرنم کی

اثر ہوگا نہ کچھ یہ کیا کہا اچھا مرا ذمہ
نہ تڑپو تم جو سنکر داستاں میرے شبِ غم کی

دمِ صبح شب وصل ایک ہے انجام دونوں کا
کہ ہے میری طرح اب شمع بھی مہماں کوئی دم کی

بڑھا آغوش میں لینے کو شوق خانہ ویرانی
لبوں کو تو نہیں تکلیف قم دیتا تو جانے دے

یہ اک قطرہ ہے چشمہ عالم آشوبی کے طوفاں کا
گلوں کے خندۂ بیجا نے وقت صبح کیا کہیئے

غضب کی بیقراری ہے قیامت کی ہے بیتابی
کہا جب میں نے غم سے جان دیدونگا تو وہ بولے

پریشاں رو حکو کیا کیا ہے کھولکر جوڑا
نیاز عشق اسے کہتے ہیں ناز حسن کے آگے

دوبالا کر دیا لطف آپ نے رندوں کی محفل کا
دکھاتے جانستانی کا کرشمہ نیچا نوکوں کو

ملا کر سودۂ الماس اک جان ملاحت نے
اجازت دے خدارا اے حجاب ناز خودداری

کوئی ساعت کا مہماں ہو تو ہو مرنے کا ساماں ہے

مرے شاخ نشیمن پر کبھی بجلی اگر چمکی
ترے کشتے کو ہے منت کشی عار ابن مریم کی

نپوچھو حال دل فرقت میں اک آشوب عالم کی
ڈبوئی آبرو کیا گریۂ خاموش شبنم کی

یہ مصرع دستیاب نہیں ہوا

چلو مرجاؤ مرجانے کی دیتے ہو کسے دھمکی
کہا کسنے اُنھیں شرکت کو میرے بزم ماتم کی

اُدھر تلوار اُٹھی گردن تسلیم ادھر خم کی
جناب شیخ صاحب واہ کیا بات آپکے دم کی

عنایت کم نگاہی نے تو کی لیکن بہت کم کی
بڑھا دی راحت افزائی مرے زخموں کے مرہم کی

بہت بیتاب ہے شوخی کسی آشوب عالم کی
نہ پوچھو اپنے غم میں حالت اپنے رعب پر غم کی

مقطع

اودھر کیوں ملتفت ہو غمزۂ حاضر جواب اُسکا
یہ مانا رعب ہمنے گردن تسلیم بھی خم کی

بالائے بام جلوہ گر اک رشک حور ہے
اللہ کسکا جلوہ متاع غرور ہے

نزدیک تر ہے یار مگر پھر بھی دور ہے
موسیٰ نظر فریب کسیطا ظہور ہے

دیکھے نہ اب تو تاب نظر کا قصور ہے
کچھ اب نہ وہ کلیم نہ وہ کوہ طور ہے

یعنی وہ ناز لطف یہ شان غرور ہے
سمجھے ہوئے ہو نار جسے تم وہ نور ہے

لایا نکوئی ہدیہ پئے نذر شانِ عفو
کتنا قصور وار ہے جو بیقصور ہے

موقع ہے آج حوصلہ دونوں کا آزما
اے برقِ حُسن یار یہ دل ہی وہ طور ہے

پردہ اُٹھا تو دیکھئے آئیگا کیا حجاب
وہ جلوہ صبر سوز ہے دل ناصبور ہے

اے اقتضائے ضبط سنبھلنا کہ جوشِ غم
مصروف آزمایش طبع غیور ہے

کیا کھئے ہجر میں کسی نفرت شعار کے
اظہار غم سے بھی دل مضطر نفور ہے

اے جذبِ المدد کہ ہے سرگشتگی فزوں
میں ناتواں ہوں سنگ درِ اُس بت کا دور ہے

محشر اُٹھیگا آپ کے کوچے سے ایک روز
ہر نالہ میرا ہم اثرِ شورِ صور ہے

وعدے کی شب ہے بیخودیِ شوق رکھ معاف
مہماں کا کچھ لحاظ تو آخر ضرور ہے

خود وا دے رہا ہے تقاضائے حسن و عشق
تجھسا ستم شعار نہ مجھسا صبور ہے

میرے دلِ شکستہ میں ٹوٹی ہر ایک اُمید
ہر آئنہ اِس آئنہ خانے میں چور ہے

یارب سوال وصل ہوں یا غم ہجر غیر
اتنا جو مجھسے وہ ستم آرا نفور ہے

کُھل جائے چشم شوق تو آنکھیں ہی کھل نجائیں
سمجھے ہوئے ہیں پاس جسے ہم وہ دور ہے

جچتا نہیں نگاہ میں نیرنگ نخل طور
یعنی بلند منظر چشم غیور ہے

سب مٹ گئیں وہ سرخوشیاں ذوقِ عشق میں
رنجِ خمار اب ہے نہ لطف سرور ہے

اک طور پر ہے جلوہ مگر ایک جلوہ گر
عالم اسیر سلسلۂ نار و نور ہے

اے شیخ کھو دیا ہمیں جسکی تلاش نے
وہ بے نشاں صنم نہ پری ہے نہ حور ہے

جز لن ترانی اور یہاں کچھ نہیں جواب
کس انتظار میں اَرِنی گوے طور ہے

تم جسکا دو جواب وہی ہے سوال خوب
تم جسکی دو سزا وہی اچھا قصور ہے

نیرنگی خیال ہے راحت فزائے دل
غافل فریب خوردہ ذوقِ حضور ہے

مقطعہ

مشکل بہت ہے یہ فن آساں نما اُسے
اے رعب شاعری میں جسے کچھ شعور ہے

یہ شور افزا کبھی بیتابی محشر اثر ہوگی
کہ میرے درد کی اُس بے خبر کو بھی خبر ہوگی

کسیکے کان تک پہونچیگی یارب کارگر ہوگی
کبھی میری فغاں بھی مرگ دشمن کی خبر ہوگی

دل بیتاب کو شب بھر یہ کہکر تسلی دی
ٹھہر ظالم قیامت آئیگی یعنی سحر ہوگی

ترے پامال کیا چونکینگے آشوبِ قیامت سے
اُٹھیگا جس سے یہ فتنہ وہ تیری رہگذر ہوگی

شب غم اور محشر کے برابر ہم نہ مانیں گے
اگر اتنی بڑی ہوگی تو یہ شب مختصر ہوگی

مزا بخشا ہے دلکو عکس تاثیر مداوا نے
ترقی درد کی کچھ اور بھی اے چارہ گر ہوگی

شبِ فرقت میں ہوگا اور کون اپنا شریکِ غم
وفائے نارسا ہوگی فغان بے اثر ہوگی

خدا حافظ سدھارا ہے وصل کی شب تو کہ اب ہمکو
بلا کا سامنا ہوگا قیامت کی سحر ہوگی

سوِ مقتل خراماں ہونے میں جو یوں لچکتی ہے
بندھیگا جس سے خنجر وہ یہی نازک کمر ہوگی

ترے آشفتہ کیا جانیں قیامت کسکو کہتے ہیں
تری اُٹھتی جوانی ہو نہو اے فتنہ گر ہوگی

نقاب اُس رخ سے اُٹھتے ہی کہ خورشید سحر چمکا
نتھا معلوم اتنی وصل کی شب مختصر ہوگی

عیادت ہو چکی یوہیں سہی تو گھر سدھار اپنے
بسر ہوجائے گی جس شکل سے اپنی بسر ہوگی

مٹی ہے اِس خرام ناز کی ہنگامہ خیزی پر
جدھر تو پانوں رکھیگا قیامت بھی اُدھر ہوگی

دکھائیگا تماشا جوشِ اشک انفعال آخر
جوابِ دامن تر روز محشر چشم تر ہوگی

خدا جانے رہا یہ خون ناحق کسکی گردن پر
خبر کیا تھی جواب خط قضائے نامہ بر ہوگی

نقاب اُلٹیں گے وہ بیتاب ہوگا دیکھنے والا
تہِ بام ایک بجلی ایک بجلی بام پر ہوگی

بہت شہرہ ہے یارب گرمیِ خورشید محشر کا
مرے روز جدائی کی وہ شاید دوپہر ہوگی

قیامت ہے کسیکا حشر میں یوں بے نقاب آنا
اس انداز تجلی کی کسے تاب نظر ہو گی

کسی دن جانسے جانیکا بھی ارمان نکلیگا
نوید مرگ اے رعب انکے آنیکی خبر ہو گی

تسکیں وہی اے شوخ تری درد فزا ہے
بیتابی دل کل سے بھی کچھ آج سوا ہے

خاموش ہے گو رعب مگر پھر ہے سخنور
تم دلسے تو پوچھو کبھی دلمیں ترے کیا ہے

مرتے دم تک مری رفاقت کی
واہ کیا بات تیری حسرت کی

کل ہے فردا ے وعدہ دیدار
شوق نے آج ہی قیامت کی

آپ آرام کیجئے شب وصل
ہم کہانی سنائیں فرقت کی

مری بیتابیوں میں بھی اے شوخ
کچھ ادا ہے تری شرارت کی

خود ہی کاٹیں گے ہم گلا اپنا
کون دے بد دعا نزاکت کی

خموشی میری گویا داستان سنج مصیبت ہے
گلہ ہے کچھ کسیکا کچھ مقدر کی شکایت ہے

دکھایا جوش غم نے صبح وصل انداز کیرنگی
کہ انکا قصد رخصت ہے ہمارا عزم رحلت ہے

وجود مہر کا آئینہ ہے ہر ذرہ امکاں
یہ عالم آئنہ خانہ ہے یا اک بزم حیرت ہے

وہاں شور تبسم بھی نہیں ہے آفت ری بیدردی
دل زخمی یہاں ہے اور ورد ذوق لذت ہے

تماشا ایک نیرنگ فریب حسن کا کہئے
نہ انکو ہمسے نفرت ہے نہ غیروں سے محبت ہے

دل مایوس میں ناکامیوں نے کچھ نہیں چھوڑا
کبھی تھی کوئی حسرت اب تو حسرت کی بھی حسرت ہے

قیامت کی نگہ برپا قیامت تیرے نالوں نے
وہ کہتے ہیں ہمارا جلوہ موقوف قیامت ہے

نہ یوں قامت کو تکلیف خرام حشر گستر دو
قیامت میں قیامت ڈھاؤ گے یہ کیا قیامت ہے

ہم از خود رفتہ وہ خود بیں ادھر حیرت ادھر تمکیں
شب وعدہ یہ فرقت وصل ہے یہ وصل فرقت ہے

یہ مہر و ماہ و انجم سب ہیں تیرے نور کے مظہر
تری اک تابِ وحدت برق خرمن سوز کثرت ہے

خدا شاہد کہ خود ہی کاٹ لیتے ہم گلا اپنا
تری مشق جفا کیواسطے شوق شہادت ہے

نہیں منت کش تابِ گذارش حال دل اپنا
کہ مایوسانہ خاموشی بیانِ درد فرقت ہے

جرس کا نالہ آواز شکستِ رنگ ہے گویا
کہ دل سے کاروانِ صبر کی اے عشق رخصت ہے

ہجوم نامرادی بھی ہے پاس طبعِ نازک بھی
نہ تاب ذکر غم ہمکو نہ ذوق عرض حاجت ہے

تقاضائے غم پنہاں ہے شاید مانع گریہ
کہ چشم خشک وقف ضبطِ اشکِ گرم حسرت ہے

شب وعدہ نہ ٹپکے اشکِ شادی چشم پرنم سے
مدد اے بیخودی آج امتحان ضبطِ الفت ہے

بنائے بات ہاں اے فرصتِ عرض سخن کوئی
بگڑ جانے کو ہے ہمسے میانِ انجمن کوئی

وہی اک پھول ہے رنگ چمن گو ہو چمن کوئی
وہی ہے ایک شمع انجمن ہو انجمن کوئی

حریف شوق دل کیا ہوگا اندازِ سخن کوئی
کرے پیدا تو پہلے بات کرنیکو دہن کوئی

شہید چشم کیوں منت کش اعجاز عیسیٰ ہو
دکھا اپنا کرشمہ اے نگاہِ سحر فن کوئی

جواب عرض مطلب پا گئے طرز خموشی سے
نہ ہمسا نکتہ داں کوئی نہ تمسا کم سخن کوئی

رہا لذت سے بھی محروم اف ذوق نمک پاشی
نہ ہوتا زخم دلکو دیکھکر یوں خندہ زن کوئی

شہادت گاہ محشر جوش ہے بزم نظر بازی
ادھر بھی ناوک دلدوز ادھر ناوک فگن کوئی

بیاباں مرگ ہوں غربت مجھے یہ کہکے روتی ہے
نہ ہوا اتنا بھی محو لذتِ یادِ وطن کوئی

ادھر یہ بیخودی خلوت میں گویا بیخبر ہیں ہم
اُدھر وہ تمکنت گویا نہیں رکھتا دہن کوئی

ہوئے ہیں خوگر صحرا نوردی اُسکے دیوانے — نئی گردش کرے ایجاد اب چرخ کہن کوئی

غبار وحشت نے کی جسم پوشی تیرے وحشی کی — نہ آیا راس جب عریاں تنی کو پیرہن کوئی

خموشی میں بیاں کردینگے ہم سب داستانِ غم — نہو جوش اثر سے شاکی تاب سخن کوئی

خفا ہو کر دکھا نطق آزمائی سرمہ سائی کی — نیا جادو جگا ہاں اے نگاہِ سحر فن کوئی

یہ خنجر بازیاں آئینہ خانے میں نہیں اچھیں — نہ دیکھے تیزی تیغ نگاہِ دلشکن کوئی

ابھی وہ شعلۂ آواز ہے گرم جہاں سوزی — نجائے طور پہ جلنے کو مشتاق سخن کوئی

مرے دم تک ہے ذوق کاوش اور لطف گرانجانی — پھر ایسا بیستوں کوئی نہ ایسا کوہکن کوئی

خدا جانے تری شوخی پر او خونریز کیا گذرے — سر میدان حشر آئیگا جب رنگیں کفن کوئی

قیامت خوب ڈھائی شوخیِ محشر خرامی نے — نکالو فتنہ خیز اب اس سے بھی بڑھکر چلن کوئی

خفا ہے شان خود بینی سے کیا شوق خود آرائی — اُٹھائے پردہ دکھلائے تو زیور کی پھبن کوئی

نہ نکلی آرزوئے ہمکلامی وائے ناکامی — ادھر ہے بیزباں کوئی اُدھر ہے بیدہن کوئی

ادھر شوق شہادت امتحاں آرائے شوخی ہے — اُدھر فرط حیا سے سرنگوں ہے خندہ زن کوئی

نسیم باغ جنت ہے بہار افزائے داغ دل — یہاں بھی رنگ لائے گا مرا دیوانہ پن کوئی

غریب آشفتہ سر ناکام شوق آزار کش خرم
نہوگا رعب سا بھی مورد رنج و محن کوئی

ردیف ی ختم
مخمس

پیرہن میرا ہے عریانی مری
میری دولت درد سامانی مری
ہرزہ گردی پر کسی کوچے سے دور
اُسطرف وہ اور اُنکا آستانہ

گھر مرا ہے خانہ ویرانی مری
میری قسمت مفت ارزانی مری
خندہ زن ہے چاک دامانی مری
اِسطرف میں اور حیرانی مری

سخت مشکل ہے جنوں اور پاس وضع
کھوندے مجھکو تن آسانی مری

مر کے بھی در سے نہ اُسکے اُٹھ سکوں
یوں بٹھادے اے گرانجانی مری

دیکھکر محشر میں شانِ عفوِ عام
کیا پشیماں ہے پشیمانی مری

کسکے زلفوں کے تصور میں ہے جمع
یہ نگاہونکی پریشانی مری

یا نہیں اُس بت کا سنگِ آستاں
یا نہیں تحریر پیشانی مری

تو ہے اور وہ کاکل آرائی تری
میں ہوں اور یہ دل پریشانی مری

وہ ہیں اور اُنکی نشاط اندوزیاں
میں ہوں اور اندوہ سامانی مری

پھر کھُبی آنکھوںمیں اک بانکے کی نوک
پھر بڑھی خونناب افشانی مری

کسکے جلوے کا ہوں یارب محوِ دید
کسکا آئینہ ہے حیرانی مری

ننگ کس دیوانے کو ہے پیرہن
جب اجازت دے بھی عریانی مری

بیخودی کا ہو برا وعدے کی شب
خود کرے مہمان مہمانی مری

نکتہ سنجوں میں سخنگو چشم یار
نکتہ فہموں میں سخندانی مری

روئیں ہم تاب نظر کو وہ کہیں
کوئی دیکھے جلوہ ارزانی مری

امتیاز آرائے حُسن وعشق ہے
خود نمائی اُنکی حیرانی مری

زلف پہونچی اُس پری کی تاکمر
یا بڑھی حد سے پریشانی مری

کہیے بے برگی کہ میرا ساز وبرگ
کہیے دشوار ہی کہ آسانی مری

غم سے مرتا ہوں مگر مرتا نہیں
کسقدر مشکل ہے آسانی مری

باغ ہستی میں اسیر درد ہوں
ہمصفیر وکیا خوش الحانی مری

جورِ عشق میں روتا ہوں صبر ودل کو رعب
نوحہ خوانی ہے غزلخوانی مری

مانا کہ نہیں اُنکو کچھ مرگِ عدو کا غم | آنکھوں میں بھر اسن آنسو بھر لانے کو کیا کہیے

۱۱ جون ۱۹۱۰ء (سہ شنبہ)

بوسہ لب و گیسو کا مانگا تو یہ فرمایا
میخوار کی کیا سنیئے دیوانے کو کیا کہیے

موت کیا ہے نہیں معلوم مگر آج ای پاس
چشم آئینہ سر بزم ہے دیکھی بھالی
پردہ اُلٹا مگر آنکھیں نہ ملائیں ظالم
وصل کہیے کہ وصال ایک ہے مطلب یعنی
روندتا ہے مری تربت کو کوئی حشر خرام

حسرت ایک ایک مرے دلسے جدا ہوتی ہے
تیرے حیراں سے کہیں عہدہ برآ ہوتی ہے
ہائے شوخی بھی تری عینِ حیا ہوتی ہے
موت ہی درد محبت کی دوا ہوتی ہے
اک قیامت ہے کہ ہر روز بپا ہوتی ہے

۱۲ جون ۱۹۱۰ء (یکشنبہ)

کھلی آنکھیں یہ کھُلا محوِ تصور ہوکر
حیرت آئینۂ دلدار نما ہوتی ہے

بس اے دل باز آ ضبطِ فغاں سے
نہ گرتے تیری چشمِ ناتواں سے
یہ ہنسکر ہاتھ اُٹھانا امتحاں سے
وہ بت کیا جانے فرقِ نفی و اثبات
یہ تنخانے ہیں گویا گرمِ اظہار
ہمیں کھودے تلاش اک بے نشاں کی
دکھا دو جان لینے کی ادا ہاں
وہیں کا پھر ارادہ حضرتِ دل
مدد اے تاب گویائی کہ آج

نکل جائے نہ دم سوزِ نہاں سے
ترے بیمار اُٹھ جاتے جہاں سے
یہ جاں بخشی ادائے جانستاں سے
نہیں اُسکی نہیں ممتاز ہاں سے
کہوں کیا حال سوزِ دل زباں سے
گزر جائیں کہیں نام و نشاں سے
اشارہ اک نگاہِ دلستاں سے
ابھی اک چوٹ کھا آئے جہاں سے
سُنیں گے حالِ دل میری زباں سے

مہک تیری نہ یوں پھیلی تھی اگلِ — یہ بو پھوٹی ترے رنگِ بیانسے
فلک کافی ہے آہ گرم بلبل — تری بجلی رہے دور آشیانسے
شکستِ رنگ کیوں غماز نہ ہوتی — گلہ ہے شوخیِ دردِ نہانسے
تماشا ہے بقا موہوم لیکن — شبِ غم بڑھکے عمرِ جاودانسے
جبیں کو میری سجدیسے ہے اک عشق — مرے سجدے کو تیرے آستانسے
مٹیں سب آرزوئیں دلکی اے یاس — یہ یوسف چھٹ گیا ہے کاروانسے
خموشی میری محشر جوشِ تاثیر — قیامت میرا کچھ کہنا زبانسے
ہوا پہلے سے ازخود رفتہ تر قیس — یہ لیلےٰ نے کہا کیا ساربانسے
مقدر بلبلِ بے برگ تیرا — ملا ہے آج گلچین باغبانسے
مرے طالع کی گردش کا تسلسل — کہیں بڑھکر ہے دورِ آسمانسے
دہن اُسکا ہے گویا میری ہستی — کُھلا یہ بھید طبعِ نکتہ دانسے
ستمکش سخت جاں اے وائے حرماں — نزاکت تنگ شوقِ امتحانسے
برا ہو ہمنفس ذوقِ فنا کا — کہاں لایا ہمیں ظالم کہانسے
گیا ہے اُس دہن کے عشق نے گم — مجھے اب کون لائے لامکانسے

گلہ کچھ ہمصفیر و تکو جو ہے رعب
نہیں واقف تری طرزِ فغانسے

چمک دردِ نہاں کی مرگِ عاشق کا اشارا ہے — یہ داغِ دل نہیں ہے صبحِ ہستی کا ستارا ہے
وہ برقِ صبر سوز آج اس ادا سے پرتو آرا ہے — کہ دل آئینے کا آئینہ ہے پارے کا پارا ہے
کہاں کی وضع کیسا پیرہن قیدِ پیرہن رہنا — ہمیں اے پاسِ وحشت ننگِ عریانی گوارا ہے

شہیدِ ناز ہوں محشر میں میرے دعوی خوں پر
تم اتنا ناز سے کہدو کہ یہ کشتہ ہمارا ہے

اب اے مایوسی جوشِ تمنا کام کر اتنا
جفائیں اسکی پنہاں ہیں تغافل آشکارا ہے

سکھایا یہ چلن کس دل کی طرزِ پائمالی نے
تری رفتار ہم بھی مانتے ہیں محشر آرا ہے

جگر ان سخت جانوں کے کہ چار آنکھیں کریں تجھسے
ہمیں تو اک نگاہِ شرمگیں نے مار اُتارا ہے

غش آکر رہگیا خوش قسمتی موسی کی تھی ورنہ
فنائے ہستی نظارگی تیر انظارا ہے

نہ کہتا تو تو ویران میرے حسرت خانۂ دل کو
یہ وہ محفل ہے ظالم جسکا تو خود محفل آرا ہے

وفورِ ضعف کا ہے ہمنفس جوشِ گرانجانی
ہمیں کب تیرے در پر بیٹھکر اٹھنے کا یارا ہے

نگاہِ حسرت آگیں اور پاسِ ضبطِ غم کب تک
سمجھ لو رعب اک دن رازِ پنہاں آشکارا ہے

گرمیِ ضبطِ فغاں گو تپش ایجاد رہے
لب خاموش نہ منت کش فریاد رہے

قید سے گھر کے چھٹے دشت میں آزاد رہے
خانہ ویرانیِ وحشت کا گھر آباد رہے

غمِ کونین وہ بھولے جسے تو یاد رہے
شاد اگر ہے تو وہ ہے جو ترا ناشاد رہے

ہم ہیں اور لطفِ پریشانی و آشفتہ سری
دل رہے الفتِ گیسوئے بلا زاد رہے

دیدۂ جوہرِ شمشیر کی صورت دمِ قتل
ہم بھی حیرت زدۂ شوخیِ جلاد رہے

نکہتِ گل بھی آئی نہ شمیمِ کاکل
باغِ ایجاد میں ہم کس لئے برباد رہے

سرمگیں آنکھ کی چشمک سے کب امید جواب
گو مری طرزِ خموشی سخن ایجاد رہے

تا بمنزل بھی پہونچ جائیں گے گرتے پڑتے
جادۂ عشق میں افتادہ پر افتاد رہے

ہائے محشر کے دن اس وعدۂ فردا کے نصیب
جو نہ خود تجھکو نہ بھولو کو ترے یاد رہے

دل سے ابتک نگئی حسرتِ اندازِ کشی
یہ تمکش رہے اور وہ ستم ایجاد رہے

شوخی سرمہ ہوا اُس چشم سخنگو سے خفا
خاموشی اتنی تو شور افگن فریاد رہے

باغ فردوس کا اے حور لقا کیا مذکور
خوش فضا وہ بھی ہے کوچہ ترا آباد رہے

فکر امروز نہ اندیشۂ فردا یعنی
تیرے ناشاد ترے غم میں بہت شاد رہے

ایک وہ شکوۂ بیداد کہ عاشق بھولے
ایک وہ عذر تغافل کہ تجھے یاد رہے

ہائے تکلیف جفا اور نزاکت تیری
کون بیدرد ہے جو شاکیِ بیداد رہے

باغ امکاں میں ہیں ہم صبح نفس مثل نسیم
بس تعلق ہے تو اتنا ہے کہ آزاد رہے

دیکھ رفعت طلبی اپنے ہوا خواہوں کی
ہوگئے خاک بھی ہم مٹ کے تو برباد رہے

سخنِ عشق کی برداشت بھی ہے داد طلب
بیستونکو غمِ جانکاوی فرہاد رہے

خوشنوائی تری تقدیر کہ ہم ہوکے اسیر
قفس آوارۂ دلجوئی صیّاد رہے

آئینہ خانہ بنا ٹوٹ کے آئینۂ دل
تیری صورت سے یہ حیرتکدہ آباد رہے

ضعف سے ہمکو نہ تو تاب نفس اور وہ کہیں
مشق فریاد باندازۂ بیداد رہے

وائے اے جوش جنوں بیکسیِ ذوقِ خلش
رگِ سودا کو غمِ نشترِ فصّاد رہے

تاب نظارہ کا بہتر ہے کہ پردہ رہجائے
پسِ پردہ ہی ترا حسنِ خدا داد رہے

ذکر اغیار مبارک دمِ بزم آرائی
بھول جانے کیلئے رعب تجھے یاد رہے

نالۂ درد کہ مایوس اثر رہتا ہے
نخل الفت ہے کہ ناکام ثمر رہتا ہے

بیخودی دلکشی وعدہ ہوں الیفا معلوم
انتظار اپنا مجھے آٹھ پہر رہتا ہے

اک مرا دل ہے کہ حیرت زدۂ نیم نگاہ
اک ترا آئینہ جو پیشِ نظر رہتا ہے

آتش الفت رخ جز اعدا ہے دیکھیں سر حشر
پردہ کیونکر ترا اے دامنِ تر رہتا ہے

یادگار عیش وصل اے رعب تھے انفاس چند
وہ بھی نذرِ غم ہوئے باقی خدا کا نام ہے

شروعِ درد اور بسمل ابھی سے
یہ کیا او ناشکیبا دل ابھی سے

یہ نالے اور آغازِ محبت
ابھی سے کیوں خبا وصل ابھی سے

اُدھر ہے تیغ اُٹھانے کا ارادہ
ادھر جانباز ہیں بسمل ابھی سے

مرے گھر آتے ہی او شوخ شرم آئی
یہ پردہ درمیاں حائل ابھی سے

ہوا قیس ایک ہی جلوہ میں بیہوش
پھر اُٹھا پردۂ محمل ابھی سے

شروع عشق و فکرِ وصل ایدل
خیالِ سعی بے حاصل ابھی سے

کلیجا تھامیے للہ پہلے
نہ سُنیے داستانِ دل ابھی سے

تری اُٹھتی جوانی رنگ لائی
ہزاروں ہوگئے بسمل ابھی سے

جنوں اور ابتدائے عشق ہی میں
ہوئے ہم رعب کے قائل ابھی سے

حرمان لطف زیست کو آوارہ کر گئے
یعنی حریف لذتِ آزار مر گئے

وہ بوالہوس کہ درد جدائی سے مر گئے
تمکین ضبط عشق کو بدنام کر گئے

درسِ فنا تھی شوخیِ آغاز بے رخی
دیکھا نہ آخر آپ کے بیمار مر گئے

ان مضطرب نگاہوں سے دل بدگماں ہوا
بیدرد کچھ بتا تو یہ ناوک کدھر گئے

اُف ضبط غم کہ نالۂ دل بنکے اشک گرم
آنکھوں تک آئے اور وہیں آکر ٹھہر گئے

حالِ دلِ نگار بھی ہنس ہنس کے پوچھنا
یوں ہیں سہی نمک تو وہ زخموں میں بھر گئے

کونین اور تجسس گم گشتگان شوق
کیا جانے کسطرف ترے آشفتہ سر گئے

وہ گل ہی جب نہ سیر کو آئے تو کیا بہار
یہ داغہائے دل مرے جی سے اُتر گئے

او غفلت آشنا ترے امیدوار وصل
جینے سے تنگ آئے کچھ ایسے کہ مر گئے

طولِ امل سے ہم ہوے رسوائے پاس وضع
محفل میں بے بلائے سخن مختصر گئے

طولِ شب فراق کا جھگڑا ہی چُک گیا
لو آج صبح ہو گئی بیمار مر گئے

ہنگامہ گرم سازیِ آشوب دیکھنا
محشر میں دھوم سے ترے شوریدہ سر گئے

بیکس ہو تو خدا نکرے اے امید وصل
اچھا اگر مریض شب ہجر مر گئے

انداز جانستاں تھا کوئی شیوۂ حجاب
وارفتہ شوق دید کہ جی سے گذر گئے

اے رعب زیست لذتِ غم کی کفیل تھی
جی میں یہ کیا جناب کے آیا کہ مر گئے

جزو جزو تن نمونہ اضطرابِ دل کا ہے
شوق میرا حوصلہ گویا مرے قاتل کا ہے

آج تک ہنگامہ زا عالم کسی بسمل کا ہے
مضطرب ہر ذرہ خاکِ کوچۂ قاتل کا ہے

قیس کی ہے خاک برباد اس طرف گرمِ تپش
وقفِ پیچ و تاب اُدھر پردہ کسی محمل کا ہے

وائے ناکامی جو ہو پاس رسائی سدِّ راہ
آسرا اے ذوق گردشِ دوریِ منزل کا ہے

دور گرداب اضطراب موج کی لذت کہاں
ہائے وہ قطرہ کہ دامن آشنا ساحل کا ہے

عشق ہے اور نامرادی موت کہتے ہیں جسے
وہ بھی اک مقصد ہماری سعیِ حاصل کا ہے

دیدۂ نم دیدہ کس جلوہ کے ہیں فیض آشنا
پنجۂ مژگاں میں عالم دامن سائل کا ہے

تیری شوخی کی بھلا تصویر کیونکر کھینچیے
بس یہی نقشہ ہمارے اضطرابِ دل کا ہے

لذتِ ایذا اسے ہے کیا کیا خجل پاسِ ادب
لیجئے قاتل کو شکوہ شوخیِ بسمل کا ہے

وقف دشواری یہاں ہے ہمتِ مشکل پسند
سہل کچھ آسان ہو جانا مری مشکل کا ہے

لو اُٹھا اُس رخ سے پردہ سامنے آئے زرا
تاب کس نظارہ کی ہے حوصلہ کس دل کا ہے

اُف مری بیتابیٔ شوقِ شہادت کا اثر
مضطرب اللہ اکبر حوصلہ قاتل کا ہے

عرصۂ امکاں نمک زارِ ملاحت کیوں نہ ہو
رقص گاہ شوق تیرے زخمیِ بسمل کا ہے

اک وہ کم طالع کہ سر ہے پائمالِ نازِ تیغ
اک وہ خوش قسمت کہ کشتہ پرسشِ قاتل کا ہے

اپنے حیرانِ تماشا کو اُٹھا کر دل نہ توڑ
کم سے کم یہ بھی اک آئینہ تری محفل کا ہے

دشتِ سودا اور ترا سرگشتۂ شوقِ طلب
ایک جادہ ہے کہ خضرِ رہنما منزل کا ہے

منظرِ لطفِ تغافل ہے نہ رشکِ مدعی
خلد کو کیونکر کہوں نقشا تری محفل کا ہے

اے سرِ وارفتگی مشقِ صفائے دل کہاں
کب سے جلوہ منتظر اک جوہرِ قابل کا ہے

شوخیاں بیتاب ہیں اک جلوۂ مستور کی
ٹوٹنا بہتر طلسمِ ہستیِ باطل کا ہے

بس او وائے تیر بنجا اے نگاہِ دلشکن
اس سے بڑھکر مدعا کیا رعبؔ نازک دل کا ہے

کیا دل لیجئے اب موت کا پیغام آتا ہے
نظر پہلے سے اس آغاز کا انجام آتا ہے

خوشا مشقِ تصور پھر گیا آنکھوں میں وہ جلوہ
نوید اے غش کہ پھر لب پر کسی کا نام آتا ہے

ہلاکِ طرزِ کافر ماجرائی ہم بھی ہیں دیکھیں
ادھر کب وہ حریفِ شیوۂ اسلام آتا ہے

نہ لیجئے اُسطرف بس رہنے دے اے اضطرابِ دل
خیالِ اعتبارِ طالعِ ناکام آتا ہے

نہ لطفِ کاہشِ جاں ہے نہ ذوقِ کاوشِ ہجراں
تجھے بیدرد کیا معلوم دل کس کام آتا ہے

دل و رو آشنا ہے اور دوام جوشِ بیتابی
زباں پر سنکے شوقِ وصل تیرا نام آتا ہے

خدارا جنبشِ چشم اور نگاہِ شرمگیں والے
تجھے بھی کچھ جواب گردشِ ایام آتا ہے

سرِ اہلِ ہوس کو کیا غرض سودائے گیسو سے
کہ اس صحرا میں طائر آپ بر دام آتا ہے

رنگ بے تاثیری سوز فغاں دیکھا کیے ... دل جلے حسرت سے سوئے آسماں دیکھا کیے
ہر رگِ گردن کو کیا کیا خوں فشاں دیکھا کیے ... قتل کار نگیں تماشا سخت جاں دیکھا کیے
حسرتِ کاشانہ سوزی کا مقدر دیکھنا ... برق چمکا کی ہم اپنا آشیاں دیکھا کیے
حسن نیرنگ مظاہر ہے نظر گاہِ خیال ... ہم اس اک آئینے میں سارا جہاں دیکھا کیے
مرگ بے شرکت سہی لیکن یہ کیا اے جوشِ رشک ... غیر کیوں طرزِ نگاہِ جانستاں دیکھا کیے
صبر کیوں تڑپا نہیں یارب گر اگلیں بجلیاں ... پاسدارِ ضبط سوئے آسماں دیکھا کیے
اور کیا کرتے ترے تمکیں کے کشتے ہجر میں ... درد تڑپایا کیا دلکو تپاں دیکھا کیے
ہمقفس تڑپا کیے اے غیرتِ عشق اور ہم ... فصل گل میں بھی نگاہِ باغباں دیکھا کیے
راز کہکر واہ ری نادانیِ آغاز عشق ... دیر تک ہم رنگِ روئے رازداں دیکھا کیے
بے اجازت سجدہ اُس در کا خوشا آشفتگی ... اور پھر لطفِ عتابِ پاسباں دیکھا کیے
جانفزا تھی جان لینے کی ادا اے ناتمام ... وہ بھی ظرفِ اعتبارِ نیم جاں دیکھا کیے
میرا جلنا سوزِ پنہاں سے دکھاتا کیا اثر ... شعلہ رویونکا تماشا تھا دھواں دیکھا کیے
محشرِ تاثیر تھا ہنگامۂ شوقِ طلب ... راہرو بھی نقشِ پائے رفتگاں دیکھا کیے
دیکھنے والے جسے سمجھے تھے عالم نزع کا ... اک تماشا تھا کہ تیرے نیم جاں دیکھا کیے
دھیان اُس رخسار رنگیں کا امید افزا کہاں ... اشک خوں ہر در کی رنگ آمیزیاں دیکھا کیے
حُسن مطلق آشنائے جلوہ بے قید محال ... تیرے حیرانِ تماشا لامکاں دیکھا کیے
سخت جاں مقتل میں محوِ لذتِ امید و بیم ... اور وہ کچھ رہ رہ کے تیغِ امتحاں دیکھا کیے
پاشکستہ تھے رہِ الفت میں ہم مجبور شوق ... جستجو انگیزیِ سنگِ نشاں دیکھا کیے
رعب سا کوئی نہو بے اعتبار اضطراب ... جسکو وہ ہنس ہنس کے محفل میں تپاں دیکھا کیے

دل مرا لذت کش ایذا عنایت آپکی
جانفزائے درد بیدرماں ہی فرقت آپکی

ایک ہی شئی ہے وہ بیتابی کہیں شوخی کہیں
عشق نے کردی ہی پیدا دل میں عادت آپکی

حضرت دل بت پرستی حق پرستی ہے یہاں
دعوی عشق مجازی کیا حقیقت آپکی

وائے مایوسی کہ عرض گریہ ہائے شوق پر
ہنسکے اک بیدرد کا کہنا کہ قسمت آپکی

غیر سے یوں بے تکلف ہیں وہ میرے سامنے
شوق بھی کہتا ہی دل سے واہ غیرت آپکی

منظر آسایش کونین کیا وصل آپ کا
محشر آشوب عالم کیا ہے فرقت آپکی

شوق جانبازی سر مقتل مٹا جاتا ہے آہ
خون ناحق لیتی ہے سر پر نزاکت آپکی

میرے ہونے کیا اُٹھا سکتے زمین و آسمان
اب کھلا بار امانت کیا ہے الفت آپکی

نزع میں ہے ایک شرح داستان حسن و عشق
پوچھنا اُنکا مرا کہنا عنایت آپکی

ہم دکھائیں لطف پامالی ذرا مشق خرام
دیکھتی ہے راہ کب سے اک قیامت آپکی

شرح بیتابی کا تحسین بھی ہے کیا اچھا جواب
کہتے ہیں وہ شوخ ہے کتنی طبیعت آپکی

آہ جوش درد سے مجبوری پاس ادب
دیکھئے آہی گئی لب پر شکایت آپکی

ہائے پرسش کی ادا نے مار ڈالا رعب کو
اے اجل اتنا تو کہدینا عنایت آپکی

شوخی ذرا دکھا کوئی حسن غیور کی
کھل جائے آنکھ محو تجلائے طور کی

مشق کشش ہے حسن ازل کے ظہور کی
سوجھی ہے تیرے محو تصور کو دور کی

تم شوخیاں دکھاؤ ادائے غرور کی
ہم داستاں سنائیں دل ناصبور کی

پروانۂ ظہور نہ دے جوش حسن کو
بیدرد لو بھڑک نہ اُٹھے شمع طور کی

محروم دید گو ارنی گو رہا مگر
آنکھیں تو کھول دیں ترے جلوے نے طور کی

اپنے سے بھی کشیدہ ہے تیرا ادا شناس | کیا بات ہے کرشمۂ شانِ غرور کی
اک رنگ بے ثبات مری پاس وضع کا | اک وضع لازوال تمہارے غرور کی
وہ خود شناس ہوں کہ شناسائے دوست ہوں | شوخی چھپی نہ غیب میں جوشِ حضور کی
اک محشرِ نظارہ ہے آشوبگاہِ حشر | تقدیر دیکھیے مرے شوقِ غیور کی
ہم آج بھی ہیں بیخودِ ہنگامۂ ازل | حشر آفرینیاں نہ چلیں شورِ صور کی
دیگا نوید جلوہ کبھی بڑھکے سوزِ دل | نارِ کلیم کیا ہے بشارت ہے نور کی
ایک ایک قطرہ خون کا طوفانِ برق ہے | بیتابیاں نہ پوچھ دلِ ناصبور کی
محویتِ نیاز کا رنگِ ادا تو دیکھ | تصویر کھینچ دی ترے نازِ غرور کی

رہنے دے رعب صافیٔ اندوہ کی تلاش
یہ انجمن ہے دردکشانِ سرور کی

نشہ پیا ہے ہوس بھی نظر اٹھ جانے سے | ہائے وہ بادہ کہ چھلکے ترے پیمانے سے
بن گیا دردکدہ آ کے دیوانے سے | اف وہ آواز کہ آج آتی ہے ویرانے سے

ہم بھی ہیں نشہ طلبگارِ نگاہِ سرجوش
ساقیا کچھ تو چھلکتی ہوئی پیمانے سے

ہم اور افسردگی بیٹھے کہ اٹھے تیری محفل سے | نہ گردش کو طلب سر کی نہ شورش کو غرض دل سے
غضب کا ربطِ جذبِ شوق تھا حلقومِ بسمل سے | رگِ گردن لپٹ کر رہ گئی شمشیرِ قاتل سے
نہیں معلوم اے نیرنگ سوزِ غم کہ گلشن میں | لگی آگ آتشِ گل سے کہ فریادِ عنادل سے
حجابِ رنگ سے تصویر کا گویا نکلنا ہے | نکلنا تیری تصویرِ خیالی کا مرے دل سے
خدا را کر دو کیوں ممنونِ راحت ہو مری گردش | نہ گھبرا اے ہجومِ نارسائی شوقِ منزل سے

سما کر آنکھ میں آنکھوں نے پردہ کیا تماشا ہے
بس اب مشق تجلی اس حجاب نیم حائل سے

جو سچ پوچھو تو جوشش اختلاط آشوب خاطر تھا
مزہ اس کس مپرسی کا کوئی پوچھے مرے دل سے

تلافی خودکشی سے کی ہے محروم قضا ہو کر
گزشتا کشتگاہ شوق مرگ یعنی کوئے قاتل سے

غضب ہے مضطرب ہونا کسی جان نزاکت کا
عوض ہے مقتضائے ضبط غم بیتابی دل سے

نہ پوچھو فرصت ہستی میں کیا کیا سختیاں جھیلیں
کٹا یہ وقفۂ موہوم لیکن کتنی مشکل سے

جنوں کی خانہ بربادی عروج گرد کلفت ہے
لپٹنا وہ غبار قیس کا لیلیٰ کی محمل سے

ترے سرگشتہ ہیں اور گردش جاوید کی لذت
کہ لاکھوں بار جا جا کر پھر آئے حد منزل سے

مری امید کیوں ذوق آشنائے کامیابی ہو
شکایت مقصد موہوم کو ہے سعی باطل سے

کچھ افسردہ ترا شوریدہ سر زنداں میں پہنچا تھا
قدم رکھتے ہی کیا جان آ گئی شور سلاسل سے

ہلاک ذوق رسوائی ہیں دل کی حسرتیں یارب
اٹھایا کس نے محفل سے اٹھے ہم کس کی محفل سے

دل برباد کا ہر ذرہ اک عالم ہے الفت کا
ہری دنیا کی آبادی کوئی پوچھے مرے دل سے

سفینہ ہے مرا رعب اور لطف شورش طوفاں
تکلف برطرف نا آشنا ہوں ربط ساحل سے

وہ جلے یوں داغ عصیاں حشر کے دن آب رحمت سے
کہ ہوں میں پانی پانی خجلت اشک ندامت سے

نہ کیوں کٹ جائے بسمل جذبۂ شوق شہادت سے
شکستہ دل وہ ناحق کش ہے بیداد نزاکت سے

گریز آمادہ ہے رنگ چمن بھی میری وحشت سے
نسیم آزاد ہے گل سے تو گل وارستہ نکہت سے

تغافل کم تھا بیمار غم کی جان لینے کو
لیا کیا ایک جا یہ کرم کیسا غرض کیا ہے عیادت سے

کبھی گلہائے لخت دل سے دامن چشم گریاں کا
کبھی پھر بھی بہار آئے نظر نیرنگ قسمت سے

نہ دیکھو دیکھ کر میرے دل بیتاب کو دیکھو
کہ تم واقف نہیں اس محشر آفت کی حکایت سے

دوئی کا پردہ کیا ہوگا حجاب چشم وحدت میں
عیاں ہے ایک شکل آئینہ زار بزم کثرت سے

شہید التفات ناگہاں ہوں آخوش قسمت
کسی نے مار ڈالا جنبش چشم عنایت سے

کبھی دیکھو بہار سیرگاہ داغ دل آکر
چُنے ہیں پھول کچھ ہنسنے بھی گلزار محبت سے

نہیں معمورۂ ہوش و خرد کا سر میں اب سودا
خراب آباد وحشت میں بسر کرتا ہوں مدت سے

دہان زخم ہیں نعمت خور شور شکر خندہ
نمک چدینا بھی چھڑکو تم نہ منہ پھیرینگے لذت سے

امید و یاس میں باہم کشاکش تھی قیامت کی
شب فرقت میں نکلی جان لیکن کس مصیبت سے

رہا خلوت نشین بتخانۂ اہل ہوا ہو کر
کہ میں نے سامنے دیوار اٹھا دی گرد کلفت سے

خدا ناکردہ دل سے تیر اگر نکلے تو مر جائے
ترے آزار کش کو جان آتی ہے اذیت سے

الٰہی کیا ہے مرگ حیلہ جو کو انتظار آخر
ہے مایوس وہ بھی ہوا اک بیمار فرقت سے

مری ہستی کا نقشہ یکقلم تصویر ناکامی
اثر سے نالہ مستغنی دعا فارغ اجابت سے

دل ہنگامہ زا مٹنے کو ہے محشر خرامی پر
لڑا دیتے نہیں اک دن قیامت کو قیامت سے

سیہ روزی سے میں ہوں اور مری دنیا کی یکرنگی
مری صبح وطن ممتاز کیوں ہو شام غربت سے

مراغ و غائے نالہ کچھ نہیں جز رنج بیحاصل
مرا طالع ہے تو فرصت تجھے کب خواب راحت سے

ترا دیوانہ سرگرم طلب تھا تیرے کوچے کا
دماغ آشفتہ گزرا ہے شمیم آباد جنت سے

لگا رہنے دے اپنی بزم آرائش میں آئینہ
کھنچا کیوں صورت تصویر اپنی جو حیرت سے

نہ رکھ بیتاب شوق خود نمائی اپنی شوخی کو
ارے او مضطرب جلوے نکل آغوش خلوت سے

زر العل نمک پرور کو تکلیف تبسم دے
کہ میرے زخم دل ہیں حق طلب شور ملامت سے

وہ انکی جلوہ افروزی وہ میرا نزع کا عالم
کھلی آنکھیں تو وقت ہے اٹھی نظریں تو حسرت سے

حیا کی قید میں شوخیونکی دلکشی دیکھو
بشر ہے رعب بھی مجبور ہے آخر طبیعت سے

یہ رقص آموز بسمل تھی روانی کسکے خنجر کی
کہ حیرانی تماشا کردنی ہے چشم جوہر کی

وہ دشت نجد خاک اُڑتی ہے جسمیں قیس مضطر کی
شبیہ نقش اول ہے مرے اُجڑے ہوئے گھر کی

دکھائیں انقلاب آرائیاں چشم فسوں گر کی
کہ چل نکلی ہے گردش آسمان فتنہ پرور کی

نیاز برق ہونیکو ہے ہستی جسم لاغر کی
کھٹکتا ہے یہ کانٹا آنکھ میں چرخ بد اختر کی

سفارش ہے نزاکت کی کہ شکوہ سخت جانی کا
یہ کیا مڑ مڑکے آخر کہہ رہی ہے باڑھ خنجر کی

ہلاک شیوۂ بیقدری اظہار الفت ہوں
سنی جب سرگذشت اُسنے کہا خوبی مقدر کی

چھپے اہل نظر سے تو تو جب چھپنے بھی دے تجھکو
نمود خود نمائی تیرے حسن جلوہ گستر کی

سوال جان ہے اول امتحانگاہ محبت میں
کیا قربان خنجر سر تو ہمنے یہ مہم سر کی

تماشا ہے دل صافی کی بزم آرائی حیرت
یہی ہے جلوہ گاہ ناز اک آئینہ پیکر کی

نہیں آنسو تو خون دل بہانے پر قناعت ہی
گداز غم میں دیکھو سیر چشمی دیدۂ تر کی

بیان مدعا اور مدعی کا منھ تری قدرت
سر بزم اُسنے یارب اتنی جرأت کی تو کیونکر کی

متاع ہوش وطاقت نذر تمہید تجلی ہے
کلیم اچھا اگر اُسکی نقاب رخ کہیں سر کی

ہماری سخت جانی کا گلہ ہے اور بھلا او بت
اگر تقدیر ملتی تیرے دروازے کے پتھر کی

کشادہ دیدۂ دیدار جو کا صاف نقشہ ہے
نہ میری شکل محویت نہ حیرانی ترے در کی

حریف ساز خاموشی نہیں ضبط نوا گویا
ہوئی ہے پردہ در کیا پردہ داری راز مضمر کی

بس اے انداز چشم سرمگیں نطق آزمائی کیوں
ترے چلتے نہ چلنے پائیگی فریاد مضطر کی

نہ تم آنکھیں بچھاتے عاشق برگشتہ قسمت سے
نہ چلتی کج مداری گردش چرخ ستمگر کی

پئے خواب اجل افسون عیسیٰ تھا اک افسانہ
ترے کشتے کے کام آئی تو شوخی تیری ٹھوکر کی

نیاز عشوۂ برق تجلی کیا ہو نظارہ
کھپی ہے آنکھ میں ناز آفرینی تیرے تیور کی

شب غم جوش اشک آوازۂ شور قیامت تھا
بیاض چشم گریاں تھی سفیدی صبح محشر کی

مژہ خونِ وفا کا پوچھئے شمشیر قاتل ہے
کہ روئی مدتوں آنسو لہو کے آنکھ جوہر کی

ستارہ خوب چمکا ظلمت تاریک روزی کا
مری صبح جوانی شام تھی کس تیرہ اختر کی

خراب نشۂ چشم مست ساقی کے ہیں سب میکش
یہ ساری انجمن کھوئی ہوئی ہے ایک ساغر کی

نہال طور میں مستی کی بھی کیا شاخ نکلی ہے
تعلی دیکھئے میرے نگاہ عرش منظر کی

ہر اس دامن افشانی سے امین ہے غبار اپنا
سلامت نازنینی تیرے دست ناز پرور کی

کسے معلوم کیا عالم ہے شورشگاہ امکاں کا
کہ ہستی نام اک تہمت پریشانی تھی دم بھر کی

اُٹھی چشم سخنگو اور بنا تصویر خاموشی
سخن فہمی کبھی ہے تحسین طلب رعب سخنور کی

تیری حیرت اے دل صد چاک کام آنے کو ہے
رخ سے آئینے کو قربت زلف سے شانے کو ہے

خانہ بربادی سے رونق طرفہ کاشانے کو ہے
مجھ سے دیوانے کی حاجت تیرے ویرانے کو ہے

کیا نہیں جلنے کو کافی شعلۂ سوزِ نہاں
جستجوئے شمع کیوں اے عشق پروانے کو ہے

سلسلہ طول امل کا سرگذشتِ عشقِ زلف
خاتمے سے کیا علاقہ میرے افسانے کو ہے

التفات نرگس مخمور سے یوں دل ہے مست
جیسے سرشاری بھرے شیشے سے پیمانے کو ہے

شغل تھی مشق ستم اور کھیل جانبازوں کا قتل
اب شکایت درد کی بیدرد کے شانے کو ہے

سہل ہے کوئی بلا گردانی گیسوئے یار
سینہ چاکی سے نصیبا اتنا شرف شانے کو ہے

گرد کلفت کم نہیں کچھ خاک اڑانے کیلئے
وحشت گردش ہی سے غرض کیا تیرے دیوانے کو ہے

بے رخی تیری کسے کرتی ہے ظالم کامیاب
آشنا کو جو شکایت ہے وہ بیگانے کو ہے

خانہ سوزی کا گلہ کوئی اسے برق تپاں
روشنی کی آرزو میرے سیہ خانے کو ہے

جنس عرفاں کی ہے کچھ قیمت تو نقد جستجو ہی
ہوش دیوانیکو نافع ہے نہ فرزانیکو ہے

شمع کو جذب اثر کرتا ہے مجبور گداز
ہائے پھر سوز تپش سے کام پروانیکو ہے

حاصل کشت عمل میں رنگ سرسبزی کہاں
برق خرمن کا تجسس میرے ہر دانیکو ہے

اے نشیلی آنکھ کی شوخی ادھر بھی اک نگاہ
کچھ تو مے چھلکے جو گردش آج پیمانیکو ہے

پھر کوئی چھینٹا کم از کم بادۂ بے کیف کا
پھر ہمیں اے جلوۂ مستانہ ہوش آنیکو ہے

بے نوائی کا گلہ کیا شعر گوئی ہی سہی
رعب اچھا شغل یہ بھی جی کے بہلانیکو ہے

رگ آشفتہ گیسو کا جو ساماں ہو جائے
خواب ہستی کی طرح وہ بھی پریشاں ہو جائے

ہاں اشارہ کوئی اے جنبش مژگاں ہو جائے
نشتر غم خلش افزائے رگ جاں ہو جائے

اُف ترا لطف کہ بیداد نمایاں ہو جائے
جاں ستائی کی وا پرسش پنہاں ہو جائے

لاؤ ہم بزم شب غم ہے بلاؤں کا ہجوم
زلف شبگوں نہیں تیری کہ پریشاں ہو جائے

لیجئے پھر دہن زخم ہیں آغوش کشا
پھر ذرا شور تبسم نمک افشاں ہو جائے

ترا جلوہ جو کہیں گرم نظر سوزی ہو
خلوت ناز ابھی حشر کا میداں ہو جائے

دلکو افسانہ سناتا ہوں سیہ روزی کا
کچھ دراز اور ابھی شب ہجراں ہو جائے

چمنستان محبت کا گل رنگیں ہے
اشک خونیں کہ نیاز سر مژگاں ہو جائے

قسمت اُس ناز کش مشق ستم کی جسپر
وہ ستم پیشہ ستم کر کے پشیماں ہو جائے

ہائے مجبوری وحشت کہ وہم جامہ دری
ہر رگ بخیہ مثل تار گریباں ہو جائے

بے محل چپ نظر آتے ہیں اسیران جنوں
شور زنجیر ذرا سلسلہ جنباں ہو جائے

جلوۂ مرگ ہی انجام شب غم ہو کہیں
درد پنہاں کی چمک صبح فروزاں ہو جائے

حسن بے پردہ کو ہے اپنا تماشا منظور
حیرت شوق زر آئینہ ساماں ہو جائے

لذت زخم وہ آشوب ملاحت نسہی
شور بختی ہی مری مجھکو نمکداں ہو جائے

مانع لطف ہوئی ناز کی سہل انکاری
نہیں دشوار یہ مشکل اگر آساں ہو جائے

حیف وہ سوز کہ در پردہ رہے گرم نمود
داغ دل ایک چراغ تہ داماں ہو جائے

شیوۂ ناز ادب آموز نہیں ورنہ ابھی
محشر آباد فغاں شہر خموشاں ہو جائے

وہ ہیں بیتاب تماشا مری بیتابی کے
تہ و بالا نہ کہیں عالم امکاں ہو جائے

ضبط آوارگی اے خانہ خرابی کب تک
ہاں مرا گھر مری وحشت کا بیاباں ہو جائے

واہ آشوب گدازی ترے جلوے کی کہ یوں
منتشر بزم نظرہائے پریشاں ہو جائے

جرأت وحشت گستاخ ہے ایجاد پسند
تیرا دامن نہ کہیں جیب گریباں ہو جائے

سر بلندی کہیں پائے ترا پامال خرام
خاک ہو جائے تو گرد سر داماں ہو جائے

دیکھنا بیکسی حسرت صحرا اگر دی
تنگی دل ترے دیوانے کو زنداں ہو جائے

یوں دکھا جلوہ کہ ہر دیکھنے والے کے لئے
تیرا آئینہ مرا دیدۂ حیراں ہو جائے

بر تربت [illegible] صاحب
۱۶/۱۹/۱۲ء [illegible]

کلفت زیست کجا رعب کجا راحت مرگ
حیف وہ درد کہ شرمندۂ درماں ہو جائے

غیر کو تیز نگاہی سے شکایت کیا ہے
قہر اگر نام ہے اسکا تو عنایت کیا ہے

حسن الزام کی بیداد کو حاجت کیا ہے
قتل کر ڈالئے ہمکو تو قباحت کیا ہے

تجھکو پہچانتے ہیں دیکھنے والے میرے
تیرا آئینہ ہے گویا مری حیرت کیا ہے

بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں خوشا خواب اجل
لو کھلا اب کہ مآل شب فرقت کیا ہے

اک کرشمہ تری شوخی کا ہے نیرنگ مجاز
اور اس بزم نمائش کی حقیقت کیا ہے

لازم زیست یہاں کچھ نہیں جز کاہش و رد ❊ رنج کہتے ہیں اگر اسکو تو راحت کیا ہے
تم ذرا ناز سے کھنچ جاؤ تو عالم ہو شہید ❊ تیغ اُٹھانے کی نزاکت کو ضرورت کیا ہے
خار غم کی خلش آرام فزا ہے یعنی ❊ ہمکو معلوم نہیں ذوق اذیت کیا ہے
آپکی حشر خرامی کہ مری بیتابی ❊ اور ہنگامۂ آشوب قیامت کیا ہے
تیرا ناوک تو نہیں کوئی کہ ہو تجھکو عزیز ❊ دل سے میرے کبھی نکلے تو وہ حسرت کیا ہے
چشم بیمار پر اپنے کبھی کرتے ہیں قیاس ❊ کیا خبر ہے اُنھیں بیمار کی حالت کیا ہے
کم نہیں خاک اُڑانے کو غبار خاطر ❊ ایجنوں بادیہ گردی کی ضرورت کیا ہے
غیرت حسن کو منظور ہے پردے میں ظہور ❊ ورنہ یہ انجمن افروزی فطرت کیا ہے
جانستانی کو تو ہے نیم نگاہی کافی ❊ اسقدر دلکشی ناز کی حاجت کیا ہے
اک دل خونشدہ پہلو میں ہے ہمسے پوچھو ❊ اور وہ کہتے ہیں کسے درد کی لذت کیا ہے
میں کہیں عرصۂ امکان سے تو دور آنکلا ❊ مقتضا اور ترا اے رم وحشت کیا ہے
کچھ نظر میں نہیں جز نیستی ہست نما ❊ یا الٰہی یہ تماشا گہ عبرت کیا ہے
تحفۂ دل کا عوض چاہتے ہیں ایک نگاہ ❊ ورنہ اس جوہر کمیاب کی قیمت کیا ہے
وائے حرمان کہ قیامت تھی مدار اُمید ❊ کیا قیامت ہے وہ کہتے ہیں قیامت کیا ہے
یہ تلون نہ یہ نیرنگ نہ یہ طرز ادا ❊ تیری شوخی سے بھلا برق کو نسبت کیا ہے
لطف موہوم تمہارا مری ہستی کی نوید ❊ سچ کہا پھر تو کہو تیری حقیقت کیا ہے
دلمیں اک درد ہے اور درد ہے سامان حیات ❊ ہم نہیں جانتے آزار محبت کیا ہے
جرأت شوق کو ملتا نہیں شوخی کا محل ❊ محشرستان حیا ہے تری خلوت کیا ہے
فرصت عمر کب اتنی کہ یہ قصہ چھیڑوں ❊ ہائے کیوں آپ نے پوچھا تری حسرت کیا ہے

آپ ہی آپ کبھی چپ کبھی دل سے باتیں
خیر ہے رعب! یہ انداز طبیعت کیا ہے

تپاں ہے نالۂ آتش فشاں اثر کے لئے
عبث یہ سرو چراغاں جلا شرر کے لئے

دعائیں کیسی شب ہجر کی سحر کے لئے
کہ یہ بھی شغل ہے اک سعی بے اثر کے لئے

لگائے آگ نشیمن کو سوز بیتابی
یہ مشت خس ہے تپاں برق یا شرر کے لئے

مرے زمانۂ تاریک کے نصیب میں تھی
بس ایک شب کہ ترستی رہی سحر کے لئے

نمک فروش ہے شور تبسم پنہاں
نوید ذوق جراحت دل و جگر کے لئے

حریف خانہ خرابی ہو کلفتِ تعمیر
یہ ننگ ہم نہ گوارا کرینگے گھر کے لئے

دلیل گرم روان فنا ہے شیوۂ شمع
کہ جز گداز نہیں زاد اس سفر کے لئے

مٹے ہوؤں کو اڑا لیگئی صبا آخر
کہ داغ گرد نہیں تیری رہگذر کے لئے

مری گراں نفسی گرمی اثر سے ہے پاک
یہ سنگ وہ ہے کہ جلتا رہا شرر کے لئے

خوشا مآل کہ اک بے نشاں کا شوق طلب
ہمیں سے کھوکے رہا ہم کو عمر بھر کے لئے

کہاں سے لائے دلِ ناشکیب اک بیدل
کرشمۂ غلط انداز ہی نظر کے لئے

کھلے بھی جلد کہیں راز مضمر ہستی
یہ مبتدا ہے بہت مضطرب خبر کے لئے

طلسم سجدہ فریب آستان دیر سہی
مری جبیں ہے فقط تیرے سنگ در کے لئے

نمود برق و شرر اور داغ بے اثری
تپش ہے دل کے لئے سوز ہے جگر کے لئے

فریب زیست تھا رعب جز کشاکش مرگ
مرے حیات ابد کے لئے تو مر کے لئے

موسیٰ نہیں تو رعب سا دیوانہ چاہئے
اے شمع طور ہاں کوئی پروانہ چاہئے

جوشِ گل تھا مایۂ آشفتہ سامانی مجھے
تا قفس پہونچا گیا ذوقِ تن آسانی مجھے

ہوں سراپا چشمہ سار رشک غم مانند شمع
کر دیا جوش گداز درد نے پانی مجھے

محشرستان انا الباقی ہے میرا جزو جزو
قہر ہے قید طلسم ہستی فانی مجھے

جنبش لب آرزو خیز اور تبسم ناتمام
مار ڈالیگی ادائے لطف پنہانی مجھے

تا عدم پھیلی تھی خوشبو گلشن ایجاد کی
کیا ہوائے سیر نے مٹی مری برباد کی

شاکی حسن طلب ہے دلکشی فریاد کی
اللہ اللہ بے نیازی شیوۂ بیداد کی

میرے جانب اُٹھ گئی محفل میں چشم سرمہ سا
طرز خاموشی نے کس آواز سے فریاد کی

اک نیا عالم ہے تیری زلف کا ایک ایک پیچ
دیدنی ہے نو گرفتاری دل آزاد کی

ہم کو رد کردہ ہی ٹھہرایا تغافل نے تو خیر
یوں سہی بیداد اُٹھائیں گے غم بیداد کی

میری ہستی بادۂ ہستی سے تھی وسعت طلب
شوق نے کیفیت ذوق فنا ایجاد کی

ہاں نہ چھیڑے تیرے دیوانوں کو گلشن کی نسیم
یہ ہوا خواہی کریں گے نکہت برباد کی

سخت جانی نے مری بسمل نزاکت کو کیا
کٹ گئی جوہر فروشی خنجر فولاد کی

اعتبار دعوی ہستی ہے میرا اعتماد
اصل استحکام ہے سستی مری بنیاد کی

دم اُلجھتا ہے نمود جلوۂ کونین سے
کیا نشاط آباد ہے دنیا ترے ناشاد کی

اور بھی اب وقف استغنا ہے ناز التفات
نامرادی التجا کی بیکسی فریاد کی

اللہ اللہ عالم شوق و ہجوم بیخودی
ہمنے دنیا سے الگ دنیا نئی آباد کی

گو بھلا دے تیری غفلت نے وہ ظالم مگر
بات رکھ لی خود فراموشی نے تیری یاد کی

اُف نگاہ یاس بسمل تھی کہ درس ضبط ناز
کھنچ گئیں کیا کیا تڑپ کر شوخیاں جلاد کی

آنکھ والوں نے یہ کچھ دیکھا کہ آنکھیں کھل گئیں
کر چکا تھا غمزۂ غفلت ادا پابندِ زیست
باقی جو اضطرابِ عجز کا نیرنگ دیکھ

اسکا پردہ ہے نمائش عالمِ ایجاد کی
خودکشی نے دستگیری کی ترے ناشاد کی
ہل گئی بنیاد ساری قصرِ استبداد کی

[illegible]

ایک دیوانے سے تھا آباد اک وحشت کدہ
سرگذشت اتنی ہے رعبِ خانماں برباد کی

[illegible]

دوامِ خندہ ہے گلہائے زخمِ تن کیلئے
سکوت اُسکا تکلف نہیں دہن کے لئے
ہمیں غرض نہیں اے بخشش ازل دل سے
بجا خفا ہوئی وہ چشم سرمہ سا سرِ بزم
زبانِ بوالہوس اور لذتِ غزلخوانی
ہم اور غربت جاوید کیا خبر ہمکو
ترے سکوت کی کیا بات واہ والے بت
بہانہ جوئے تپش ہے دل پسند مزاج
بس انفعال ہوس اے ہوائے ناز و نعم
دلِ فسردہ کے نالے کہاں شرارہ فشاں
گذشتہ گرمی محفل کی یاد میں ہوں تپاں
یہ بل ہیں میرے مقدر کے ورنہ یاد بھی ہے
دوست پھر ہو کہیں ساز نغمۂ منصور
ہمیں اجازتِ اظہارِ راز کیا کہئے

خزاں کا داغ کہاں اس کھلے چمن کے لئے
کہ عذرِ تنگی جا ہے وہاں سخن کے لئے
ضرورت آپڑی اک شوخ دلشکن کے لئے
خموشیوں میں بھی ہیں مزے سخن کے لئے
مذاقِ درد کہاں مرغ نغمہ زن کے لئے
وطن ہے کس کے لئے کون ہے وطن کے لئے
سخن بنا نہیں گویا ترے دہن کے لئے
ذراسی بات ہے اس چشم سحر فن کے لئے
کہ ہم بنائے گئے ہیں غم و محن کے لئے
یہ عندلیب تڑپتی رہی چمن کے لئے
جلے نہ شمع کوئی یوں بھی انجمن کے لئے
وہ پیچ و تاب تری زلف کا شکن کے لئے
کہ دار پھر ہے بہت مضطرب رسن کے لئے
زبان پا کے بھی ترسا کئی سخن کے لئے

جواب عرض وفا اُنسے اور کیا ملتا
نوید حسرت نو حسرت کہن کے لئے

الٰہی اک دل سوز آشنا گداز پذیر
کہ شمع کی ہے ضرورت اک انجمن کے لئے

پسند دل ہوا غربت میں ایک حسن غریب
سفر سے رعب نے تحفہ لیا وطن کے لئے

محو آئینہ گداز آئینہ آرائی ہے
وہ بھبوکا مری حیرت کا تماشائی ہے

عکس کے داغ سے فارغ تری یکتائی ہے
آئنہ دیدۂ حیران تماشائی ہے

ہائے دل پاس یہاں ہے نہ شکیبائی ہے
ناز اُدھر مضطرب حوصلہ فرسائی ہے

منتشر جذب تصور سے ہوئی بزم خیال
وہی میں ہوں وہی تم ہو وہی تنہائی ہے

قابل سیر نہیں کشمکش آبا و فنا
ہمکو اے خواہش تقدیر کہاں لائی ہے

کھلگئی آنکھ وہ آئینہ دکھایا تو نے
تیرا حیرت زدہ خود اپنا تماشائی ہے

ہر زباں پر مرا افسانہ ہے لیکن ابتک
شوق اُسیطرح تقاضا گر رسوائی ہے

ہائے سر غیر کا اور تیرا در پاک او بت
داغ دل مجھکو مری ناصیہ فرسائی ہے

دود پنہاں کی ترقی ہے کہ رونے کا پیام
ہاں برسنے کو ہے بادل کہ گھٹا چھائی ہے

دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں دلکا مطلب
خامشی میری ہم آوازۂ گویائی ہے

امتحاں ضبط محبت کا ہے منظور اُنھیں
یوں بھی ہنسنے کبھی رونے کی قسم کھائی ہے

ہاں نمائش نہو منظور تو کیا آرائش
خود نمائی تری ممنون خود آرائی ہے

دیکھنا چھیڑتی ہے مجھکو گلستاںکی نسیم
لیکے بوسہ ترے رخسار کا اترائی ہے

دل حسرت زدہ اک زحمت پہلو ہے مگر
قدر کرتا ہوں کہ پھر تیرا تمنائی ہے

آ ادھر تجھکو لگالوں گلے اے شاہد مرگ
کشتۂ زیست ہوں ہنگام مسیحائی ہے

خورش ہے وہ پا کے مرے دل کو زیا افتادہ — جیسے ظالم نے کوئی چیز بڑی پائی ہے

یاد منزل ہوئی کیوں لذت گردش میں مخل — مجھسے آزردہ مری بادیہ پیمائی ہے

مدعا اور ہے اے سنگ در یار اپنا — سجدہ کرکے بھی وہی شوق جبیں سائی ہے

کاش آئے انھیں بیمار کے جینے کا یقیں — دردنے آج تو کروٹ بھی بدلوائی ہے

کس میپرسی میں ہوں اک محشر نیرنگ خیال — واہ کیا انجمن آرا مری تنہائی ہے

درس عبرت ہوں سراپا کہ فلک بھی شب و روز — میرے نیرنگ مقدر کا تماشائی ہے

جانہ آیوں سہی او وعدہ فراموش نہ آ — ہمنے بھی آپ میں آنے کی قسم کھائی ہے

خود فراموش ہیں فرقت زدہ ہر چند مگر — یاد کچھ کچھ وہ کسیوقت کی یکجائی ہے

درد شورش طلب اور کاہش افسردہ دلی — نالہ پامال تمنائے فلک سائی ہے

کشمکش زیست کی ہر وقت کا مرنا جینا — اجل آئی ہے تو کیا جان میں جان آئی ہے

آپ میں آئے زخود رفتہ تو یہ راز کھلا — خود شناسی میں یہاں راز شناسائی ہے

پردہ اٹھجائیگا چہرے سے حقیقت کے کبھی — کیوں مجاز اسقدر آمادہ رسوائی ہے

اسکا ملنا نہیں معلوم مگر ہاں اکثر — بیخودی راہ طلب میں مجھے کھو آئی ہے

بزم عالم کو الٹ دے کہیں ایسا تو نہو — دل بیتاب کہ مجبور شکیبائی ہے

آشنا کسکی ہے بیگانہ ادائی تیری — ناشناسائونکو دعوائے شناسائی ہے

عبرت آگینی اظہار وفا کیا کہیے — اب وہاں اور بھی شوق ستم آرائی ہے

عشقبازی کا مآل آج سمجھ میں آیا — جان پر کھیلنے کی رعب نے ٹھہرائی ہے

اس انجمن میں ہیں وارفتہ بار پائے ہوے — گئے وہ آپسے جو آپ میں ہیں آئے ہوے

پھر اک نظر کہ رہے درد کیوں چھپائے ہوئے
یہ دل ہے نیم نگاہی کی چوٹ کھائے ہوئے

نوید حشر نہو انقلاب بزم کہیں
اُٹھے ہیں مضطرب الحال دل دکھائے ہوئے

بڑے مزے کا ہے پر وہ بڑے مزے کی نمود
رہو نظر کیطرح آنکھ میں سمائے ہوئے

وہ خوش کہ بات تغافل کی رہگئی اور ہم
خموشیوں میں اُنھیں حال دل سنائے ہوئے

یہ رنگ دیکھئے آنکھوں سے لخت دل نکلے
لہو میں ڈوبے ہوئے اشک میں نہائے ہوئے

تجھی سے کرتے ہیں فریاد تو سنے نسنے
فلک کے پیسے ہوئے بخت کے ستائے ہوئے

یقیں اُنھیں مرے احوال کا نہیں آتا
کہ اسطرح کے ہیں قصے بہت بنائے ہوئے

نظر لڑانے میں اُف تیرے ناز تاب گسل
کہ دل پکار رہا ہے مجھے بچائے ہوئے

نگاہِ شوخ کی تمکیں دل حریف کہاں
قدم اُکھڑ گئے آخر جمے جمائے ہوئے

چلیں نہ کسلئے آشوب دھر کے جادو
کہ تیری چشم فسونگر کے ہیں جگائے ہوئے

سمجھکے فتنہ خرامی کہ ہم بھی پہلو میں
دل ایسے پارۂ محشر کو ہیں چھپائے ہوئے

یہاں ضعیف سا تو بہ کا عذر اُدھر ساقی
وہ سخت گیر کہ چھوڑے نہ بے پلائے ہوئے

یہ کسکی پرسش پنہاں نے پھر کیا خود گم
کہاں گئے مرے ہوش و حواس آئے ہوئے

جلیگا شعلۂ غم میں دل تپاں آخر
کہ شمع سے ہے یہ پروانہ لو لگائے ہوئے

ہم اور شوق میں تکرار نعرۂ اَرِنی
وہ اور حوصلۂ دید آزمائے ہوئے

کرشمہ ریز ہو وہ چشم انقلاب آرا
کہ پھر رہا ہے مرا نالہ حشر اُٹھائے ہوئے

نشاں لہو کے نہ اب اُس گلی میں قربانی
مٹے ہوئے ہیں کچھ آثار کچھ مٹائے ہوئے

یہ انجمن میں جو کھوئے ہوئے سے بیٹھے ہیں
جناب رعب ہیں کس بے نشاں کو پائے ہوئے

وصل ابد ہو بیخودی جستجو مجھے
اللہ یوں جلائے کوئی شمعرو مجھے
مقبول عشق جز دلِ بے آرزو نہیں
رنگیں کسیکے عالم شوخی کو دیکھنا
کیوں غمزہ شور طرز خموشی سے ہو خفا
آشفتہ حالیوں نے بنایا بگاڑ کر
خانہ خراب ہستی خانہ خراب ہوں
بس آبروے ضبط سے میں ہاتھ دھوچکا
خوکردۂ فراغ ہوں حرمان و یاس کا
خودبینوں سے پوچھ کہ حیرت نے کسلئے
کعبے میں قبلہ کیا ؟ مگر از روئے مصلحت
وحشت میں گھونٹنے کو گلا یادگار جیب
کھو یا گیا کہ آپ سے باہر نجا سکا
نازک مزاجیاں ہیں مری ساز اضطراب
دل پھٹ گیا ہے بے رخی التفات سے
میرا چمن حریف بہار و خزاں نہیں
وہ ہے کہ وضع ناز کو غارتگری سے کام
وعدے کی دلکشی ہوئی تمہید بیخودی
ضبط نگاہِ ناز نہیں اُسکے بس کی بات

کھو جاؤں دو جہان سے کہ پا جائے تو مجھے
اپنے سے آئے گرمیِ محفل کی بو مجھے
مایوس کر رہی ہے مری آرزو مجھے
آنکھوں سے جائے اشک بہانا لہو مجھے
وہ چشم سرمہ سا ہے لب گفتگو مجھے
افسانہ تیرے گیسو ونکا ہو مجھے
در در پھرا رہی ہے تری جستجو مجھے
اے چشم نم پرست ڈبوئیگی تو مجھے
بس چھوڑ میرے حال پہ اے آرزو مجھے
آئینہ کر دیا ہے ترے روبرو مجھے
اُسکی گلی میں دفن کریں قبلہ رو مجھے
کافی ہے ایک تار بھی زیب گلو مجھے
پاتے ہیں وہ بھی منفعلِ جستجو مجھے
بہتر یہ ہے کہ بزم میں چھیڑے نہ تو مجھے
تار نظر ملے کوئی بہر رفو مجھے
کیوں چھیڑتی ہے اے ہوس رنگ و بو مجھے
میں ہوں کہ پاس کشمکش آبرو مجھے
تمسے خجل کریگی تغافل کی خو مجھے
خاموشیوں سے تھے گلۂ گفتگو مجھے

آئینۂ فروغِ تجلی ہے شش جہت
لو کھو کے خود وہ ڈھونڈتے ہیں چار سو مجھے

زخمِ شگفتہ رنگ سے دل باغ باغ ہے
اس گل سے کس بہار کی آتی ہے بو مجھے

دیکھا کبھی! کب ہے تاک میں تھا عشوۂ فنا
ظالم نگاہ پھیر کے دیکھ اور تو مجھے

دیر و حرم سے بے سر سودائے کفر و دیں
شرمندہ کر رہی ہے تری جستجو مجھے

رنگیں چمن نے غنچۂ تصویر کر دیا
گویا دہن ہے مہرِ لبِ گفتگو مجھے

وجد آفریں ہے خلعتِ ہستی برائے جان
اس پیرہن سے آتی ہے یوسف کی بو مجھے

نیرنگ گریہ دیکھ تمنائے دل نہ پوچھ
ہر قطرہ خوں ہے خونِ ہزار آرزو مجھے

اک بخیر کی یاد تو کاہش فزا ہے رعب
کیا بھول ہی گئی اجل حیلہ جو مجھے

تشنہ کامی کی رعایت ذبحِ بسمل میں رہے
کچھ برائے نام پانی تیغِ قاتل میں رہے

تیرے از خود رفتہ تھے ہم عالمِ دل میں رہے
عمر بھر خلوت میں یعنی تیری محفل میں رہے

یاس غارتگر کے ہاتھوں مٹ گئی اک اک امنگ
اب تمنا تیری تنہا خانۂ دل میں رہے

زیبِ حسنِ خود نما ہلکا سا پردہ چاہیے
قیس کے دل میں رہے لیلیٰ کہ محمل میں رہے

ہاں مری ذوقِ خلش کا دل نہ ٹوٹے دیکھنا
تیر کھینچو تم مگر پیکاں مرے دل میں رہے

بے دمِ خنجر سرِ مقتل کٹے اہلِ ہوس
ہم نگاہِ تیز بنکر چشمِ قاتل میں رہے

تفرقہ کہیے کہ یکجائی خوشا جذبِ خیال
وہ ہمارے دل میں اور ہم اُنکی محفل میں رہے

اب سفینہ ہے مرا اور شورشِ آبادِ محیط
کون پامالِ سکونِ آغوشِ ساحل میں رہے

فارغِ سعیِ طلب اور مضطربِ امید بھی
ہم تن آسانی کے ہاتھوں سخت مشکل میں رہے

آئینے پر یہ نگاہِ تیز فرسا قہر ہے
کچھ تو ہمت اُسطرف مدِ مقابل میں رہے

سوز بیتابی فروغ گرمی ہنگامہ تھا
ہم برنگِ شمع محفل اُسکی محفل میں رہے

اُف ری خود بینی کہ دیکھا اپنا جلوہ تا ابد
ایک آئینے میں وہ یعنی مرے دل میں رہے

راحت آبادِ ابد ہے کشورِ گم گشتگی
ہمتو منزل میں رہے گو قطع منزل میں رہے

حاصل کشت عمل جز سوز بیتابی نتھا
مضطرب ہم انتظار برق حاصل میں رہے

رشک باہم کا ہو منظر جز و حیز و آئینہ
ہاں تری صورت مرے ٹوٹے ہوئے دل میں رہے

سایہ پرور دستم ہیں یاد ایامیکہ ہم
عافیت سے دامنِ شمشیر قاتل میں رہے

دل نہیں زنداں ہے اک ناکامیِ جاوید کا
قسمت اُس امید کی جو رعب کے دل میں رہے

ادائے خندۂ قاتل ہے شور افزا قیامت کی
خوشا قسمت کھلی قسمت مرے ذوق جراحت کی

یہاں تھی آزمایش جلوہ ریزیہا قامت کی
قیامت ہی قیامت ہیں یہ تمنے کیا قیامت کی

رہا کر غمزۂ بیتاب کو قیدِ تغافل سے
بھلا کب تک ہم اور دلداریاں ذوقِ اذیت کی

ستم گر ہاں قیامت ڈھا قیامت کا تجھے ڈر کیا
قیامت بھی ہے پامال شوخی تیرے قامت کی

یہ رنگِ محشر آرائی قیامت تک نہ ممکن تھا
ترے قامت نے رکھ لی بات آشوب قیامت کی

کہیں کیا تجھسے مر مر کر بسر کی کتنی مدت تک
ہماری زیست اک شب کی تھی اور شب تیرے فرقت کی

خدارا اے خیال دوری و نزدیکی منزل
نہ رکھ تہمت مری آوارگی برنگِ راحت کی

اسی انداز سے بیٹھے رہو خاموش محفل میں
کہ یہ تمکین ہے اک تصویر گویا میری حیرت کی

سوا اسکے کہ ہے اک فرد فانی جنس ممکن کا
حقیقت کچھ نمائی تیرے جویائے حقیقت کی

جہاں تک ہیں آگے دل بڑھنے کا ساماں رعب کیا پایا
مگر اک زندگانی وہ بھی کاہش دیدہ کلفت کی

مجبور کیا ہمیں قضا نے — مختار کیا تمھیں خدا نے

وہ عیش گذشتہ وہ ترانے — سب ہو گئے خواب اور فسانے

رکھا پامال غم وفا نے — پیسا مجھے خود میری جفا نے

پایا نہ بہار نے ترا رنگ — ہر چند کھلائے گل صبا نے

پہونچا ہوں کہاں کہ مجھسے مجھکو — کھویا مری سعی نارسا نے

منھ اُسکو لگائے گی قضا کیا — پوچھا نہ جسے تری ادا نے

کھولا مری خامشی کا پردہ — سر جوشی عرض مدعا نے

بدلا مجھے یا تیری نظر کو — بے مہری چرخ فتنہ زا نے

او پردہ نشیں یہ دلفریبی — غارتگری اور کھلے خزانے

آئینہ ترا مجھے بنایا — خود بینی حسن خود نما نے

دلشاد کیا مریض غم کو — مرنے کی نوید جانفزا نے

کیا یاد کریں گے تجھکو اے برق — مرغانِ چمن کے آشیانے

بیگانہ کیا ہر اک سے مجھکو — اک تیری نگاہِ آشنا نے

خاموش ابد ہمیں بنایا — ناکامی شوق التجا نے

تجھسے رہی چشم لطف موہوم — دھوکے دئے عمر بیوفا نے

پہلو سے کہاں گیا مرا دل — تو جانے کہ تیرا ناز جانے

اے کاوش غم نچھوڑ زندہ — محنت اپنی لگا ٹھکانے

مشتاق اجل کی بات رکھ لی — ظالم تیرے جور ناروا نے

روٹھا وہ کرشمۂ تغافل — کس پر چلے آپ قہر ڈھانے

لو ضبط کا پھر مزاج پوچھا
شرمندۂ کوشش قضا ہوں
کھینچی ترے تمکنت کی تصویر
یوں ضبط ادائے جانستانی
یا میری فغاں نے حشر اُٹھایا

اک عشوۂ طاقت آزمانے
مارا مجھے درد بے دوا نے
بت ہمکو بنا دیا خدا نے
شوخی سے یہ کیا کہا حیا نے
یا تیری نگاہِ سرمہ سا نے

مفلس احباب کو کیا رعب
نایابی مایۂ وفا نے

ترے کوچے کیجانب فتنہ بیتابانہ آتا ہے
بجا ہے آپکو مدِ نظر کب میری پامالی
خفا ہے مے سے مستی ساقیا گردش اُن آنکھونکو
قیامت شورش ہنگامہ کی تمہید تھی یعنی
نہیں لطف نہانسے آشنا نازِ غرور اُسکا
نگاہ مست ساقی کھینچتی ہے دور سے مجھکو
اجازت اے ادائے سرکشی اک شمع محفل کی
سنائیں آپکو وہ گفتگو ہمکو نہیں آتی
کشش مقتل کی ہے شوق آزمائے قاتل وسل
تپاں ہے برق اور میں مضطرب اے شوق بربادی
جنوں کی ہرزہ گردی مایۂ حب وطن ٹھہری
فروغ رخ مقابل شمع کے کیا کیا ہے رشک افزا

مگر پھر خاک اُڑا نیکو ترا دیوانہ آتا ہے
بھلا شوخی کو ضبطِ لغزشِ مستانہ آتا ہے
ذرا دیکھیں تو کیونکر دور میں پیمانہ آتا ہے
کوئی دم میں سر محشر ترا دیوانہ آتا ہے
تبسم بھی لبوں تک صورت بیگانہ آتا ہے
وہ میکش ہوں کہ استقبال کو میخانہ آتا ہے
دل بیتاب کو بھی شیوۂ پروانہ آتا ہے
خموشی میں ادا ہوتا ہے جو افسانہ آتا ہے
یہ بیتابانہ جاتا ہے وہ بیباکانہ آتا ہے
اب آشوب خرابی جانبِ کاشانہ آتا ہے
ہمیں گھر یاد آتا ہے جہاں ویرانہ آتا ہے
تری محفل میں جلنے کے لئے پروانہ آتا ہے

سیہ مستی کا عالم خود ہے سامان بلانوشی
نہیں سرمایہ غیر از کف پاس اپنے زہے خجلت

ہے ساتھ ابر رحمت بھی سوئے میخانہ آتا ہے
کوئی غارتگر دیں ہے کہ بیتابانہ آتا ہے

گزرنے کو ہے شب کب تک گزشتہ سرگزشت آخر
تجھے اے رعب کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

میرے گلشن میں بجز ہنگامۂ وحشت نہیں
واہ ری رونق ہوئی قسمت خوشا سعی فضول

خاک اڑاتی ہے صبا بھی نکہت برباد بھی
ہنستی ہے مجھپر مری ناکارگر فریاد بھی

تیرے بندونکو سوا تیرے کسی سے کیا غرض
تجھسے ہے جنکو تعلق ہیں وہی آزاد بھی

فنائے ہستی موہوم ہے بقا کے لئے
نوید عیش ابد جان مبتلا کے لئے

ہوس پرست بھی مرنے لگے خدا کے لئے
ادا تمہاری کھلونا ہوئی قضا کے لئے

تری جفائیں سلامت کہ جستجو تھی ہمیں
محل صرف کی سرمایۂ وفا کے لئے

نگاہ گرم کی تکلیف کیوں کرے کوئی
مری تپش ہے بہت برق ماسوا کے لئے

ہوئے ہم آپ سے بیگانہ پھر بھی یا قسمت
تڑپتے ہیں کسی بیگانہ آشنا کے لئے

خجل کریں مرے ہمدرد چارہ سازونکو
یہ ننگ بھی سہی اک درد بیدوا کے لئے

رخ یقیں سے کہیں اُٹھ چکے حجاب گماں
کہ ابتدا مری ہیکل ہے انتہا کے لئے

بغل میں اک دل آزار دوست رکھتے ہیں
کسیکے حوصلۂ جور ناروا کے لئے

طلسم زلف سے نکلے بھی دل تو جائے کہاں
جگہہ ہی ہو کہیں اس محشر بلا کے لئے

ہمیں تو ننگ خلائق ہیں اعطائے ازل
تلاش کسکی ہے خربان مدعا کے لئے

دبی زبانسے بیدرد و قدر دۂ بیداد
ارے سپہر ستم کے کہیں خدا کے لئے

ہم اور فغاں کا مبدل بخامشی ہونا
تہیہ کرتے ہیں تمہید التجا کے لئے

ہوئی ہیں جمع پریشاں نگاہیاں کتنی
تمہارے جلوۂ نظارہ آزما کے لئے

نوید وصل یہ پیغام جز فریب نہیں
بہانہ چاہئے صبر گریز پا کے لئے

ادھر تو دیکھئے کیوں ضبط شیوہ ہائے ستم
وفا ہے مضطرب اندازۂ جفا کے لئے

مرے ہی دم سے ہیں بیتابیونکے ہنگامے
کہ درد پھر نہ ملیگا کہیں دوا کے لئے

حرم نشینوں میں رعب اور یہ کفر کی باتیں
بتوں کا تذکرہ مرد خدا خدا کے لئے

۱۹۱۷ء

سروہی جب مرے قاتل کی مقتل میں چمکتی ہے
رگ گردن یہاں شوق شہادت میں پھڑکتی ہے

اجی توبہ وہ آئیں گے بھلا ٹھوکر لگانیکو
مری تقدیر اس حسرت میں ناحق سر پٹکتی ہے

ہمارے اس جلے دل کی لگی میں لاگ ہے کوئی
بجھاؤ جسقدر کمبخت کو اتنی بھڑکتی ہے

وہ ظالم جھومتا آتا ہے کیا کھولے ہوئے زلفیں
چمکتی ہے کمر یا ابر میں بجلی چمکتی ہے

مرے بےچین دل میں پھانس کا ہونا نہیں باور
پہیلی بوجھئے وہ چیز کیا ہے جو کھٹکتی ہے

ترا راز محبت سات پردوں میں نہیں چھپتا
جو پی جاتا ہوں آنسو آنکھ سے حسرت ٹپکتی ہے

نہ ہو ٹکڑا جگر کا شمع لانا جلد دیکھوں تو
کوئی شئے آنسوؤں کے ساتھ آنکھوں سے ٹپکتی ہے

سہارا زندگی کا جس تمنا کو سمجھتے تھے
وہ اب اے رعب حسرت بنکے آنکھوں سے ٹپکتی ہے

۱۲ جنوری ۱۹۱۸ء انجمن مفید الاسلام نمبر ۱۳ ... کلکتہ

[illegible]

پاک اس بت کا دامن ہے تہمت تقریر سے
رکھتے ہیں وابستگی ہم غنچۂ تصویر سے

کوشش تدبیر کیوں محجوب ہو تقدیر سے
درد کو میرے غرض درمان بے تاثیر سے

مائیہ رنگ فنا ہو مجھکو فرط لاغری
کاش مٹ جاؤں لپٹ کر آپکی تصویر سے

جان ہی لینے کو تھی مایوسی ذوق خلش
ناوک دلدوز پہونچا وقت پر تقدیر سے

جذب نے ڈھایا ہے قاتل کی نزاکت پر ستم
ہر رگ گردن لپٹ کر رہگئی شمشیر سے

ایک نقاش تصور لاکھ رنگ آمیز ہاں
اُف وہ تقریریں کہ ٹپکیں آپکی تصویر سے

شرح سوز غم رہین سعی خاموشی نہیں
قطع ہوتی ہے زبان شمع کب گلگیر سے

کھینچ سکتے ہو تو کھینچو تم مگر یہ جان لو
آرزوئیں دلکی لپٹی ہیں تمھارے تیر سے

میری ہستی مٹ کے سرتاپا ہوئی تیری نمود
اُٹھگیا آخر حجاب رنگ اس تصویر سے

جانتا ہوں بے نیازی تیری اور شوق ستم
دل بڑھا ذوق خطا کا وعدۂ تعزیر سے

شوخی محشر خرامی کر چکی ہے پائمال
بچکے او ظالم ہماری خاک دامنگیر سے

نامرادی ہائے جذب ذوق ایذا کچھ نہ پوچھ
تیر بھی کترا کے نکلا پہلوئے نخچیر سے

آئنے نے آئنہ تجھکو دکھایا ہو نہو
میری حیرانی نمایاں ہے تری تصویر سے

مژدۂ دلداری و ترک دل آزاری یہ کیا
آپ نے پوچھا تو ہوتا عاشق دلگیر سے

اے ہوائے خانہ بربادی دل آزردہ نہو
سست بنیادی ٹپکتی ہے مری تعمیر سے

کیا بگاڑا تھا عدم میں فطرت بیدرد کا
کس تظلم کے لئے بدلے مری تقدیر سے

نقش حیرت کر دیا رعب سخن پرواز کو
بات کرنا سیکھ لے کوئی تری تصویر سے

گلستاں آفریں تھی گلفشانی خون بسمل کی
بہار آگئی ہے رنگینی فضائے کوئے قاتل کی

نہ کام آئی عطا کوشی کسیکے فیض شامل کی
قسم کھاتی ہے ناکامی بھی میری سعی باطل کی

امید افزا ہے تمہید شہادت شوق بسمل کی
رگ گردن کے کھینچنے میں کشش ہے تیغ قاتل کی

خوشامد ہے دل سوزاں کی بیتابی کا ہنگامہ
یہی اک شمع ہے گرمی ہے جس سے تیری محفل کی

کمال عشق نے آئینہ داری حسن کی پائی
نہ تیری طرز خود بینی نہ حیرانی مرے دل کی

خدا کیواسطے اے سخت جانی کیا قیامت ہے
کہ مجھسے روٹھی جاتی ہے نزاکت میرے قاتل کی

ہوے چپ داغہائے دل کا جلوہ دیکھنے والے
کہاں میرے گلستاں میں نوا سنجی عنادل کی

تری راہ طلب میں جز طلب مطلب نہیں اپنا
بھلا یاد ایسے منزل کو خوشی نے قطع منزل کی

مرا رنگِ خموشی ہے کہ ہے آئینۂ حیرت
مری بزمِ تصور ہے کہ تصویر اُسکی محفل کی

مبارک جوش سرگرمی برائے خرمن اندوزی
چمکنے کو ہے قسمت آرزوئے برقِ حاصل کی

نمائش نازکی اور آئنہ پیشِ نظر رکھکر
کوئی دیکھے کشش تجھسے ترے مدِ مقابل کی

تڑپ ہو یا چمک بجلی نے میرے رنگ اُڑائے ہیں
یہ دردِ دل کی ہے تصویر وہ بیتابی دل کی

اُٹھے پردہ کہیں ٹوٹے طلسمِ پیکرِ ہستی
حجاب حق ہیں رنگ آمیزیاں اس نقشِ باطل کی

تماشا تھا مری محویت نظارہ کا عالم
مجھے اُٹھوا کے رونق تو نے کھودی اپنی محفل کی

نہیں دشوار چنداں قیدِ آب و گل سے چھٹ جانا
تن آسانی ہے سدِّ راہ اپنی حلِ مشکل کی

ترے غم نے کیا ہے نعمت کونین سے فارغ
بھلا کیا تجھسے مانگے سیر چشمی تیرے سائل کی

۱۶ مارچ ۱۹۱۸ء مشاعرہ بتقریب جلسہ تقسیم انعام [illegible] اسکول کلکتہ

جناب رعب کی تقدیر اور تجھ تک پہونچ جانا
کرم تدبیر ناقص کا عنایت شوق کامل کی

گو آنکھ دل چرانے کا اقرار کر گئی
مجحوب کیوں ہو شرم وہ شوخی کدھر گئی

چال اُسکی اہلِ حشر کو پامال کر گئی
اے رشک اُف! یہ کیسی قیامت گزر گئی

پردہ کسیکے شیوۂ تمکیں کا رہگیا
اچھا ہوا کہ آہ مری بے اثر گئی

اے مرگ آہ روئے شبِ زندگی سیاہ
بیکار عمر بھر کی دعائے سحر گئی

بتیا بیوں نے کام ہمارا کیا تمام
بس ناز دلدہی کہ طبیعت ٹھہر گئی

چھیڑا تبسم نمکیں نے ہزار شکر | شورش فزائی لب زخم جگر گئی
شادی نوید وعدہ کی تھی مژدۂ اجل | تم آتے ہی رہے شب فرقت گزر گئی
پامال بیدلی ہوں تری رہگذر رہے دور | وہ شان اضطراب قیامت اثر گئی
مشق تپش نے کر دیے بازو قفس میں شل | بس اے ہوائے گل ہوس بال و پر گئی
بعد فنا بھی داغ وفا در جبین عشق! | یہ کسکی خاک آکے دامن میں بھر گئی؟
خوکردہ ہوگئی شب غم کی بلا نصیب | تکلیف انتظار طلوع سحر گئی
ناکام آرزو ہوں ملی عمر جاوداں | بھولی ہوئی تو کیا ہے قضا میری مر گئی
افسردگی سے گل ہوئی وہ شمع اضطراب | ہنگامہ گرم سازی سوز جگر گئی
غفلت تو دیکھیے نہ کھلی آنکھ عمر بھر | کیا رات تھی کہ سوتے ہی سوتے گزر گئی
جز بیدلی مآل تماشا نہیں رہا | وہ عبرت آفرینی ذوق نظر گئی
شکر ترے خرام کا پامال کیا ہوا | اٹھکر تری گلی سے قیامت کدھر گئی

اہل وطن کو مرگ غریبی کے بعد رعب
بنکر پیام شوق ہماری خبر گئی

خبر بھی کچھ تجھے اے عندلیب خوشخواں ہے | سحر کو نالہ سے ترے خواب گل پریشاں ہے
مریض آپکا راحت نصیب حرماں ہے | برا وہ درد کہ رسوائے رنج درماں ہے
یہاں خزاں میں بھی ہر زخم سینہ خنداں ہے | خراش ناخن وحشت بہار ساماں ہے
ہر ایک فصل میں رنگ فسردگی ہے وہی | خزاں رہے کہ بہار آئے ہمکو یکساں ہے
دل شکستہ ترے جلوے کا ہے محو خیال | یہ ہے وہ آئنہ خانہ کہ تیرا حیراں ہے
خجل ہوں کوشش اخفائے راز سے کیا کیا | کہ رنگ چہرہ خود اظہار راز پنہاں ہے

رہے ہمارا دل بیتاب گرم سوز گداز
یہی تو شمع شب افروز بزم امکاں ہے

دماغ نکہتِ گل یا فراغ سیر کسے؟
یہاں بہار میں دل اور بھی پریشاں ہے

بجائے شورِ تبسم نگاہ مست سہی
نمک گراں ہے تو ہو نرخ مے تو ارزاں ہے

چلے اب اور کہیں دشت سے بھی دیوانے
دلیل راہ وہی شوق خانہ ویراں ہے

خیال وصل کا حاصل ہے گرمی آغوش
دل تپاں نہیں پہلو میں برق سوزاں ہے

ستم ہے شوخیِ مشقِ ستم کی بیکار رہی
مٹا کے مجھکو وہ بیداد گر پشیماں ہے

خود اپنی خاک اڑاؤں کہ پاک ہو جھگڑا
مرا جنوں عبث آوارۂ بیاباں ہے

کچھ اور سخت ہوا عقدہ سعی ناخن سے
جو یہ نہو تو کشایش کی مشکل آساں ہے

فضائے سینہ ہے ظلمت سرائے تیرہ دلی
اندھیرے گھر کا چراغ ایک داغ ہجراں ہے

بھلا ہو بیکسیِ غم میں کس مپرسی کا
یہی تو ایک مصیبت زدوں کی پرساں ہے

نپوچھ وسعتِ میدان حشر بس وہ بھی
مرے جنوں کیلئے تنگنائے زنداں ہے

حصول نقد لقا ہے کمال نفع کلیم
متاع ہوش کا نقصاں بھی کوئی نقصاں ہے

اڑا ہے اور نہیں ملتا خوشا کرشمۂ ناز
وہ مجھسے عمر رواں کی طرح گریزاں ہے

جنوں نے دست درازی میں کیا اٹھا رکھا
دریغ اب بھی گریباں اگر گریباں ہے

ہمیں دکھائیگی کیا آئنہ تجلی طور
کھلی ہوئی ترے جلوے سے چشم حیراں ہے

نہیں بجز نفسے چند زندگی تو سہی
خوشی یہ ہے کہ غم زندگی فراواں ہے

دکھائے سوز تپش نار لن ترانی کو
وہ دل کہ برق تجلی کا محشرستاں ہے

ہوا نہو کوئی بازار حسن میں گاہک
وفا کی بیش بہا جنس کتنی ارزاں ہے

بتان دیر کب ایسوں کے پوچھنے والے
حریم کعبہ ہے اور رعب نامسلماں ہے

میں ہوں مقتل میں تو یوں بسمل کفِ قاتل میں ہے
میں سمجھتا ہوں کہ گویا تیغ تیرے دل میں ہے

ذوق نظارہ وداع جلوۂ قاتل میں ہے
اک نگاہ واپسیں اب دیدۂ بسمل میں ہے

پردہ میں بھی پردہ دار حسن لیلے ہے حجاب
چشم مجنوں کا کوئی پردہ مگر محمل میں ہے

عشق جو مشہور ہے شاید اسی کا نام ہو
کچھ کھٹک سی ہے جگر میں درد سا کچھ دل میں ہے

کسقدر سرمایۂ جنس طلب کا ہے بدل
نقد حرماں جو ترے در پر کفِ سائل میں ہے

جوش غم میں کیا کہوں عالم دلِ بیتاب کا
کشتیِ طوفاں زدہ دریائے بے ساحل میں ہے

اللہ اللہ آرزو بھی ہے تمھاری تم بھی ہو
باہمہ تنگی یہ گنجایش ہمارے دل میں ہے

راحتِ وارفتگی ہے رنج گردش کا مآل
رہ نورد شوق کا اب ہر قدم منزل میں ہے

تابشِ رخ نے چراغ آنکھوں میں روشن کر دئے
شمع کا ہم جلوہ پروانہ تری محفل میں ہے

دونوں دنیائیں نئی ہیں عشق کے نیرنگ کی
قلزم خوں آنکھ میں دریائے آتش دل میں ہے

ضبط کا کچھ مدعا ہے درد کا کچھ مقتضا
راز تیرا دل میں ہے لیکن بڑی مشکل میں ہے

اے غمِ حرماں غنیمت ہے نشاطِ کار بھی
کچھ نہ کچھ راحت تو رنجِ سعیِ بیحاصل میں ہے

جلوہ گاہِ خاص میں ہے حسن کی کچھ اور شان
قیس کے دل میں ہے جو لیلے وہ کب محمل میں ہے

فتنۂ فطرت ہے کن سودا سرشتوں کا خمیر
ایک ہنگامہ بپا دنیائے آب و گل میں ہے

کہہ رہا ہے کچھ رگِ ذوقِ فنا کا اضطراب
جذبۂ حق بھی ہماری ہستیِ باطل میں ہے

دیدۂ خونبار کا رنگیں تماشا دیکھئے
سامنے آنکھوں کے ہے جو کچھ ہمارے دل میں ہے

پانوں پڑتی ہے رسائی بھی زہے شوقِ طلب
راہ میں پہلا قدم ہے دوسرا منزل میں ہے

اے صفائی دل دکھا آئینۂ پرتو پذیر
حسن مطلق انتظار جوہر قابل میں ہے

خون کی گلکاریاں اجر شہادت ہو گئیں
گلشن جنت کا جلوہ دامن قاتل میں ہے

آپ ہی فرمائیے کیا ہو اگر ہو آشکار — آپکا وہ راز جو نہاں ہمارے دل میں ہے

۵ مئی ۱۹۱۰ء

ہم بھی دیکھ آئے ہیں اک تصویر از خود رفتگی
رعب ہے خلوت نشیں ہر چند اُس محفل میں ہے

نشہ افزا ہر قدم پر لغزش مستانہ ہے — عالم رفتار ساقی اک جہاں میخانہ ہے
آشنائی سے وہ حسن آشنا بیگانہ ہے — عقل اک حیرت زدہ ہے ہوش اک دیوانہ ہے
سوز غم سے ہے تپاں وہ دل کہ ہے گرم گداز — شمع روشن تیری بزم شوق میں پروانہ ہے
ہائے مجبوری ترا دل میرے دل سے کیا ملے — یہ ہے اک شورشکدہ وہ اک تغافل خانہ ہے
گم ہوا ہنگامۂ وارفتگی میں اضطراب — بال عنقا میری محفل میں پر پروانہ ہے
تیرے دیوانے کہاں آئے ہیں بہلانے کو جی — گلشن ایجاد بھی دیکھا تو اک ویرانہ ہے
کیوں ہو مفت نشہ سرخوشی نگاہ مست کی — دیکھ اے ساقی چھلکنے کو ترا پیمانہ ہے
جی لگا کر آپ اگر سنئے تو عرض حال دل — واقعہ ہے درحقیقت ورنہ اک افسانہ ہے
اپنے از خود رفتہ کو پہچانتے ہیں آپ بھی — آشنا کا آشنا بیگانے کا بیگانہ ہے
ہجر ساقی میں کوئی تکلیف بزم مے نہ دے — مجھکو میری گردش سر گردش پیمانہ ہے
اشکباری سے ہے روشن شمع کا انجام کار — سرمۂ چشم وفا خاکستر پروانہ ہے
سرخوشی اُس رند کی جس سے مرے ساقی کی آنکھ — ہر نگاہ مست کے پردے میں اک میخانہ ہے
تیرے اشک بے بہا کی مجھسے قیمت پوچھئے — قطرہ قطرہ قلزم غم کا دُر یکدانہ ہے

۶ مئی ۱۹۱۰ء

واقعات غم مؤثر ہیں مگر اتنے نہیں
رعب کا افسانہ جب سنئے نیا افسانہ ہے

مانگ اے دل بے مایہ کوئی بوند جگر سے — وہ دیدۂ تر کیا کہ لہو رونے کو ترسے

کیا کام مرے نالۂ سوزاں کو اثر سے | آزاد ہے سرو شجر بار ثمر سے
زحمت نگر و چھیڑنے کی تیر نظر سے | دم لو ابھی رستا ہے لہو زخم جگر سے
پردے میں تو ہے اور بھی بے پردہ تجلّی | دیکھے اگر کوئی اے شوخ تجھے میری نظر سے
خواب اجل آئیگا تو کھل جائیں گی آنکھیں | امید بندھی ہے شب ہستی کی سحر سے
رد کردہ ترے اور کہاں رہنے کے قابل | کعبے کو چلے جائیں گے اُٹھکر ترے در سے
منظر کوئی دلچسپ دکھائی نہیں دیتا | محروم تماشا رہے ہم ذوق نظر سے
ملتا نہیں آشوب قیامت کو بہانہ | کچھ گرد اُٹھے کاش تری راہگذر سے
محشر میں کیا اور بھی رسوائے ندامت | پونچھے مرے اشک اُس نے مرے دامن تر سے
اپنے دل روشن میں اُسے دیکھ رہا ہوں | بے پردہ ہے آئینہ گر آئینہ نگر سے
مٹتا ہے تو مٹتا ہے ترے نقش قدم پر | دنیا سے اُٹھینگے تو اُٹھینگے ترے در سے
تہمت زدہ آرام اقامت کے ہوئے ہم | دم لینے کو ٹھہرے تھے زرا رنج سفر سے
دم حوصلہ فرسا سہی اے ضبط نہ گھبرا | آنکھوں سے گریں اشک تو گر جائیں نظر سے
یہ منظر دیوانہ فریبی رہے آباد | جائے گی کہاں خانہ خرابی مرے گھر سے

کچھ آپ میں اے رعب تمھیں ہم نہیں پاتے
کھوئے سے گئے ہو چلے آتے ہو کدھر سے

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء

تو نہ ہمت ہارا و بیدادگر بیداد سے | ہو رہیگا حشر بھی برپا مری فریاد سے
پاکے فیض خود فراموشی تمھاری یاد سے | گم ہوئے جویا تمھارے عالم ایجاد سے
کون مجبور فغاں ہوگا تری بیداد سے | مشورہ کر اے فلک میرے ستم ایجاد سے
دور میں تیرے ہے جور لطف پرور کا رواج | آسماں بیداد سے فارغ ہے میں فریاد سے

سخت جانو پر یہ تیزی کام آنے کی نہیں
خنجر فولاد کھنچنا سیکھ لے جلاد سے

کیوں رہوں پابند ہستی اے سر وارستگی
لے نکل مجھکو کہیں شورشگہ ایجاد سے

وادی مجنوں حریف وحشت مجنوں نہیں
مانگ لے ویرانگی میرے جنوں آباد سے

اہل محفل کا تماشا تھا عروج دود شمع
دل اُڑے پروانے کے خاکستر برباد سے

چشم تر نے دل سے سیکھی شورش افشائے راز
درس رسوائی لیا شاگرد نے اُستاد سے

اسقدر لذت شناس ذوق غم پیدا کہاں
جذبۂ شادی کو وحشت ہے ترے ناشاد سے

اس سے بڑھکر سوز غم کا اور کیا ہوگا اثر
بیکسی گرم تراوش ہے لب فریاد سے

خوش نگاری پیکر شیریں کی تھی منظور عشق
رنگ شوخی بھر دیا خون سر فرہاد سے

یا وہاں ذوق نوا نذر تغافل ہو گیا
یا یہاں وہ دلکشی جاتی رہی فریاد سے

حشر اُٹھا لیکن تجھے معلوم بھی ہے کیوں اُٹھا
رعب کی فریاد سے یعنی تری بیداد سے

اِدھر خامشی التجا ہو گئی
اُدھر بے رُخی اعتنا ہو گئی

یہ جاں پروری کیا سے کیا ہو گئی
کہ پرسش پیام قضا ہو گئی

مٹا کر مجھے رنج و افسوس کیا
چلو ایک مشق جفا ہو گئی

اُبھر کر تمنائے حرماں نصیب
مری کوشش نارسا ہو گئی

کیا کس کی حسرت نگاہی نے سحر
کہ شوخی طلسم حیا ہو گئی

وہ دم بھر کی فرصت کہ تھی زندگی
ترے غم میں نذر فنا ہو گئی

نہاں میری ہستی پر ہے تیرا راز
خبر یہ دہ مبتدا ہو گئی

کہاں چشم حیرت نظر میں سرشک
وہ آب آفرینی ہوا ہو گئی

سیہ کاریوں نے مری صبح زیست — مرے حق میں شام بلا ہو گئی
ترا قد ہوا اپنی حد تک بلند — قیامت کی بس انتہا ہو گئی
شکایت میں ہے کس تلوّن کا رنگ — جہاں لب تک آئی دعا ہو گئی
وہ شوخی ہوئی اضطراب آزما — قیامت پھر آخر بپا ہو گئی
نہ آیا کبھی تیری غفلت میں فرق — مگر یہ بھی میری وفا ہو گئی
ملی واہ کیا رعب کو چپ کی داد — خفا نرگس سرمہ سا ہو گئی

تو موردِ ستائش میں بیکسی کا شاکی — خوبی تری جفا کی قسمت مری وفا کی
شور آزما تھی شوخی حسن کرشمہ زا کی — جب تک ہنسا کئے گل بلبل فغاں کیا کی
فیضِ جنوں نہیں کچھ مخصوص جیب و دامن — عریاں تنی رہے کیوں محروم سینہ سا کی
بیمار غم سدھارا تیمار دار خوش ہیں — مقصود ہے دعا کا تاثیر ملے دوا کی
وارفتۂ ذوق حرماں تدبیر بے اثر کا — دلدادہ ہرزہ کوشی تقدیر نارسا کی
نیچی نظر بہت کم دیکھی ہے جان لیوا — شوخی نے بات رکھ لی ظالم تری حیا کی
ہم نونیاز غم ہیں نازِ کمال عبرت — اس ابتدا سے ظاہر حالت ہے انتہا کی
حد نامرادیوں کی یہ ہے کہ ہم نے آخر — اپنے سے ہاتھ اٹھایا تیرے لئے دعا کی
ارزاں ہے درد اسکا عمرِ رواں کے بدلے — قیمت نہیں کچھ ایسی اس جنس بے بہا کی
لخت دل آخری بھی ہمراہ اشک ٹپکا — اتنی ہی تھی نشانی صبرِ گریز پا کی
خواب ابد کا ضامن عذرِ شکستہ پائی — ہمکو عبث جگایا آواز نے درا کی
رعب غم آشنا کا رنگِ شکستہ دیکھو — تصویر ہے سراپا حرمانِ مدعا کی

غزل مشاعرہ مرادآباد منعقدہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء (جمعہ) باہتمام اڈیٹر صاحب اُردو بر دولتکدہ جناب امداد حسین خاں صاحب رئیس اعظم بصدارت مولانا نار نجور جعفری رئیس عظیم آبادی - ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء ارسال نمودہ شد

نہ رکھا غمزدوں نے کچھ سوا کنج نشیمن کے
رہے گلشن میں گلشن سے الگ ردکردہ گلشن کے

ہوائے خانہ بربادی ہے درپے میرے مسکن کے
یہ معمورہ غضب ڈھائیگا صحرا جنوں بنکے

کہیں چمکائے طالع کو سیہ بختان گلشن کے
فروغ آتش گل بھلیں میں برق نشیمن کے

غرض یہ ہے کہ دل تڑپا کرے شوقِ جراحت میں
فریب صید ہیں غمزے نگاہ ناوک افگن کے

تغافل ہے جفا میں اسقدر غدرِ جفا پر بھی
کہ دشمن دوست ہیں جو دوست ہیں اُس دوست دشمن کے

مری بیتابیوں پر بیدماغی کس لئے ظالم
کرشمے ہیں نگاہ ناز کے نیرنگ چتون کے

سواد طور ہے یا سرمۂ اکسیر خاموشی
تماشا ہیں تماشائی تجلی گاہ ایمن کے

غبار پائمال ناز میں آشوب ساماں ہیں
وہ ذرے جو بلا گرداں ہیں تیرے دور دامن کے

مبارک عافیت گاہ نشیمن ہمنواؤں کو
یہاں تار نگاہ برق ہیں تنکے نشیمن کے

بہار گل فسونِ جوش وحشت؟ اے معاذ اللہ
تری رنگینیاں کچھ گھٹ گئیں پردوں میں گلشن کے

اجازت ہمکو بھی او امتحاں سنج نوائے غم!
نہیں موقوف بلبل مختلف شیوے ہیں شیون کے

یہی گھر کعبۂ امن واماں ہے تیرہ روزی کا
زمانے کی بلائیں طوف میں ہیں میرے مسکن کے

خطا کوشی ہنر پوشی جفا کاری دل آزاری
یہی دو چار حقِ دوستی ہم پر ہیں دشمن کے

ہی کا ہے ساماں خود سری کی آشفتہ سامانی
غمِ گیسو کدھر آیا ہے طوفانِ بلا بنکے

ہیں کو سور و بختی بنایا دورِ گردوں نے
ہمیں آماجگاہِ مشق ہیں سنگِ فلاخن کے

لا ہے شش جہت ہو جلوہ زارِ برقِ بربادی کا
دکھائیں جذب اپنا چار دانے میری خرمن کے

ر اپر چھپ گئے اور بجلیوں کی رو ہوئی پیدا
خواصِ کہربا رکھتے ہیں کیا تنکے نشیمن کے

جنوں سے منفعل ہوں کر دیا شغلِ سینہ کوبی نے
کروں کیا دونوں ہاتھوں کو گریباں کے بدامن کے

تیاں ہیں وادیِ سینا میں میری خاک کے ذرے
کہ گرمِ پرفشانی ہیں پتنگے شمعِ ایمن کے

مسلماں کوئی اے بت تیرا بندہ ہی نہیں گویا
وفا محصور ہے حلقے میں زنارِ برہمن کے

لگائی برق نے محنت ٹھکانے خوش نصیبوں کی
مجھے دیکھو تہیے میں ہوں اتنک جمعِ خرمن کے

نہ پوچھی بات ظالم تیری بے پروا خرامی نے
قیامت پھیری ہی گرد کب سے میرے مدفن کے

جنوں زا ہے تراوش خونِ پائے خستہ کی کیا کیا
مرے صحرا کے کانٹے بنگئے ہیں پھول گلشن کے

تڑپنے سے مرے روشن ہے گھر کاشانہ سوز کا
بھری ہیں بجلیاں آغوش میں میرے نشیمن کے

جنابِ مرزا غالب کو فن سے جو نسبت ہے تو اتنی ہے
کہ اہلِ فن میں بس اک آپ ہیں بدنامِ کن فن کے

ایک آبادی اجڑنے پر بھی کاشانے میں ہے
مجمع اربابِ عبرت میرے ویرانے میں ہے

تیرے وارفتہ کو کب تیرے تصور سے فراغ
آپ میں آنا بھی داخل آپ سے جانے میں ہے

اب ہنسی پھر روئیگی اس گرمیِ محفل کو شمع
اضطرابِ سوز ہی سے جان پروانے میں ہے

اللہ اللہ قربِ فیضِ سرخوشی کی دلکشی
شیشے میں جو تھی وہی مے ہے کہ پیمانے میں ہے

وہ سمجھتے ہیں کہ عشقِ بوالہوس سچا واقعہ
خوش بیانی کو بھی کتنا دخل افسانے میں ہے

گرمیِ محنت کہیں تمہیدِ بربادی نہ ہو
برق کی شوخی اثر خرمن کے ہر دانے میں ہے

فصلِ گل سے کم نہیں نیرنگِ دنیائے خیال
جذبِ وحشت کھینچتا ہے کیوں بیاباں کیطرف
عافیت دلمیں ہے سودائے سوادِ زلفِ یار
جاں گدازی شمع سوزاں کی ہے گرمِ امتحاں
تو سلامت واہ اے محویتِ ذوقِ وصال
بندۂ بیدار باطل بندۂ حق ہو غلط

کسقدر نازک مزاجی تیرے دیوانے میں ہے
یا الٰہی کیا خرابی میرے ویرانے میں ہے
چاک ہے سینہ بڑی خوبی یہی شانے میں ہے
حوصلہ کتنا پرافشانی کا پروانے میں ہے
زندہ رہنے میں بھی وہ لذت کہ مرجانے میں ہے
کعبے میں بھی خود پرستی پیشۂ بتخانے میں ہے

رعبؔ کی رودادِ غم اور آپکی بزمِ نشاط
کونسی دلچسپ کیفیت اس افسانے میں ہے

محویتِ خیال سے دلکو عطا ہوئی
کب شغلِ غم کی بے اثری میں خطا ہوئی
خلوت گہہِ عدم میں خطا ایسی کیا ہوئی
کیونکر ادا ہو شکر اس انعامِ خاص کا
اُجڑے ہوئے چمن سے قفس تک نجا سکے
بسمل تڑپکے سیرِ تزلزل دکھا چکے
بازیچۂ کشاکشِ امید و یاس کیوں
یا جورِ نازکو مرا حرماں پسند نہیں
چشمِ حیا سرشت بھی ہے فتنہ زا مگر
ہاں لذتِ بیاں نے مجھے کر دیا خموش
آپ اور نشاطِ بادہ کشی کیوں جنابِ رعبؔ

وہ سادگی کہ آئینۂ حق نما ہوئی
دونوں ہیں ایک نالہ ہوا یا دعا ہوئی
کیوں صبحِ زندگی مجھے شامِ بلا ہوئی
بخشا ہے اپنا غم بڑی نعمت عطا ہوئی
کیا جانے اپنی طاقتِ پرواز کیا ہوئی
بس تیزیٔ نظر کہ قیامت بپا ہوئی
وہ جانِ ناتواں کہ حریفِ قضا ہوئی
یا مدعا سے دست کشی مدعا ہوئی
اُف وہ نگاہِ ناز کہ صبر آزما ہوئی
ہاں آپکی شکایت بیجا بجا ہوئی
آخر وہ پارسائی بے صرفہ کیا ہوئی

اک عندلیب زمزمہ پیرا چمن میں ہے
اک رعب نالہ سنج ترا انجمن میں ہے

ناگفتہ ذوق ہم سخنی جس سخن میں ہے
وہ میرے دلمیں ہے کہ تمہارے دہن میں ہے

مدہوش دور چرخ ہوں - اُف نشہ کسقدر !
اس جام واژگوں کی شراب کہن میں ہے

محویت خیال ہے تصویر اتحاد
وہ انجمن ہے دلمیں دل اُس انجمن میں ہے

پوشیدہ میرے گریہ حسرت فزا کا راز
تیرے تبسم لب اعجاز فن میں ہے

دلمیں ہزار داغ ہیں ہر گل کی یادگار
بلبل قفس میں ایک شگفتہ چمن میں ہے

اہل وطن کے لطف ہیں یاد اُس غریب کو
غربت میں جو یہ شاد ہے گویا وطن میں ہے

آشفتگی کا رشتہ طول امل دراز
دل یعنی ایک زلف شکن در شکن میں ہے

لکھیے ہزار معنی بے لفظ کا طلسم
اُس حرف بے صدا کو کہ تیرے دہن میں ہے

یہ سب فروغ ہے مرے سوز و گداز کا
جلنے کو یوں تو شمع بھی اس انجمن میں ہے

پہنا کفن تو کھل گئیں آنکھیں پس اجل
یوسف کی بو بسی ہوئی اس پیرہن میں ہے

راتونکو اشکباری شبنم عبث نہیں
کس بلبل شہید کی تربت چمن میں ہے

ایجاد جوش اور دل ہنگامہ آفریں
خلوت میں بھی یہ ہرزہ خیال انجمن میں ہے

کہتے ہیں بیدہن نہیں گو آپ ہیں خموش
ہمسے جو پوچھیے تو کلام اس سخن میں ہے

بس طرز بے رخی نے مجھے نیمجاں کیا
قصہ تمام اک نگہ دلشکن میں ہے

افسردگی تو دیکھیے احساس تک نہیں
دل ہے حجاب غم میں کہ مردہ کفن میں ہے

آواز بازگشت ہے گویا شمیم گل
بلبل کا شور نالہ فضائے چمن میں ہے

کشتہ ہیں ہم اُس آنکھونکی گردش کے - ورنہ کیا
راحت کسیکو دور سپہر کہن میں ہے

یوں چپ لگی کہ بزم میں بت بنکے رہ گیا
گویا مری زبان تمہارے دہن میں ہے

ہم اہلِ ضبطِ غم ہیں کہاں کوئی رازداں
اُس جوشِ گریہ کا کہ لبِ خندہ زن میں ہے

۱۰ جنوری ۱۹۱۰ء

رعب شکستہ حال کی تصویر کھینچ دوں
غربت نصیبیوں کا مرقع وطن میں ہے

حریف تیزیٔ مشقِ ستم کہاں کوئی
نہو خدا کے لئے گرمِ امتحاں کوئی

شہید کم نگہی میں ابھی ہے دم باقی
ادھر تو دیکھیے پھر نازِ جانستاں کوئی

ترے خیال کی کیا بات پھر بھی او بیدرد
حریف درد نہیں لذّتِ نہاں کوئی

امید اب بھی تو وابستہ ہے خموشی سے
کہ دلکشا نرہا شیوۂ فغاں کوئی

۲۴ جنوری ۱۹۱۰ء [illegible] کلکتہ

نہ تیرے حسنِ دل افروز کی کسیکو خبر
نہ میرے سوزِ محبت کا رازداں کوئی

[illegible]

حصولِ نشۂ معنی حضورِ حسنِ صورت ہے
مرا عشقِ مجازی کیفِ صہبائے حقیقت ہے

تماشائی ہیں بخود جلوہ گروہ فتنہ قامت ہے
قیامت کا تماشا ہے تماشے کی قیامت ہے

اُڑاتے ہیں ترے کوچے کی خاک لامکاں والے
بقدرِ شوق یعنی وسعتِ صحرائے وحشت ہے

وہ بت آئینہ خانے میں ہے تنہا محوِ آرایش
عجب اک انجمن کی انجمن خلوت کی خلوت ہے

گدازِ دردِ پنہاں پردہ در ہے پردہ داری کا
کہ چشمِ خشک اب سیلابِ جوشِ اشکِ حسرت ہے

جوابِ پرسشِ احوال ہیں اک شرحِ غم سمجھو
کسی بیمار کا کہنا کہ اچھا ہوں عنایت ہے

خوشا ذوقِ آفرینی تیرے تیرِ کم نگاہی کی
دلِ زخمی تقاضا سنجِ تکرارِ اذیت ہے

یہ درسِ آموزِ محویت ہے از خود رفتگی میری
تری بزمِ تماشا اک نمائشگاہِ حیرت ہے

تواتر ہے عدم کا یا تغیر ہائے پے در پے
یہ ہستی کچھ نہیں اور ہے تو اک نیرنگِ عبرت ہے

قفس گویا بہارستاں ہے اشکِ سرخِ بلبل سے
یہ خونیں گریہ کس رنگیں گلستاں کی حکایت ہے

نہ نکلا کوئی مرگ بیکسی پر گرم دلسوزی
بس اک روتی ہوئی سی نیم روشن شمع تربت ہے

وہ خود بیں جلوہ فرما اور تماشائی زخود رفتہ
خوشا ہنگامہ آرائی نہ خلوت ہے نہ جلوت ہے

مٹایا لذت حرماں نے ذوق ایسا کہ اب ہمکو
نہ جینے کی تمنا ہے نہ مرجانے کی حسرت ہے

ترے دامن سے ہی وابستہ ہر فتنہ قیامت کا
ترا دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا قیامت ہے

خدا جانے جنوں کب تنگنائے دہر میں لایا
کھلیں آنکھیں تو وہ ہم ہیں نہ وہ صحرائے وحشت ہے

ترا راز نہاں بے پردہ ہو جائیگا کہتا ہوں
خدارا پھر نہ کہئے گا کہ تیری کیا حقیقت ہے

جنوں اور نامراد خاک بیزی رعب کیا معنی
ارے رو کردۂ صحرا غنیمت گرد کلفت ہے

روشن ہے میرا داغ دل اُس رخ کی تاب سے
کرتا ہے کسب نور یہ چاند آفتاب سے

سربستہ جو رہا تھا مرے اضطراب سے
آخر کھلا وہ راز ترے اجتناب سے

دنیائے حسن ہے طربستان سرخوشی
کس مست کے کرشمۂ دور شباب سے

پردوں میں بھی عیاں ہیں نگاہوں کی شوخیاں
فتنے پڑے ٹپکتے ہیں طرف نقاب سے

او طور والے۔ تاب نظر کا نہیں سوال
شوق اور بڑھ گیا ارنی کے جواب سے

یوں کھو دئے غموں نے جوانی کے ولولے
جسطرح کھینچ لے کوئی مستی شراب سے

حیرت فزا ہیں کیوں مری آئینہ داریاں
ذرہ بھی تھے نمو پذیر آفتاب سے

اک فتنہ گر نے خوگر آشوب کر دیا
فارغ ہے اب زمانہ غم انقلاب سے

جس حال میں ہیں مست ہیں تیرے خراب چشم
کیف شراب پاتے ہیں حال خراب سے

واقف ہے خوب وہ نگہ آشنا نواز
اس لطف سے کہ ہمنے اُٹھایا عتاب سے

او غفلت آشنا ترے درد فراق نے
اچھی پناہ دی دل غفراں مآب سے

غافل ہیں۔ گو زمانے نے بیدار کر دیا
ہم جاگ کر بھی خواب سے جاگے نہ خواب سے

فطرت اٹھانیوالی تھی جن سے خمیر حشر
وہ فتنے مٹ کے رہ گئے تیرے شباب سے

ضبط نگاہ کیا ہو بھلا پردہ دار راز
شوخی ٹپک رہی ہے ادائے حجاب سے

شوخی یہ ہے تو سلب کریگا ترا شباب
رنگینیاں بہار سے مستی شراب سے

دنیا الٹ گئی ہے مگر کون کہہ سکے
تیرے شباب سے کہ مرے اضطراب سے

تو نے کہا کہ رعب ہمارا غلام ہے
بندے کو بادشاہ کیا اس خطاب ہے

منتظر ہیں مست ہاں چشم طرب گستر اٹھے
ساقی شرم آشنا سرجوش مے ساغر اٹھے

جسکی مٹی سے مقدر تھا مرے دل کا خمیر
سالہا سال اس زمیں سے فتنۂ محشر اٹھے

حسن بیداد آفریں کا شیوہ بیکار نہیں
امتحان عشق و ہوس ہی کا سہی خنجر اٹھے

مے طلب محنت کش خمیازہ کب تک ساقیا
ہاں سبو کا منہ کھلے شیشہ جھکے ساغر اٹھے

نیچی نظروں کی ادا سے ہے زمانہ پائمال
کیا قیامت ہو جو وہ چشم حیا پرور اٹھے

مٹ چکا دل اب کہاں خاک اس گلی کی حشر زا
چند ذرے تھے کہ لیکر فتنۂ محشر اٹھے

ضعف نے بڑھکر بٹھایا راہ میں بیٹھے رہے
شوق منزل میں اٹھایا درد نے اٹھکر اٹھے

غیر تڑپا بھی تو کیا اے شوخ کوچے سے ترے
کوئی اچھا اٹھنے والا فتنۂ محشر اٹھے

ظالم ہو ستم کرتے ہو پروا نہیں کرتے
بیجا ہی کرتے ہو کہ بیجا نہیں کرتے

کس کس کو جگر خوں شدہ کیا کیا نہیں کرتے
ہاں درد کو ممنون مداوا نہیں کرتے

یوں چپ ہیں ستمدیدہ کہ حال دل بیتاب
اک راز ہے گویا جسے افشا نہیں کرتے

لب بند ہوگئے اف چاشنیٔ شورِ تبسم
اب زخمِ جگر خندۂ بیجا نہیں کرتے

مرتے ہیں کہ جیتے ہیں مگر جیتے ہیں کیا خاک
وہ لوگ کہ مرنے کی تمنّا نہیں کرتے

وہ لطف ملا جاں بلبی میں کہ جفا کش
اب آرزوئے مرگِ مفاجا نہیں کرتے

ضبطِ نگہ ناز و نگاہِ غلط انداز
وہ دیکھ لیا کرتے ہیں دیکھا نہیں کرتے

بے مائیگی حسن و وفا بیکسی شوق
ہم اُنسے جفا کا بھی تقاضا نہیں کرتے

تا چند دل جلوہ طلب پیکر سیماب
آئینے کو حیران تماشا نہیں کرتے

بے مشربی ذوق نے رکھا نہ کہیں کا
ہم بزم بھی اب ہمکو احبّا نہیں کرتے

عالم شرف آباد محبت کا نہ پوچھو
رسوا ہے وہی تم جسے رسوا نہیں کرتے

یہ مصرعہ دستیاب نہیں ہوا
کرتے ہیں تغافل مگر اتنا نہیں کرتے

ردیف (ی) کے ۳۰۴ اشعار اور چار متفرق مصرع
تمام ہوئی

گذارش

الحمد للہ و المنۃ کہ اُسکے افضال وکرم سے اس ناچیز کی سعی مشکور ہوئی اور کلام بلاغت نظام حضرت مولانائے مرحوم اعلی اللہ مقامہ از قسم غزلیات و فردیات تمام ہوا جہانتک مجھے دستیاب ہوا میں نے بہم پہونچایا اب ناظرین سے مستدعی ہوں کہ اگر اُنکو کوئی اور غزل مکمل یا ناقص یا شعر مولانائے مرحوم کے دستیاب ہوں یا اُنکے علم ویقین میں وہ شعر یا اشعار مولانائے مرحوم کے ہوں اُنکو از راہ عنایت اسمیں بڑھاکر مجھکو شکر گذاری کا موقع دیں اور روح مولانائے مرحوم کو شاد فرمائیں۔ اب دوسرے حصہ میں قصائد عربی وفارسی واُردو حضرت کے درج کیے جاتے ہیں جنسے ناظرین کو مولانائے مرحوم کی سلمیت وجدت وقوت طبع کا اندازہ ہوگا افسوس ہے کہ مولانائے مرحوم کی عمر نے وفا نہ کی اور اُنھوں نے بہت جلد اس دار ناپائدار کو الوداع کہدیا ورنہ اسمیں کلام نہیں کہ ایک مہتم بالشان شخصیت دنیا میں ہوتی ہم یہ چند قصیدے جو دستیاب ہوئے ہیں نذر ناظرین کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ قدرداں حضرات اُسکو خلعت قبولیت بخشینگے۔ والسلام

خادم الاطبا حافظ عبد الرحمٰن تلمیذ جناب رعب مرحوم

جئتك یا رب بقلب سلیم

بسم الله الرحمن الرحیم

قصائد عربیه

بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور منعقدہ
۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۰۸ء
روز یکشنبہ۔ نوشتہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۸ء

الیکن یا فی حب لیلی اعوا ذلے
فبا اللوم حسبی زائد غیر زائل

اصاب الذی قال لهوے قاتل الفتٰی
فانی قتیل بالهوی وهو قاتل

اریح الصبا افدیك روحی واقرئی
سلامی علی لیلی وقولی لها صلی

فانی قد مدت وشط مزارها؟
رهین المنایا والرزایا العواجل

وليل كفرع الغيد اسود حالك ... اتتنى تهادى بين بيض قواتل

مضى فى لذيذ العيش حتے اذا بدا ... الصباح وصاح الديك صيحة هائل

فواخجلة الاغصان لما تبخترت ... بقد كغصن البان ارشق مائل

فلم ترعينى قبلها الغصن مائسا ... ولا البدر محتالا كذا فى الغلائل

مرجحة الارذاف قد دق خصرها ... مكلثمة عذراء ترب العقائل

خدلجة مِلُ المسأزر ناهد ... مكعبة غيظ الغوانى البهاكل

اعارت محبيها نحول الجسوم عن ... موشحها المنهوك والمتضائل

خليلى مالى كلما اذكر الحمى ... بكيت بقانى دمعى التواصل

يحرك اشجانے حنين حمائم ... يهيج بلبالى نياح بلابل

ان احترقت احشائے ليس بعجب ... تاجج نيران الجوى فى مفاصل

لحا الله دهرا قد بدا من صروفه ... تسفل اشراف ترقى الاراذل

يجور على الاعيان ارباب سودد ... ويرغب فى علاء وغد وسافل

وانى على رغم الزمان لجاهد ... نعم اسوة لى فى جدودے الاوائل

فهم قد سعوا سعيا فنالوا مراتبا ... وفازا من العليا باعلى المنازل

وسموا بانصار النبيے ولقبوا ... حماة حماة بالقنا والقنابل

وسلوا سيوفا باترات على العدے ... فغادرن شتى جمع الف جحافل

فكيف يدون الفضل بى وانا ابنهم ... وتلميذ من قد فاق اهل الفضائل

ملاذے واستاذے معاذے وسيدے ... ومولاے حاوے الخير والمجد عاقل

خدين النجى عبد الرحيم اخى النهى ... حليف المعالى مستطاب الشمائل

مغیث اولی الاقتار والجدب غیثهم | غزیر الایادی متجار الارامل

حسیب نجیب بارع متورع | ادیب لبیب ذی المآثر فاضل

ذکی تقی زاهد متعبد | حلیم کریم باذل غیر باخل

شریف عفیف مصقع متبحر | صبور شکور ذی عطاء مجامل

امین فطین المعی ممهذب | رشید سدید اریحی حلاحل

معول ارباب العقول ملاذهم | وعیمیص حل المعضلات الجلائل

هو العالم النقریس قدوة قادة | هو السید الغطریف راس الاماثل

هو الجاهد الساعی الذی عم جوده | رعی رعی معوان سعی سعی باذل

لمدرسة معروفة بمظاهر | العلوم سمت قدرا رفیع المنازل

فمدرسة فاقت جمیع مدارس | وماأدبة اضحت غنی کل سائل

علت کاسمها السامی معانا ومظهرا | لکل علوم الدین خیر المشاغل

فلله حامیها وساعی رقیها | مراقی عزّ دائم متواصل

هی الشمس شمس اشرقت رونق الضحی | هی البدر بدر کامل ای کامل

هی النجم نجم صاعد منظر العلی | هی البحر بحر فاقد حد ساحل

تجلت لعین الناظرین کانها | عروس تحلت بالحلی والخلاخل

وزانت سمار تفور زینا فاصبحت | مآب کرام الناس ماوی الاماثل

فبشری لکم یا طالبی العلم انها | لمدرسة نالتکم خیر نائل

هلم الیها مسرعین فانها | مکب علوم الدین ابهی الوسائل

ردوا واشربوا ماء الجحی من حیاضها | فنهلکم باالله اشهی المناهل

یدٌ یدہا مبسوطة للحباء و | الفواضل عمت یا لہا من فواضل
من احتل مغناہا الرحیب مؤملا | فسقیا لما مول وطوبی لآمل
الا ان ہا تیکم لفوز بطالب | وماء لظمآن وعل لناہل
ایا سادة القوم ابن لو لمظاہرا | معلوم الترقی فی المعالی الجلائل
فہذی لعمری نعمة من آلہکم | علیکم نشکرا یا کرام القبائل
حما تیکم ترجی لہا وحفاظکم | وانتم لہا الاعوان عند النوازل
وان تنصروہا فانصروہا بنقدکم | والا فہو فی الوعد لیس کماطل
وقولوا لما وافقتموه بفعلکم | فکم قائل قولا ولیس بفاعل
انا الرعب ادعو اللہ من فضلہ لہا | علوا ومجدا کاملا غیر خامل
تکلاء سمار نفوس بحضرة الحمی | سقی اللہ ایاہا بطل ووابل
وانتم احق النبات لحبة | مبارکة جاءت بسبع سنابل
وصلی الٰہ العلمین علی الذی | اتانا بآیات واسنی الدلائل
محمد الہادی الی منہج الہدی | وآل واصحاب کرام افاضل

قصیدة

ممتدحا لقدوة العلماء الراسخین اسوة الفقہاء والمحدثین ختم المحققین راس المدققین جبید دہرہ فرید عصرہ مولٰنا ومرشدنا المولوی ابی مسعود محمد رشید احمد الکنگوہی عم فیضہم

زارت مریض النوی عنی الخیف علی | حین وما جلست قامت علی عجل

قولہ زارت الخ فاعل زارت فی البیت الاول [illegible] وفاعل زارت [illegible] ۱۲

خودٌ حکت بدر لیل الوصل وجنتها ... والجعدُ اخبر عن ایامی الاول

رعبوبةٌ کل شعر من ذوائبها ... فی جید عشاقها الاسریٰ کالطول

غزالة تقنص الاساد مقلتُها ... وهدبها الریش للاسهام للاجل

احیت عظاما رمیما کلما التفتت ... واهلکت کمد امضنی متی تمل

ماست بقدٍ کغصن ناعم خضر ... له الدلال من الخدّام والخول

تسل من حاجبیها صارمین معا ... وتجرح المبتلی بالاعین البخل

رنت بنشوان لحظ نحو من نفها ... کانها استودعت عضبا الی ثمل

عجبت من ظبیة وحشیة انست ... تصطاد افئدة لکن بالمقل

تفتر عن اقحوان الثغر ضاحکة ... کلمع برق بذیل الصبح منسدل

اذا اردت قیاما للعناق الی ال ... کثیب تقعدها الارداف من ثقل

بالبان شبهت الاقوام قامتها ... من این شابه معوج بمعتدل

سبع وسبع لها من عمرها سنة ... والبدر من وجهها فی حمرة الخجل

تغادر الصب مقتولا بلا قود ... وتطعن القلب بالاجفان کالاسل

یهدی المحب تحیات مبارکة ... لورد وجنتها من حسرة القبل

ف ۱ قوله خود الخ الخود الحسینة الناعمة حکت شابهت الوجنة العظم الناتی فی الخد ۱۲ ف ۲ قوله رعبوبة الجبیبة الی من ینظر الیها و ذوائب جمع ذؤابة شعر الناصیة و الاسریٰ جمع اسیر صفة العشاق و الطول حبل تشد به الدابة و یمسک طرفه الآخر او یشد فی شیء و ترسل الدابة ترعی ۱۲ ف ۳ قوله ماست تبخترت وتمایلت ۱۲ ف ۴ قوله رنت الخ الرنو والرنا ادامة النظر بسکون الطرف المدنف المریض والنشوان السکران و العضب السیف القاطع الحدید والثمل السکران المغلوب ۱۲ ف ۵ اقحوان الثغر فیه اضافة المشبه به الی المشبه والمراد من الاقحوان نوره لان نور الاقحوان هو المشبه به للثغر اے للاسنان ۱۲ ف ۶ قوله یهدی الخ ای العاشق یهدی الی المعشوق تحیات کے تحیصل له قبلة وجنتها ۱۲ محمد اسحق عفی عنه ع ۱ جمع نجلاء فراخ وکشاده ۱۲

اِحتَلتُ فی وصلها جهرا و مختفیا
زجرت فی عشقها من جاء ینصحنی
قد لامنی لائم فیها فقلت له
صددت وما عرفت قدری ومنزلتی
فتی له همة تعلو مقاصده
مادام نادیة الاوغاد فی ارب
حرٌ ترعرع فی علم و فی ادب
انا ابن سادات قوم شاع فضلهم
قومٌ من الله انصار نبهم لقب
اتنی الرسول علیهم ثم مدحهم
مع اننی غائر لا ابتغی شرفا
فهم من المجد قد نالوا امثالهم
ترکت ملة قوم فی جدودهم
ان ارتقاء مراقی العز من خطر
من خاطر النفس یحظی بالذی قصدت

لم تغن شیئا تد ابیوی و لا حیلی
عصیت فی حبها من قام فی عذلی
الیك یامن بلید النفس مرتذل
شططت وما رحمت مثلی ولم تصل
ما انفك ذا العزم لا یُصغی الی المیل
مازال ذا احذر عن صحبة السفل
ونفسه قط ما مالت الی النذل
وسار فی سائر الآفاق کالمثل
حموا حمی الدین اوٰوا اسیل الرسل
قد جاء فی محکم التنزیل وهو تلی
یضاف منی الی ابائی الاول
مالی بغیر اجتهاد طالب الجذل
قد اوقد وابینهم نارا من الجدل
لصاحب الحم لا للعاجز الوکل
نعم وان کان موفوفا علی المهل

ل قوله النذل بسکون الوسط الخسیس المختصر والنذل بضمتین والمهملة خدم الدعوة والذی بالذال المعجمة حرک وسطه للضرورة ۱۲ ۲ قوله قوم بالجر بدل من قوم قبله و بالرفع خبر مبتدا محذوف ای هم قوم لقبهم الثابت من جانب الله تعالی انصار وحموا حفظوا والحمی ما یحاط للرعی ویحفظ و آووا من الایواء الانزال والاسکان بالمکان ۱۲ محمد اسحق النهتوری ۳ خاطر بالنفس اشفاها علی خطرة هلک او نیل ملک ویحظی یعطی ۱۲

رسوم المآثر والکسلان وابجبا ۔۔۔ شتان ما بین حوز الغر والکسل
(القصد ۱۲ المفاخر والمحامد ۱۲ — جمع ۱۲)

رحلت عن بلدی والاهل مغتربا ۔۔۔ لما استطبت شذا الارواح فی النقل
(مسافر ۱۲ — عمدہ بنداشتم ۱۲ تیزی خوشبوئے ہوا سا ورسفر ہا ۱۲)

وطأت سہلا الی حزن لاصعد فی ۔۔۔ کسب المعالی علی اعلی ذری القلل
(نرم زمین ۱۲ سخت زمین ۱۲ — جمع معلاۃ مرتبہ بلند ۱۲ جمع ذروۃ بلندی ۱۲)

حبی العلی قد اتی بی سوح حضرۃ من ۔۔۔ اولاہ رب العلی بالا نعم الجلل
(بلندی مرتبہ ۱۲)

قصوی مرادی قصارای منتہی ابدا
(اناہ ۱۲ — اغایۃ ۱۲ او آرزو ۱۲ ای من ۱۲)
غوثی ملاذی معاذی منتہی املی
(ای ہو ۱۲ — جائے پناہ من سبب توجہ ودعائے خود ۱۲)

رشید احمد محمود الخصائل والا ۔۔۔ خلاق مرشد اہل العلم والعمل
(بدل ما قبلہ ۱۲)

کنز العلوم وکہف الناس قاطبۃ ۔۔۔ بحر الفہوم وعون الخلق فی الخلل
(جمیعا ۱۲ — حافظم ۱۲ فساد ۱۲)

حوی للطائف طرا غیر ذی عوج ۔۔۔ وعی النفائس جواہا بلا میل
(احاطہ ۱۲ جمع لطیفہ ۱۲ جمیعا ۱۲ کجی ۱۲ — حفظ ۱۲ کجی ۱۲)

یا طیب اوصافہ فاہ الانام بہا ۔۔۔ حلو مذاقتہ کالشہد والعسل
(ای تکلموا بہا ۱۲)

ما حد ثوا فی علاہ غیر مضطرب ۔۔۔ بل الصحیح ولا انکار من رجل
(موصولۃ مبتدا ۱۲ خبر ۱۲)

اثار سودددہ مقبولۃ رفعت ۔۔۔ مصونۃ عن قذی التدلیس والعلل
(سیادتہ ۱۲ — تخلیط وتلبیس ۱۲)

اخبار افضالہ مجموعما حسن ۔۔۔ تواترت مثل قطر العارض الہطل
(السحاب ۱۲ ریزان ۱۲)

اخلاقہ فی حدیث قد رواہ صبا ۔۔۔ عن الریاض عن الفردوس متصل
(صفت صبا ۱۲)

باللہ من علماء انت یا سندی ۔۔۔ تفضیلہم ثابت بالنص وہو جلی
(مبتدا وخبر ۱۲)

لہ قولہ استطبت ای علمتہ طیبا والشذا قوۃ ذکاء الرائحۃ الارواح جمع ریح والنقل جمع نقلۃ الانتقال ۱۲ سے سوح جمع ساحۃ الناحیۃ وفضا ربین دور الحی ۱۲ سے ہو غایۃ الامل بان ارضاہ واتباعہ عین ارضاء رب العالمین وعین اتباع فخر المرسلین لانہ محی السنۃ قامع البدعۃ العالم الربانی مجدد وقتہ والغوث والملاذ والمعاذ باعتبار استجابۃ دعائہ والتعویل علی توجہہ وبذل ہمتہ ۱۲ سے کہف الناس لان لہ عند اللہ تعالی دجاہتہ وقربۃ فیرجی قبول دعاءہ والیقین ببرکۃ اولیاء اللہ تعالی تدفع البلایا عن المخلوق وان کانوا مستحقین لہا ۱۲

ورثت علیا وانت المستحق له — من مصطفیٰ ناسخ الادیان والملل

الله اتاك علما انه عمل — وانت فی ذاك محفوظ عن الزلل

لله درك مولانا ومفخرنا — من عالم ذی النهیٰ مفت بلا خلل

علامة قدوة الاخیار منتبه — فهامة اسوة الابرار مکتمل

شیخ امام صدوق حافظ ثقة — محدث حجة عدل من لا نزل

سمیدع لوذعی متقن ثبت — حبر نبیل فقیه غیر منتحل

بر کریم تقی زاهد ورع — حلاحل عارف خاش لاله ولی

ذی العقل والعلم نحریر بلا خطا — ذی الفضل والحلم نسیك بلا مکل

صافی المحاسن محتاط حلیف تقی — حاوی المحاسن مرتاض احی نبل

در فرید نقی الاصل ذی حسب — فرد وحید محق ناقد الدغل

قرم همام لبیب منتمی شرف — قرم اریب فصیح غیر مختبل

زاکی النجار لقول الله مستمع — حامی الذمار لامر الله ممتثل

یا شمس انك شمس نورها شرع — عند الهجیر وعند الصبح والطفل

علو جاهك یزری عز جاهله — الحق یعلوا ولا یعلی بمبتذل

الا ان تحتج الفتوی فما اعتمدت — الا علیك الوری فی الحادث الجلل

انت الجواد الذی ما خاب سائله — لا لا ولا خاف موعود من المطل

---

۱ النهی جمع نهیه العقل ومفت اسم الفاعل من افتی ای اظهر الفتیا ۱۲ ۲ قوله سمیدع بفتح السین والمیم وضم السین الخ ای السید الکریم الشریف السخی الموطاء الاکناف والشجاع واللوذعی الخفیف الذکی الظریف الحدید الفواد واللسن الفصیح ۱۲ ۳ الله تعالیٰ علی الخلق لاظهار احکام الدین وانذاره عن المنکرات ۱۲ ۴ الطفل محرکا آخر العشی عند الغروب ۱۲

رأی العفاة نداك الثمّ فازدحموا ‏ — على فنائك من خاف ومنتعل

لدی غناك سواء لا امتیاز لهم ‏ — صفر الایادی واهل المال والدول

ما شان شانك لو عاداك ذو بدع ‏ — قد زینت بالسنة الغراء کالحلل

فی قلب شر العدے قالیك مبتدع ‏ — جرح وبما جرحه دهر ابمندمل

یهیم فی کل وادی الغی مختبطا ‏ — کخبط عشواء او رسالة الهمل

ینفض عن طیب ورد الشرع منقبضا ‏ — یمیل میلا الی لا قذار کالجعل

دع ذکر جمع قست بغیا قلوبهم ‏ — وقد تنحوا عمیً عن اوضح السبل

ضلوا ضلالا بعیدا عن طریق هدے ‏ — خاضوا من الجهل والطغیان فی الخطل

لا تلتفت یا سمام المدعین الی ‏ — عدوان قوم غدوا فی الحقد کالجعل

ولا حاق بهم سوء العذاب بما ‏ — ظنوا بك الظن عن بغض وعن دخل

کانت افئدة الاعداء خافقة ‏ — مهابة فی جناحی طائر وجل

لزعم انا فهم ناهیك فضلك یا ‏ — غیظ المحسود بفضل الله مکتمل

بذلت همك مقصورا ومنحصرا ‏ — فی الفقه فی الدین فی الخلوات والمحفل

کل امرأ فی امور الدهر مشتغل ‏ — وانت عن کلها فی احسن الشغل

هذا مدیحی فی حدیث مقتصر ‏ — تفصیل فضالك استغنے عن الجمل

سلہ قوله رای العفاة الخ العفاة جمع عافٍ وهو السائل از دحموا اجتمعوا والحافی الماشی بلا نعل ۱۲
سکہ قوله الهمل محرکة السدی المتروک لیلا ونهارا والابل المتروکة سدًی من همَلت الابل ای تسیر حیث شاءت شاءت علی غیر طریق ۱۲ سکہ قوله فی الخطل ای الکلام الفاسد الکثیر والاضطراب ۱۲
سکہ قوله کل امرءٍ الخ ما احسن هذا البیت فی الفاظه فصاحة وفی معانیه بلاغة کیف لا هو بیان للواقع لا مبالغة فیه اصلا ۱۲